ہمارا میگزین

کرنیں

مرکزی درس گاہ جماعتِ اسلامی ہند رامپور - یو پی

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند

کا

سنہ ۱۳۹۵ھ مطابق سنہ ۱۹۷۵ء

قیمت 4/=

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند رام پور

مکاتل عبد السلام ...

نگراں

سید منظور الحسن صاحب ہاشمی بی اے۔ ڈپ ایڈ (ناظم درس گاہ)

(مجلس ادارت)

* ابوالمجاہد زاہد
* سلیمان قاسمی
* عرفان تحلیلی

(معلمین درس گاہ)

ترتیب

(مطبوعہ :- نیشنل پرنٹنگ پریس رام پور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی باتیں

اللہ کا ہزار ہزار شکر و احسان کہ مرکزی درسگاہ جماعت اسلامی ہند رام پور اپنی عمر کے چھبیس ۲۶ سال پورے کر کے ستائیسویں ۲۷ سال میں داخل ہو گئی ہے —— جماعت اسلامی ہند نے مسلمان بچوں کی صحیح اور موزوں تعلیم و تربیت کے لئے جنوری ۱۹۴۹ء میں ملیح آباد کے ایک باغ میں اس درسگاہ کی بنیاد رکھی اور بے سروسامانی کے عالم میں باغ کی بوسیدہ و شکستہ عمارت کے اندر تعلیم کا آغاز ہوا —— ایک سال کے بعد مرکز جماعت اسلامی ہند کی منتقلی کے ساتھ ساتھ یہ درس گاہ بھی رام پور آ گئی اور ملیح آباد کے باغ میں لگایا ہوا یہ پودا آب و ہوا کی ناسازگاری کے باوجود رامپور میں پروان چڑھنے لگا بڑھنے اور پھیلنے لگا اور چھبیس سال کے عرصہ میں ایک مضبوط، تناور اور سایہ دار درخت بن گیا۔

آج مرکزی درسگاہ اپنے نصاب کی جامعیت، معیاری تعلیم اور صحیح و موزوں نظام تربیت کی وجہ سے ہندوستان گیر شہرت کی مالک ہے اور اس کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہے ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے طلباء اس میں زیر تعلیم ہیں اور اس کے نظام تعلیم و تربیت سے مستفید ہو رہے ہیں۔

مرکزی درس گاہ چھبیس ۲۶ سال سے تعلیمی میدان میں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جو جدوجہد کرتی رہی ہے اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان کوششوں میں اسے بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس سال بارگاہ رب العالمین میں نذرانہ تشکر پیش کرنے اور مختلف تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے کارکنان درس گاہ نے درس گاہ کی "سلور جوبلی" منانے کا فیصلہ کیا۔

سلور جوبلی ۱۰ دسمبر سے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۴ء تک —— بڑے اہتمام کے ساتھ منائی گئی اور اس میں وہ تمام پروگرام (پی ٹی اسپورٹس، تعلیمی نمائش، بیت بازی، بچوں کا مشاعرہ، بچوں کا اجتماع) پیش کئے گئے جو ہر سال "تعلیمی ہفتہ" کے دنوں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پروگراموں کے علاوہ ایک اہم اور خصوصی پروگرام تعلیمی سیمینار (ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ) بھی رکھا گیا۔ (تعلیمی سیمینار کی مفصل رپورٹ میگزین کے کسی صفحے پر دی جا رہی ہے) اس سیمینار میں جو مقالے پیش کئے گئے ان میں سے چار مقالے "کرنیں" کی زیر نظر اشاعت میں دیے جا رہے ہیں دوسرے مقالے انشاء اللہ میگزین کے آئندہ شمارے میں دیئے جائیں گے۔

"شب افسانہ و غزل" بھی سلور جوبلی کا ایک اہم پروگرام تھا۔ اس مجلس شعر و افسانہ میں مقامی شاعروں اور افسانہ نگاروں کے علاوہ مدیر "تجلی" مولانا عامر عثمانی (مرحوم) جناب حفیظ میرٹھی، جناب انوار علی خاں سوز اور جناب ڈاکٹر احمد سجاد صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ یہ پروگرام بھی ابر و باراں اور موسم کی خرابی کے باوجود بہت دلچسپ اور کامیاب رہا۔

سلور جوبلی کی مقصدیت، افادیت اور معلومات سے لبریز رنگا رنگ کارروائی "کرنیں" کی زیر نظر اشاعت میں دی جا رہی ہے۔ جس سے درسگاہ کی تعلیمی و تربیتی کوششوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ "کرنیں" کے پچھلے شماروں کی طرح اس شمارے کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

ابوالمجاہد زاہد

۲۳ اپریل ۱۹۷۵ء

سرکارِ دو عالمؐ

ابوالمجاہد زاہد

دل میں جو محبت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی
بخشی ہوئی دولت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

پُرنور ہوا جس سے ظُلمت کدۂ عالم
وہ شمعِ رسالت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

قرآن کا آئینہ، انوار کا گنجینہ
سیرت ہے تو سیرت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

غفلت ہے نہ اپنوں سے نفرت ہے نہ غیروں سے
کیا چشمِ عنایت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

دشمن کو قبائیں دیں، ظالم کو دعائیں دیں
کیا رحمت و رافت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

تصویر کے دو رُخ ہیں اور دونوں ہی روشن ہیں
کیا سیرت و صورت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

جس راہ میں دُنیا بھی جس راہ میں عقبیٰ بھی
وہ راہِ شریعت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

ارماں ہے تو ارماں ہے پابندیٔ سنّت کا
چاہت ہے تو چاہت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

کیونکر نہ معزز ہوں اصحابِؓ نبیؐ زاہد
ان پھولوں میں نکہت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

غزل

ابوالمجاہد زاہد
(استاد درسگاہ)

تیرہ قسمت ہوں، وقفِ یاس ہوں میں
یوں تو سورج کے آس پاس ہوں میں

جس پہ برسا نہ ہو کوئی بادل
ایسا صحرا ہوں، ایسی پیاس ہوں میں

میری تقدیر میں ثبات کہاں
ایک دیوارِ بے اساس ہوں میں

جس کا عنواں ہے دردِ محرومی
اس فسانے کا اقتباس ہوں میں

دل کی بدصورتی چھپا نہ سکا
یوں تو خوش پوش و خوش لباس ہوں میں

پھر بھی تیری گلی کے پھیرے ہیں
یوں تو بے گانۂ حواس ہوں میں

میں ابھی خود شناس بھی تو نہیں
کیسے کہہ دوں خدا شناس ہوں میں

یوں نہ ہنس ہنس کے چھیڑیئے مجھ کو
آج تو واقعی اُداس ہوں میں

حفلة تعزية

لشهادة جلالة الملك فيصل رحمه الله

في المعهد المركزي (المدرسة المتوسطة) للجماعة الاسلامية

برام فور ـ الهند

پاسبان حرم شاہ فیصل رحمہ اللہ کی ناگہانی شہادت پر درس گاہ میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مولانا محمد سلیمان قاسمی صاحب (مدرس درس گاہ) اور سید منظور الحسن ہاشمی صاحب (ناظم درس گاہ) نے مرحوم شاہ فیصل کے حالات زندگی، ان کی دینی، اسلامی، اور سیاسی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے انھیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی موت کو موجودہ صدی میں عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ قرار دیا۔ آخر میں مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی گئی۔ (ا-م-ز)

ان نبأ وفاة فيصل رحمه الله كان كصاعقة ادهشت العالم الاسلامي كله. فكل مسلم بلغه هذا النبأ دهش ولم يتمالك نفسه وشعر كأنه فقد رئيس اسرته او أواحب اقاربه.. وذلك يدل على الحب الذي كان يكنه له المسلمون في كل ناحية من نواحي العالم الاسلامي، الحب الذي يسمو على الحواجز المادية والفواصل الجغرافية ويتخطى مساحات البلدان والاوطان وفروق الاجناس والالوان.

ولما وصل نبأ استشهاد الملك فيصل رحمه الله الى المعهد المركزي للجماعة الاسلامية بالهند عم الحزن والأسى انحاء المعهد واقيمت حفلة عزاء في صالة المعهد الواسعة، فاجتمع جميع الاساتذة والطلبة والقى السيد منظور الحسن الهاشمي عميد المعهد والشيخ محمد سليمان القاسمي مدرس العلوم الدينية بالمعهد كلمات التعزية.

فاستعرض السيد الهاشمي في كلمته جوانب هامة من حياة المغفور له ونوه بالخدمات الجليلة التي قام بها في سبيل خدمة الاسلام والمسلمين وخاصة ذكر جهوده المشكورة للتضامن الاسلامي وتوحيد صفوف المسلمين وقال سيادته: إن العالم الاسلامي اليوم قد فقد اكبر شخصية اسلامية واعظم قائد رشيد، وكانت الامة الاسلامية اليوم في أشد حاجة الى توجيهاته الرشيدة وقيادته الحكيمة ـ ولكن لا راد لقضاء الله.

وقال سيادته مشيراً إلى بعض جوانب سيرة الملك الراحل الحافلة بالمآثر والبطولات ـ إن المرحوم قد بدأت حياته كجندي للإسلام ـ وفي ريعان شبابه خاض المعارك وتولى قيادة الجيوش المحاربة ثم تولى الامور الخارجية في الحكومة السعودية وبعد وفاة والده صار رئيس الوزراء ثم استقال بعد مدة من منصبه ثم فوض اليه الوزارة المالية والخارجية، وفي سنة ١٩٦٤م بويع الفيصل ملكا وإماما شرعيا للمملكة السعودية انتخبه مجلس الشورى ملكا مكان اخيه الكبير سعود بن عبد العزيز ـ وكان مخلصا وناصحا لبلاده وامته.

وذكر سيادته لبعض المآثر والاعمال الجليلة التي قام بها الشهيد في حياته . فاشار الى صموده على موقفه العادل في استخدام سلاح البترول رغم تحديات من امريكا وغيرها من الدول الكبرى . وهذا يدل على عمقه في السياسة وحزمه ورجاحة عقله . ولاشك ان سياسته هذه قد خضعت لها رؤوس الغرب التي لم تخضع لاحد بعد سقوط الخلافة الاسلامية

وبعد كلمة السيد الهاشمي القى فضيلة الشيخ محمد سليمان القاسمي كلمته وعبر فيها عن الحزن العميق الذي اصابه كما اصاب جميع المسلمين في العالم على وفاة القائد البطل الفاضل . واشار الى بعض مواقفه البارزة التي وقفها جلالة الملك فيصل في مناسبات مختلفة والتي تدل على حبه للإسلام وحرصه على التمسك بمبادئ الدين وجراءته على الحق التي لا مثيل لها .

واضاف قائلا : ان جلالته لم يستحي قط من التصريح بالتمسك بالكتاب والسنة والإشادة بالشريعة الغراء وبعقوباتها الى سمة العادلة حتى في المحافل الدولية والاحاديث الرسمية والمقابلات الصحفية العالمية بينما صار هذا شعار الرجعية والجهل والتأخر والجمود عند كثير ممن لا يعرفون معنى التقدم ويجهلون حقيقة الدين . فاننا نرى فيصل انه قد جهر باسلامه في كل مناسبة من المناسبات وكل حديث من احاديثه ولم يتردد في ذلك لحظة ، ووقف موقفا حاسما من اجراء العقوبات الإسلامية وتحكيم الشريعة الالهية ومحاربة الشعارات الدخيلة والاجنبية حسب استطاعته وهذه ميزة بارزة يمتاز بها الفيصل ومأثرة خالدة في تاريخنا المعاصر وخصيصة لا يشاركه فيها زعيم مسلم وحاكم دولة في العالم الاسلامي كله ———— و

> • كان حبيب الله ومات في حب الله

اضاف قائلا : ان الميزة الاخرى التي خصه الله بها هو صلته القوية العميقة بالحرمين الشريفين وشعوره بضخامة المسؤولية . فقام بمسؤوليته أحسن قيام . وانفق كل ما يتصل بهما سواء من ناحية عمارة المسجد وسقاية الحاج أو من ناحية الدعوة الى الله والتبليغ والارشاد بسخاء لا مثيل لها — وقال فضيلته : الحقيقة أن شخصية فيصل تحمل جوانب كثيرة وميزات بارزة لا اكاد احصيها في هذه الفرصة العاجلة — واخيرا ابدى فضيلته أمله القوي أن يسير خلف المرحوم جلالة الملك خالد بن عبد العزيز على نهج اخيه المرحوم في جميع الشؤون الداخلية والخارجية .

واختتم الحفل بدعوات وابتهالات من الحاضرين لمغفرة الملك الراحل وأن يوفق الله خلفه وولي عهده لما فيه خير للاسلام والمسلمين .

■ ■ ■

رحم الله خادم الحرمين عاش مجاهداً ومات شهيداً وغفر له

اولڈبوائز ایسوسی ایشن مرکزی درسگاہ جماعت اسلامی ہند رامپور

رپورٹ اور مختصر تعارف

بہت دنوں سے درس گاہ کے طلبہ سوچ رہے تھے کہ درس گاہ کے "اولڈبوائز" کی ایک تنظیم قائم کی جائے۔ خوش قسمتی سے ناظم درس گاہ جناب منظور الحسن ہاشمی صاحب نے خود ہی اس کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے اس طرف توجہ فرمائی اور درس گاہ کے اولڈبوائز کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ اپنی ایک مستقل تنظیم بنائیں اور آپس میں مل کر کچھ ایسے تعمیری کام کریں جن کی ملک و ملت کو ضرورت ہے۔ چنانچہ رامپور میں جو قدیم طلبہ موجود ہیں ان کا ایک اجتماع درس گاہ میں منعقد ہوا جس میں طلبہ کی ایک خاصی بڑی تعداد نے شرکت کی اور اس تنظیم کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اس سلسلے میں اس تنظیم کے عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا جو مندرجہ ذیل ہے۔

صدر:۔ جناب اشرف حسین صدیقی صاحب

نائب صدر:۔ جناب محمد شعیب صاحب رحمانی

سکریٹری:۔ وقار احمد صاحب شمسی

جوائنٹ سکریٹری:۔ محمد طاہر صاحب بدایونی

خازن:۔ جناب اسعد الحق صاحب شمسی

ان کے علاوہ دو حضرات کا مزید انتخاب مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے کیا گیا۔ (۱) جناب ابوبکر صاحب شمسی (۲) جناب سہیل محمود صاحب شمسی۔ اس کے بعد ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۴ء کو دستور تیار کرنے کے لیے سب کمیٹی کا انتخاب ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل حضرات چنے گئے۔

جناب مولانا محمد ایوب اصلاحی صاحب۔

حرم کا پاسباں رخصت ہوا

(مولانا سید احمد عروج قادری)

عزم و جزم و فہم کا کوہِ گراں رخصت ہوا
ملت اسلامیہ کا آسماں رخصت ہوا۔

ارض مکہ کانپ اٹھی ارض مدینہ ہل گئی
خادم کعبہ، حرم کا پاسباں رخصت ہوا۔

گولیوں کی باڑھ سے شمع فروزاں بجھ گئی
جس کو جلنا چاہیے تھا ناگہاں رخصت ہوا

قلب مضطر تھم گیا اور سعیٔ پیہم رک گئی
وحدت ملت کا اک روشن نشاں رخصت ہوا۔

کون جانے کتنی آنکھوں سے رواں ہیں اشکِ غم
مہر پرور، مہر آگیں، مہرباں رخصت ہوا۔

دین حق کی سربلندی جس کی کوشش کا ہدف
خوش نصیب و خوش خصال و خوش بیاں رخصت ہوا

شاہ فیصل پر ہزاروں رحمتیں اللہ کی۔
اس جہاں سے اٹھ گیا سوئے جناں رخصت ہوا

ہم کہاں ہیں یہ ہمیں بھی فکر کرنی چاہیے۔
وہ تو میدان عمل سے کامراں رخصت ہوا۔

دین حق زندہ ہے اور زندہ رہے گا اے عروج
ایک خادم دیں کا باعز و شاں رخصت ہوا۔

جناب ابوالمجاہد زاہدؔ صاحب (مشیر کی حیثیت سے)

- مشرف حسین صدیقی صاحب
- وقار احمد شمسی۔
- محمد طاہر صاحب بدایونی صاحب

مندرجہ بالا حضرات نے مل کر ایک دستور بنایا۔ اسی کے ساتھ ساتھ آئندہ کے لیے کچھ عملی پروگرام طے کیے گئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

✦ اجتماعات جو وقتاً فوقتاً ہوں گے ✦ ریکارڈ و تقریری مقابلے اور تقسیم انعامات ✦ مقامی و بیرونی اولڈ بوائز سے رابطہ قائم کرنا ✦ ایک ایسی لائبریری قائم کرنا جو غریب طلبہ کو سال بھر کے لیے کتابیں دے سکے۔ ساتھ ہی ساتھ کچھ ایسے طلبہ کو قرض حسنہ دینا جو بہت غریب ہیں۔ ✦ پکنک کا پروگرام اور درس گاہ کے اولڈ بوائز کو سلور جوبلی کے موقع پر مدعو کرنا۔

اس کے بعد ایک میٹنگ ہوئی جس میں اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل مقاصد طے گئے

(۱) درس گاہ کے تمام اولڈ بوائز کی تنظیم اور تربیت کرنا۔
(۲) اولڈ بوائز کی اس تنظیم کے ذریعہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا جو درس گاہ کے پیش نظر ہیں۔
(۳) درس گاہ کو ایک آئیڈیل عظیم تعلیم گاہ بنانے کے لیے جدوجہد کرنا۔
(۴) اولڈ بوائز میں درس گاہ کے مقاصد سے دلچسپی اور درس گاہ سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔
(۵) عوام میں دینی تعلیم کی اہمیت اور اس سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

ایسوسی ایشن کے قیام کے بعد تمام اولڈ بوائز کو اس ایسوسی ایشن کے قیام کی اطلاع دے دی گئی اور ساتھ ہی سلور جوبلی کو کامیاب بنانے کے لیے ان کے مشورے بھی مانگے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ہمیں کئی خطوط بھی اولڈ بوائز کے موصول ہوئے۔ جن میں انھوں نے اس ایسوسی ایشن کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

ہم نے ایسوسی ایشن کا ایک فنڈ بھی قائم کیا ہے جس میں ایسوسی ایشن کے ممبرس ہر ماہ ایک مقررہ رقم جمع کرتے ہیں۔

درس گاہ کی سلور جوبلی کے موقع پر اولڈ بوائز کا ایک اجتماع ہوا جس میں جناب مدثر حسین صدیقی صاحب / جناب ابوالمکارم صاحب اور جناب احسن ظفراللہ صاحب نے ترتیب وار "درس گاہ کا مستقبل"، "عرب ممالک میں نوجوانوں اور طلبہ کی تنظیمیں اور ان میں اصلاح کا کام"، "موجودہ بگڑے ہوئے ماحول میں نوجوانوں کی اصلاح کیسے ہو"؟ عنوانوں پر تقریریں کیں اور اجتماع کامیاب رہا۔

عنقریب ہی اس ایسوسی ایشن کا نیا انتخاب ہونے والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے ساتھی اس ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے

والسلام

وقار احمد شمسی

سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

رامپور۔ یو۔ پی۔

مولانا سید احمد قادری مدیر ماہنامہ زندگی" رامپور

ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

اس سیمینار کے لئے جو عنوان مقرر کیا گیا ہے اسکے دائرے میں رہتے ہوئے میں یہ مختصر مقالہ پیش کر رہا ہوں اپنی بات اختصار کے ساتھ کہنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو چند نکات میں منضبط کر کے پیش کیا جائے تاکہ وہ ذہن میں محفوظ رہ سکے اور اس پر غور کرنا بھی آسان ہو

ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ نیا نہیں ہے

آج ہندستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم جو ایک مشکل مسئلہ بنی ہوئی ہے دراصل یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ اسوقت سے پیچیدہ نازک اور دشوار بنا ہوا ہے جسوقت سے اس ملک کا نظم ونسق در وبست اور اجتماعی معاملات کا اختیار مسلمانوں سے چھین لیا گیا ہے۔ ہماری بداعمالیوں خودغرضیوں، غفلتوں اور کوتاہیوں کے نتیجے میں سات سمندر پار سے آئے ہوئے انگریزوں کی حکومت یہاں قائم ہوئی اور بتدریج ہر شعبۂ زندگی پر چھا گئی۔ یہ بالکل فطری اور قدرتی بات ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں کسی ملک کا نظم ونسق ہوتا ہے وہ اسے اس رخ پر لیجانا چاہتے ہیں جو انہیں پسند ہو اور جو انکی حکومت کے استحکام و بقا کے لئے مفید و معاون ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے نظام تعلیم اہم ترین ذریعہ ہے چنانچہ انگریزوں نے بھی اس ملک میں ایک ایسا نظام تعلیم رائج کیا ہے انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام و بقا اور اپنی تہذیب کے قبول عام کیلئے مفید سمجھا اس نظام تعلیم کے دو بنیادی پتھر تھے۔ مادہ پرستی اور انگریزیت۔ مادہ پرستی اس تہذیب کی بنیاد ہے، انگریز جس کے حامل ہیں اور انگریزیت ان کی حکومت کے استحکام کے لئے ضروری تھی۔ اس نظام تعلیم کے بارے میں لارڈ میکالے نے یہ کہا تھا کہ اس نظام تعلیم سے جو نسل پروان چڑھے گی وہ نسل کے اعتبار سے ہندستانی اور خیالات کے اعتبار سے انگریز ہوگی۔ تو کوئی غلط بات نہیں کہی تھی کسی ملک کے لئے ہمہ گیر نظام تعلیم بنانا اور اسے رائج کرنا حکومت کا کام ہے حکومت کے بغیر یہ کام انجام نہیں دیا جا سکتا۔ ہندستان کے مسلمانوں کے لئے اس وقت بھی یہ مسئلہ تھا کہ اب وہ کیا کریں کس طرح اپنے بچوں کو مسلمان باقی رکھیں اور کس طرح انہیں مادہ پرستی اور انگریزیت کی دہری زد سے بچائیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں کیا کوششیں کیں، اس کے کیا نتائج نکلے اور ان کوششوں میں کیا کمی رہ گئی۔ یہ باتیں اس وقت میرے موضوع سے خارج ہیں اس لئے ان کے بارے میں یہاں میں کچھ نہیں کہوں گا۔

آزادی کے بعد اس مسئلے کی پیچیدگی بڑھ گئی ہے

البتہ آزادی کے بعد مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ زیادہ پیچیدہ، نازک اور دشوار ہو گیا ہے۔ لوگوں کو توقع یہ تھی کہ

انگریز کے چنگل سے نجات پانے کے بعد اس ملک میں ایک ایسا مفید اور ہمہ گیر نظام تعلیم رائج کیا جائے گا جس کا بنیادی مقصد آدمی کو انسان بنانا ہوگا۔ اس کے تحت جو نسل پروان چڑھے گی اس میں شرافت، مروت، اخلاق کی پاکیزگی، حقیقی مذہبیت، اور وطن کی محبت ہوگی وہ اپنے ملک کو انسانیت کے لحاظ سے اٹھانے والی اور تمام باشندگان ملک کے حقوق کی محافظ ہوگی لیکن یہ توقع جس طرح پوری ہوئی وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں جو نظام تعلیم رائج ہے اس سے آدمی کو انسان بنانے کا مقصد اس طرح غائب ہے جیسے عنقا ــــــ انگریزوں نے جو نظام تعلیم رائج کیا تھا اُس کے دو بنیادی پتھروں میں ایک یعنی مادہ پرستی تو اپنی جگہ ٹھیک اُسی طرح قائم ہے لیکن دوسرے پتھر یعنی انگریزیت کی جگہ جو پتھر جمایا گیا ہے اُسے "دیومالائیت" کہنا غلط نہ ہوگا۔ جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں ان سے کسی بچے میں اسلامیت کا باقی رہنا تو دور کی بات ہے اس میں انسانیت کا باقی رہنا بھی آسان نہیں ہے۔ پچیس برسوں میں اس نصاب تعلیم سے جو نسل پروان چڑھی۔ اُس کی بے صبری، جلد بازی، اشتعال پذیری اور تباہ کُن حرکتوں سے پورا ملک پناہ مانگ رہا ہے۔ قصور ان کا نہیں ہے بلکہ اس نصاب تعلیم کا ہے ان اُستادوں کا ہے اور ان لیڈروں کا ہے جنہوں نے ان کو انسان بنانے کے بجائے حیوان بنانے کی سعی کی ہے۔

انگریزوں کے زمانے میں اسکولوں کے اندر جو مذہبی تعلیم کی تھوڑی سی گنجائش تھی وہ بھی اس مذہبی ملک میں یہ کہہ کر ختم کردی گئی کہ ہندستان ایک سیکولر اسٹیٹ ہے۔ لیکن اس کی زد عملاً صرف یہاں کی اقلیتوں پر پڑی۔ کیوں کہ اکثریت نے اپنی مذہبی روایات، اپنی قدیم تہذیب کے واقعات اور اپنے بزرگوں کی توصیفات سے نصاب کی کتابوں کو بھر دیا ہے صرف یہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے اور ان کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ انگریزوں کے عہد سے بھی بڑی مصیبت ہے جو بالخصوص مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے مسلمان برسوں سے اس کے خلاف چیخ رہے ہیں لیکن حکومت کے کان بہرے ہیں۔ اور اب تو اقلیتوں کی آزاد تعلیم گاہوں پر بھی طرح طرح کی پابندیاں عائد کرنے کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے بلکہ اندیشہ یہ پیدا ہورہا ہے کہ کہیں عربی مدارس پر بھی ہاتھ نہ ڈال دیا جائے ــــــ ان مختصر اشاروں سے بھی یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہندستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ پہلے سے زیادہ پیچیدہ نازک اور دشوار بن گیا ہے ہم یہاں یہ گفتگو نہیں کریں گے کہ ملک کی آزادی سے جو توقع قائم کی گئی تھی وہ غلط تھی یا صحیح ہم تو یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موجودہ صورت حال خواہ توقع کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ایک حقیقت ہے۔ اب آیئے اس نکتہ پر غور کریں کہ :۔

یہ مسئلہ نازک اور پیچیدہ کیوں بن گیا ہے ؟

اس کی نزاکت اور پیچیدگی کی وجہ یہ ہے کہ اسلام صرف پوجا پاٹ کا کوئی دھرم نہیں ہے (اگر ایسا ہوتا تو مسئلہ زیادہ مشکل نہ ہوتا) بلکہ وہ زندگی کا ایک مکمل نظام ہے جو اس کائنات کے بادشاہ نے اپنے بندوں اور غلاموں کے لئے نازل کیا ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی معیشت، معاشرت اور سیاست دنیا کی دوسری معیشتوں، معاشرتوں اور سیاستوں سے الگ اپنی مخصوص و منفرد شناخت رکھتی ہے۔ مسلمان جب تک

حقیقی مسلمان ہے وہ کسی دوسرے معاشرے میں کھپ نہیں سکتا۔ اس کو اس کا دین صرف یہی نہیں سکھاتا کہ وہ اپنا تشخص اور اپنی انفرادیت باقی رکھے بلکہ اس کو یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے دین کو دوسروں کے سامنے بھی پیش کرے، اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرے اور اس سے آگے بڑھ کر اس کو دوسرے نظامہائے زندگی پر غالب کرنے کی سعی بھی کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام، انسانوں کا گھڑا ہوا دین نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لئے اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے جس طرح سورج کی روشنی اور گرمی کسی ملک یا کسی قوم کے لئے مخصوص نہیں اور جس طرح ہوا کے خوشگوار جھونکوں پر کسی خاص ملک یا قوم کی اجارہ داری نہیں اسی طرح خدا کے بھیجے ہوئے دین پر بھی کسی خاص ملک یا قوم کی اجارہ داری نہیں ہے۔ مسلمان غیر مسلموں کو اپنی طرف نہیں، بلکہ خدا کی طرف بلاتا ہے وہ انہیں اپنے گھڑے ہوئے دین کی طرف نہیں خدا کے بھیجے ہوئے دین کی دعوت دیتا ہے، اس لئے اسے قبول کرکے کوئی شخص کسی کی نظروں میں بیچا نہیں ہوتا، ذلیل نہیں ہوتا بلکہ عزت و انسانیت کی بلند ترین چوٹی پر جا پہنچتا ہے۔

ہم اپنے بچوں کو، اپنی آئندہ نسل کو اسی معنی میں مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں، ہم صرف یہی نہیں چاہتے کہ وہ خود مسلمان رہیں بلکہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اسلام کے علمبردار بنیں۔ یہ ہے وہ اصل بات جس کی وجہ سے ہمارے نزدیک مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ بیحد پیچیدہ اور سنگین ہو گیا۔ اگر چھاگلہ اور حمید دلوائی کو مسلمانوں کا نمائندہ مان لیا جائے تو پھر مسلمان بچوں کی تعلیم کا سرے سے کوئی مسئلہ ہی باقی نہیں رہتا۔

ہندستان کے مسلمانوں کی اکثریت خواہ علم دین و عمل صالح کے لحاظ سے کتنی ہی زوال پذیر کیوں نہ ہو اس کے تحت الشعور میں اپنی انفرادیت اور اسلام کی فضیلت و برتری کا احساس موجود ہے اس لئے وہ نہ خود غیر مسلم معاشرے میں گم ہونا چاہتی ہے اور نہ اپنے بچوں کو گم ہوتے دیکھنا چاہتی ہے اس مختصر توضیح سے یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم کا مقصد کیا ہے لیکن آیئے اس نکتے پر الگ سے بھی گفتگو کریں

۴۔ تعلیم کا مقصد اسلامی نقطۂ نظر سے

اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان بچے چلتے پھرتے اسلام کا نمونہ بن جائیں۔ انہیں اس کارِ خلافت کی انجام دہی کے لئے تیار کیا جائے جس کیلئے ان کے خالق نے انہیں اس دنیا میں بھیجا ہے۔ یہ مقصد دینی تعلیم و دنیوی تعلیم کے اس فرق کو مٹا دیتا ہے جو مقصد زندگی کو بھول جانے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے یا پیدا کر دیا گیا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دین اور دنیا دو متضاد چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ دنیا دین کے لئے میدانِ کار کی حیثیت رکھتی ہے، البتہ دنیا دین کی اس وقت ضد بن جاتی ہے جب اس کو دین کے خلاف اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے میدان کار بنا لیا جائے۔ یہ گہری بات خاصی تفصیل طلب ہے جو اس مختصر مقالے میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہاں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو جس تعلیم سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہے وہ ہر جگہ کام آتی ہے۔ مسجد ہو یا مدرسہ بازار ہو یا پارلیمنٹ بزم ہو یا رزم، بحر ہند کی تہہ ہو یا ہمالہ کی چوٹی، زمین ہو یا چاند ــــ یہ کائنات اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے مسخر کر دی ہے تاکہ وہ اللہ کے تابع فرمان ہوں ان سے صرف بندگی رب مطلوب ہے، نمازیوں کی امامت ہو یا فوجیوں کی قیادت یا ریاست کی سیاست، ہر جگہ:

"مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند"

اسلامی تعلیم کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ مسلمان بچوں کو صرف کلمۃ اللہ درود اور نماز روزہ سکھا دیا جائے بلکہ ان کو ان تمام علوم و فنون سے آراستہ ہونا چاہیے جو اس دنیا کو چلانے اور اس کا نظم و نسق درست رکھنے کیلئے ضروری ہوں۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما صرف مسجد کے امام نہ تھے بلکہ ایک وسیع سلطنت کے قائد، رہنما اور سربراہ بھی تھے۔

عربی مدارس نے ہندستان میں جو خدمات انجام دی ہیں، پوری طرح اعتراف کرنے کے باوجود یہ کہے بغیر نہیں جاتا کہ علماء اور مدارس کے منتظمین کے سامنے تعلیم کا ہمہ گیر مقصد اس طرح نہیں رہا جس طرح رہنا چاہیئے تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے عربی مدارس ایسے کارخانے بن گئے جن سے عام طور پر یا تو مسجد کے امام نکلتے رہے یا مدارس کے مدرسین زندگی کے دوسرے شعبوں کے لئے وہ بے کار تھے اس لئے کہ دنیا کو چلانے والے علوم و فنون کی انہیں تعلیم ہی نہیں دی گئی۔ اس طرح دینی تعلیم کی تحقیر بھی ہوئی اور ان مدارس سے فارغ شدہ لوگوں کا عام طور سے کوئی وزن کوئی وقار بھی باقی نہ رہا۔ تجارت، زراعت، صنعت، سائنسی علوم اور اسی طرح کے دوسرے شعبے، نظری و عملی دونوں حیثیتوں سے دین کی رہنمائی سے محروم ہو گئے۔ یہ بات کم یاب ہی نہیں بلکہ نایاب ہو گئی کہ کوئی مسلمان بڑا تاجر بھی ہو اور مستند عالم دین بھی، بڑا کاشتکار بھی ہو اور مسلم عالم دین بھی، بڑا کارخانہ دار بھی ہو اور نمایاں عالم دین بھی، بڑا سائنسدان بھی ہو اور ممتاز عالم دین بھی۔ مثال کے طور پر یہ ناقابل تصور ہو گیا کہ لوگ کسی ایک شخص کے پاس نکاح و عقد کے بارے میں کوئی فتویٰ لینے جائیں اور پھر اسی کے پاس سائنس کا کوئی مسئلہ حل کرنے بھی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ صورت حال صرف ہندستان میں نہیں ہے جہاں مسلمان اقلیت میں بھی ہیں اور با اختیار بھی نہیں ہیں بلکہ ان ملکوں میں بھی ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور اقتدار بھی انہیں کے ہاتھوں میں ہے دینی و دنیوی علوم یا دینی تعلیم و دنیوی تعلیم کی اس تفریق نے ہر جگہ مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچایا ہے بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ اسی تفریق نے دین کو حکومت و سیاست اور اجتماعی قیادت کے میدان سے نکال باہر کیا ہے اور اس پر وہ لوگ چھا گئے ہیں جو یا تو دین سے بیزار ہیں یا اس سے محض رسمی تعلق رکھتے ہیں۔

مجھے اس کا پوری طرح احساس ہے کہ ہندستان کے مسلمان اس تفریق کو مٹانا چاہیں بھی تو فی الحال وہ اس پر قادر نہیں ہیں اس لئے کہ اب اس تفریق کو مکمل طور پر کوئی اسلامی حکومت ہی مٹا سکتی ہے۔ ہاں وہ ایسی تعلیم کا انتظام کر سکتے ہیں جس سے اس تفریق کو کم کرنے اور ساتھ ہی ساتھ حقیقی اسلامی حکومت کی راہ ہموار کرنے میں مدد مل سکے۔

جماعت اسلامی ہند کی کوششیں

جماعت اسلامی کو اپنی تاسیس کے آغاز ہی سے مسلمان بچوں کی تعلیم کا خیال رہا ہے۔ لیکن عملی اقدام ملک کی آزادی سے پہلے نہیں کیا جا سکا۔ جب ہمارا ملک آزاد ہوا تو جماعت اسلامی ہند نے ذرائع و وسائل کی انتہائی کمی کے باوجود اپنے عملی اقدام پر مجبور پایا۔ یہ درسگاہ جس کی سلور جبلی آج ہم منا رہے ہیں ۲۶ سال پہلے ربیع الاول ۱۳۶۸ھ میں بمقام ملیح آباد قائم کی گئی تھی۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد

مرکز جماعت اسلامی ہند رامپور منتقل ہوگیا اس کے ساتھ یہ درس گاہ بھی رامپور منتقل ہوگئی اور اس وقت سے مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کی خدمت انجام دے رہی ہے اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۰ر جنوری ۱۹۵۱ء میں چند جامع تجاویز پاس کی تھیں۔ ان تجاویز سے مقصد تعلیم، تعلیمی پالیسی اور اس کی اہمیت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سمینار کے حاضرین کے سامنے وہ تجاویز آجائیں۔

(۱) جماعت اسلامی جس خدا پرستانہ نظریۂ حیات کی ترویج و اشاعت کے لئے قائم ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ وہ غلط تعلیم اور اس کے مضر اثرات کی روک تھام اور صحیح تعلیم اور اس کے صحیح اثرات کی ترویج و اشاعت کی طرف خاص طور سے توجہ مبذول کرے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ حکومت کے زیر اہتمام جو نصاب تعلیم رائج کیا جارہا ہے وہ نہ صرف یہ کہ صحیح مذہبی اور اخلاقی تصورات سے خالی ہے بلکہ اس کو کچھ اس انداز سے ترتیب دیا جارہا ہے کہ اسوقت تک مسلم و غیر مسلم بچوں میں ماحول وغیرہ کی بدولت جو تھوڑا بہت مذہبی اور اخلاقی حس پایا جاتا ہے یہ نصاب تعلیم اس کو بھی ختم کردینے والا ہے۔

(۲) تعلیم کے ان مضر اثرات کی روک تھام اور اس کے مقابلے میں صحیح تعلیم کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں ہم جو تھوڑی بہت کوشش عمل میں لاسکتے ہیں اس کی صحیح نوعیت ہمارے مقصد اور طریق کار کے مطابق تو یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اس مسئلے کو صرف مسلمانوں کا کوئی مخصوص مسئلہ سمجھ کر کوئی قدم نہ اٹھائیں بلکہ اس کو ملک کا ایک عمومی مسئلہ سمجھتے ہوئے جس کا تعلق ہر قوم اور پورے ملک کے مفاد سے ہے،

اسے عمومی شکل میں لاکر اسی حیثیت سے اس پر اپنی کوششیں صرف کریں لیکن چونکہ بد قسمتی سے ملک کی عام حالت اس مسئلہ پر ابھی اس حیثیت سے غور کرنے کیلئے تیار نہیں ہے اور نہ ہم اس حیثیت سے اس کو اپنا کر اس سلسلے میں کوئی خاص مفید خدمت انجام دے سکتے ہیں اس لئے سردست اپنے نظریۂ تعلیم کی عمومی تبلیغ کے ساتھ ہمیں اس مسئلے کی عملی کوششوں کو صرف مسلمانوں کے دائرے تک محدود رکھنا چاہیئے۔

(۳) مسلمانوں کے تعلیمی مسائل میں اس وقت اہم تر مسئلہ جس کی طرف بیش از بیش توجہ کی ضرورت ہے اور جس کے سلسلہ میں ہماری کوششیں کچھ کارآمد ثابت ہوسکتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم کا مسئلہ ہے جس کی طرف ہم پہلے بھی کچھ نہ کچھ توجہ دیتے رہے ہیں لیکن اب حالات اس کی طرف کچھ زیادہ توجہ مبذول کرنے کے داعی ہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ حکومت کے زیر اہتمام ابتدائی تعلیم کا جو نصاب رائج کیا جارہا ہے وہ اپنی مختلف حیثیتوں میں مسلمان بچوں کی اسلامیت کے لئے انتہائی تباہ کن ہے۔

(۴) ابتدائی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں ہم ہر اس جماعت کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہیں جس کا مقصد تعلیم اور طریقۂ تعلیم بنیادی طور سے ہمارے مقصد و طریقہ کے خلاف نہ ہو اس لئے رفقاء کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جن مقامات پر مسلمانوں کی کسی جماعت کی طرف سے ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں کوئی کوشش عمل میں لائی جارہی ہو اور وہ جماعت اس کے سلسلے میں ان کے تعاون و اشتراک کی خواہش مند ہو تو خواہ اس جماعت کی عمومی دعوت و مسلک سے ہمیں اتفاق ہو ـــــــ یا اختلاف، وہاں ہمارے رفقاء مذکورہ بالا شرط کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ اشتراک عمل کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ کام کی صحیح نوعیت سے آگاہ کرکے

مرکز سے اجازت حاصل کرلی جائے البتہ اس سلسلے میں اپنے عام اصول کے تحت اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ:

(الف) ہمارا یہ اشتراک وتعاون تعلیم کی حد تک محدود ہو اور اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ یہ تعاون اس بات پر محمول نہ کیا جائے کہ ہم جس جماعت کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں اُس کی عمومی دعوت ومسلک سے بھی ہمیں لازماً اتفاق ہے۔

(ب) اس کی کسی انتظامی کمیٹی میں اُس وقت تک شرکت نہ کی جائے جب تک اس میں ہماری حیثیت یہ نہ ہو کہ ہم اس کو اپنے اصول ومسلک کے خلاف چلنے سے روک سکیں۔

(ج) مالی نظم وانتظام سے اپنے کو علیحدہ رکھا جائے۔

(۵) تعلیمی کام کو اپنے طور سے انجام دینے کے لئے ہمیں حسب ذیل طریقے اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) جماعت کے نظریۂ تعلیم کو عملاً بروئے کار لانے کے لئے جو ابتدائی درس گاہ قائم کی گئی ہے اُس کو زیادہ سے زیادہ وسیع اور مضبوط کرنے کے لئے جدوجہد تاکہ اس میں زیادہ سے زیادہ ایسے بچوں کے لئے گنجائش نکل سکے جن کے والدین اپنے بچوں کو صحیح اسلامی تعلیم وتربیت دلانے کے لئے آمادہ ہیں۔

(ب) جن مقامات پر جماعت کے اتنے اور ایسے افراد موجود ہوں جو بآسانی مرکزی درس گاہ کے نمونہ پر کوئی ذیلی درس گاہ قائم کر سکیں ان کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور بشرط گنجائش ان کی مالی امداد کرنا۔

(ج) مرکزی درس گاہ کے نصاب تعلیم کو مسلمانوں کے دوسرے مدارس ومکاتب میں مقبول اور رائج کرنے کے لئے جدوجہد کرنا۔

(د) نصاب تعلیم کے مطابق درسیات کی تیاری اور اس سلسلے میں جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں یا آئندہ شائع ہونگی ان کو مدارس ومکاتب کے علاوہ عام مسلمانوں میں پھیلانے کوشش کرنا۔

(س) مسلمانوں میں عام دینی تعلیم کی ضرورت کا احساس پیدا کرانا اور اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اس زمانے میں خصوصیت کے ساتھ اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم دلانے کی طرف متوجہ ہوں اور اس کا اپنی طرف سے معقول بندوبست کریں۔

(س) جن مقامات پر رفقاء جماعت مرکزی درس گاہ کے نمونہ پر کوئی ذیلی درس گاہ قائم نہ کر سکیں وہاں کے رفقاء کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو مذہبی تعلیم سے قریب لانے کے لئے فی الحال حسب ذیل طریقہ اختیار کریں۔

(الف) سب سے پہلے مسلمانوں میں مذہبی تعلیم کا احساس پیدا کیا جائے۔

(ب) جب یہ محسوس ہو کہ ان کے اندر یہ احساس کچھ پائدار حد تک پیدا ہو گیا ہے تو ان کو تعلیم کے عملی انتظام کی طرف توجہ دلائی جائے

(ج) حتی الوسع اس کے انتظامی شعبوں بالخصوص مالیات سے اپنے کو الگ رکھا جائے لیکن اگر لوگوں کا اعتماد مجبور کرے اور اس کام میں خوبی پیدا ہونے کی توقع ہو تو شرکت بھی کی جائے

(د) مرکزی درس گاہ کے نصاب سے متعارف کیا جائے لیکن اس کے لئے اصرار نہ کیا جائے کہ وہ بعینہٖ کسی درس گاہ میں رائج ہو اس میں مقامی ضروریات وحالات کے تحت تبدیلی کی جاسکتی ہے البتہ اس تعلیم کا جو دینی پہلو ہے وہ کسی حال میں نظر انداز نہ ہونے پائے

(۶) اساتذہ کی تربیت کا بندوبست مرکزی درس گاہ میں کیا جائے تاکہ مرکزی درس گاہ کی شاخوں اور مکاتب کے لئے لائق

اساتذہ فراہم ہوسکیں اس تربیت کے لئے ماہرین تعلیم کے مشوروں سے ایک علیحدہ پروگرام تیار کیا جائے۔ (ماہنامہ "زندگی" فروری ۱۹۵۱ء)

یہ مسلمان بچوں کی تعلیم کے بارے میں ایک جامع ہدایت ہے جس پر کم و بیش جماعت اسلامی ہند اب تک عمل پیرا ہے۔ اس کے علاوہ جماعت اسلامی ہند نے عملاً ثانوی تعلیم کا بھی انتظام کیا تھا اور چند سال تک ثانوی درس گاہ چلتی رہی لیکن اخیر میں طلبہ کی تعداد اتنی کم ہوگئی کہ اس کو بند کرنا پڑا۔ جماعت نے ابتدائی مرکزی درس گاہ کو ترقی دے کر اعلیٰ تعلیم کی بھی ایک اسکیم تیار کی تھی لیکن ذرائع و وسائل اور مردان کار کی کمی کے سبب اس پر عمل نہیں ہوسکا اور وہ اسکیم ترک کرنی پڑی۔ جماعت نے اسلامیات اردو، ہندی، حساب، عام سائنس، جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ شعبوں کے لئے جو درسی کتابیں تیار کی ہیں وہ اس کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور ان کتابوں کو اچھی خاصی مقبولیت بھی حاصل ہوئی ہے، وہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوچکی ہیں اور ہو رہی ہیں جماعت نے ابتدائی تعلیم کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اب تک جو کچھ کیا ہے اس کی تفصیل پیش کرنا میرے اس مختصر مقالے کی حدود سے باہر ہے، یہاں ضمناً اس کا ذکر صرف یہ بتانے کیلئے کیا گیا ہے کہ جماعت اسلامی ہند نے جو کچھ کیا ہے اس کی اصل قدر و قیمت یہ ہے کہ اس نے مسلمان بچوں کی تعلیم کا ایک نیا راستہ کھولا اور اس کو ہموار کیا ہے۔ اگر ہندستان کے تعلیم یافتہ مسلمان، تعلیم کے اس مقصد سے متفق ہوں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے تو جماعت کے شروع کئے ہوئے کام کا دائرہ بہت وسیع ہو سکتا ہے۔ اس کام کے لئے ایسے مردان کار کی ضرورت ہے جو اپنی پوری توجہ صرف اسی کام کی طرف لگا دیں۔

تعلیم کے مسئلے میں مسلمانوں پر اپنے اہل وعیال کی کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے:۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن انسان بھی ہوں گے اور پتھر بھی (التحریم۔۶)

یہ آیت جس طرح ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ علم دین و عمل صالح سے آراستہ ہوکر اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچائے اس طرح اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی بچوں کو بھی علم دین و عمل صالح سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ قیامت کے دن اللہ کے غضب اور دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ آخرت پر یقین رکھنے والوں کی عقل بھی یہی کہتی ہے کہ اہل وعیال کی حقیقی محبت اور ان کی حقیقی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں ایسی تعلیم دی جائے جو ان کی دنیا و آخرت دونوں ہی کی فلاح و کامرانی کی ضمانت ہو اور یہ تعلیم صرف اسلامی تعلیم ہے اگر مسلمانوں نے اپنی یہ ذمہ داری پوری نہیں کی تو وہ آخرت میں خدا کی باز پرس سے بچ نہیں سکیں گے خواہ وہ اپنے اہل وعیال کو محض دنیا کے لحاظ سے کتنا ہی خوش حال اور صاحب جاہ و منصب کیوں نہ بنا دیں یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ہم اور آپ یہاں جو کچھ بوئیں گے وہاں وہی کچھ کاٹیں گے۔ اگر خدانخواستہ ہم نے اور آپ نے دین کو نظر انداز کرکے صرف دنیوی عیش و آرام کے بیج بوئے تو آخرت میں شعلہ ہائے جہنم کی فصل کے سوا ہمیں کسی اور چیز کی توقع نہیں رکھنی چاہئے (اعاذنا اللہ منہا) آیئے ہم اور آپ مل کر مسلمان بچوں کی دینی و اسلامی تعلیم کا کام آگے بڑھانے کی سعی کریں۔

* *

سلور جوبلی

ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

عمر افضل
ایم اے - ایم ایڈ (امریکہ)

تعلیم معاشرے کی اہم ترین ضرورت ہے۔ نہ یہ کوئی نئی بات ہے اور نہ ہی انسان کو اس کی قدر و قیمت پہلی بار معلوم ہوئی ہے۔ جس دن باری تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تھا اس کو **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ** کے ساتھ بھیجا تھا **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ** ارشاد فرماکر رسول اللہ نے انسان کو یہ سبق پھر یاد دلایا۔ لیکن تعلیم کس مقصد کے لئے اور کس طرح حاصل کی جائے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب مختلف انسانی معاشروں میں مختلف انداز سے دیا جاتا رہا ہے اور جس پر بہت کچھ انحصار ہے اس معاشرے کی بقا کا۔ اگر جواب کا رُخ صحیح ہو تو تعلیم وہ سارے مسائل حل کر سکتی ہے جن کا سامنا آج انسانی دنیا کو ہے۔ اگر رُخ بدل گیا تو یہ اتنے مہیب مسائل پیدا کر دیتی ہے جو اس معاشرے کو فنا کر دیتے ہیں۔

ہم ہندوستان میں مسلمان بچوں کو ایسی تعلیم دینا چاہتے ہیں جو انہیں اچھا شہری ہی نہیں اچھا مسلمان بھی بنا سکے ہو سکتا ہے کچھ "آزاد خیال" لوگ اس سے متفق نہ ہوں۔ مگر عام مسلمان بہرحال دل سے یہی چاہتا ہے کہ اس کے بچے دین سے بیگانہ نہ ہو جائیں۔ یہ ایک اصولی جواب ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کہ یہ بہت مبہم ہے۔ عملی بنیادوں پر جب آپ کوئی خاکہ تیار کرنے چلیں گے تو یقیناً وہ سارے اختلافات ابھر کر سامنے آجائیں گے جو پس پردہ چھپے ہوئے ہیں۔ مسئلہ کی اہمیت سے تو کسی کو انکار نہیں بہت سے لوگ نہ صرف اس کی شدت سے واقف ہیں بلکہ اس کے اکثر پہلوؤں سے بھی۔

نظریاتی بحثوں سے قطع نظر موجودہ حالات میں ممکنہ متوقع عملی حلوں پر اگر ہم نظر ڈالیں تو مندرجہ ذیل متبادل صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فراہم کردہ تعلیمی سہولیات۔

(۲) دینی مدارس اور دارالعلوم

(۳) ایسی درسگاہیں جہاں دینی تعلیم کے ساتھ جدید مضامین پڑھانے کا مناسب انتظام ہے۔

(۴) صنعتی تربیتی ادارے

سرکاری اسکول کالج اور یونیورسٹیاں

مسلمان حکومت کے ٹیکس دہندہ شہری ہیں اور انہیں اپنے بچوں کو سرکاری اور نیم سرکاری اسکولوں میں بھیجنے کا اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا کسی دوسرے شہری کو۔ حکومت اپنی حد تک یہی کوشش کر رہی ہے کہ ملک میں تعلیم زیادہ سے زیادہ عام ہو اور عوام کے بڑے حصے کو اس سے فائدہ پہنچے گاؤں گاؤں اسکول موجود ہیں یا کھولے جا رہے ہیں کالجوں کا جال پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے اور اب یونیورسٹیوں کی تعلیم صرف چند گنے چنے مالدار افراد کی اجارہ داری نہیں رہی ہے حکومت کا محکمہ تعلیمات ہائی اسکول یا اس سے بھی آگے تک کے تعلیمی نظام کو کنٹرول

کرنے کے لئے موجود ہے۔

سرکاری اور نیم سرکاری اسکولوں میں تعلیم کی بنیادی سہولتیں موجود ہیں تعلیمی فیس یا تو بالکل نہیں ہے یا برائے نام ہے۔ غریب سے غریب بچے کو بھی فیس کا زیادہ بار نہیں اٹھانا پڑتا۔ عمارتیں اور دوسری تعلیمی ضروریات کے لئے سرمایہ حکومت فراہم کرتی ہے۔ تربیت یافتہ اساتذہ کی ٹریننگ اور تقرری کا انتظام ہے۔ جدید ترین تعلیمی نظریات اور اصولوں کی روشنی میں درسی کتابیں تیار کرائی جاتی ہیں۔ کتابوں کی اشاعت اور فراہمی کا انتظام ایسا ہے کہ بوجھ زیادہ محسوس نہیں ہوتا ایک متعین نصاب تعلیم کے مطابق تعلیمی اوقات کار کی پابندی کیجاتی ہے۔ ان میں تعلیمی سرگرمیوں کے علاوہ اور دوسری سہولتیں بھی حاصل ہوتی ہیں جو بہت سے پرائیویٹ اداروں میں حاصل نہیں۔

یہ تو تھا روشن پہلو۔ اب ذرا دوسرا رخ بھی دیکھ لیجئے۔ نصاب تعلیم اگر پوری طرح "سیکولر" ہو تو یہ تعلیم اچھا شہری تو شاید بنا سکے مگر بہر حال اچھا مسلمان تو درکنار مسلمان ہی مشکل سے رہنے دے گی۔ اول تو سیکولر نصاب تعلیم ممکن نہیں۔ اکثریت کے مزاج کی عکاسی لازمی ہے اور اس کے ذہنی تصورات، مذہبی عقائد اور خیر و شر کے ناپنے کے پیمانوں غرض ہر چیز کی چھاپ لازماً نظر آئے گی۔ کتابیں لکھنے والے اگر بہت فراخ دل ہوں گے تو بھی ان سے اسلام کے بارے میں کلمۂ خیر کی توقع فضول ہے۔ نصاب تعلیم اور کتابوں کے بعد بچے کو سابقہ پڑتا ہے اپنے استادوں اور کلاس کے ساتھیوں سے۔ قدم قدم پر نظریاتی تصادم اگر بہت زیادہ واضح نہیں ہوگا تو بھی اُسے "دوسروں سے جدا" ہونے کا احساس جلدی ہو جائیگا سرسوتی پوجا اور وشوکرما سے لیکر قومی تیواروں تک ہر موڑ پر شرک کا سامنا۔ نہ صرف دامن بچانا مشکل بلکہ نکّو بننے کا ڈر۔ پھر استادوں کی خشمگیں نگاہیں اور برتاؤ۔ ننھے ننھے بچوں کا ذہن تو سادہ سلیٹ ہے ایک مرتبہ گہری لکیریں کھینچ دیجئے تو مستقل ہو جاتی ہیں۔ اسکولوں کا ماحول اور وہاں پڑھائی جانیوالی کتابیں مسلمان بچوں پر کس طرح اثر انداز ہو رہی ہیں اس کا اندازہ لگانے کے لئے کسی حساب داں سے مدد لینے کی ضرورت نہیں آپ اپنے ہی گھر کے اسکول جانیوالے بچوں پر نظر ڈال لیجئے وہ رام رام اور نمستے سے کتنی ہی باتیں غیر شعوری طور پر قبول کر چکے ہیں جن کو بہر حال ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کسی طرح قبول کرنا پسند نہیں کریں گے۔

دینی مدارس اور دارالعلوم

ہندستان میں دینی مدارس کا نظام اتنا منظم تو نہیں ہے جتنا سرکاری اسکولوں کا لیکن یہ بات کچھ کم باعث فخر نہیں کہ دینی مکاتب، مدارس اور دارالعلوم کا ایک اچھا سلسلہ موجود ہے ہر گاؤں اور ہر شہر میں نہیں تو بہر حال آپ کے آس پاس ایک محدود فاصلے کے اندر ہی ایسے مدارس موجود ہیں جہاں مسلمان بچے دینی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام بھی مختلف مقامات پر ہے۔ ان دینی مدارس نے نہ صرف دینی علم کی تحصیل کے راستے کھلے رکھے ہیں بلکہ ایک مخصوص معیار بھی برقرار رکھا ہے اور اس وجہ سے مسلم معاشرے کو ان درسگاہوں اور دارالعلوموں سے فارغ التحصیل طلباء پر خاصا بھروسہ ہے۔

ان دینی مدارس میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ اب تک ایسا نصاب تعلیم پڑھائے جا رہے ہیں جو گذشتہ آٹھ سو برس سے رائج ہے۔ اس کی افادیت سے تو انکار نہیں۔ لیکن جدید علوم کے دروازے بند کر کے ان مدارس نے اپنے طلباء کے ذہنوں کو ایک دائرے میں محدود کر دیا ہے۔ اس مخصوص دائرے سے باہر نہ یہ کچھ جانتے اور نہ ہی اتنی صلاحیت

رکھتے کہ جدید مسائل کو اس علم کی روشنی میں حل کرسکیں جو انہیں یہاں سے حاصل ہوا ہے۔ معقولات کی تکمیل اپنی جگہ اہم سہی لیکن اگر دینی شعور کی پختگی اور اسلامی مزاج نہیں بن سکا تو ایسے افراد مسلم معاشرے کی موجودہ ضروریات بہرحال پوری نہیں کرسکتے اس وقت ہمیں جن حالات کا سامنا ہے ان میں ضرورت ایسے افراد کی ہے جو ایک طرف فتوے دے سکتے ہوں تو دوسری طرف جدید ترین مسائل سے واقفیت ہی نہ رکھتے ہوں بلکہ اسلام کے بنیادی احکامات کی روشنی میں ان کا حل بھی فراہم کرسکتے ہوں دوسرا مسئلہ ہے ان کے مستقبل کا۔ جو بچے ان مکاتب اور درس گاہوں سے فارغ ہوکر نکلتے ہیں وہ بازار میں کیا مقام رکھتے ہیں یا اگر انہیں معاش کی تلاش کرنی ہو تو وہ کس حد تک کامیاب ہوسکیں گے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ کہیں فٹ ہی نہ ہوسکتے ہوں اگر یہ اپنے کو دُنیا کے اس میدان میں مجبور و لاچار پاتے ہیں تو ہوسکتا ہے وہ اپنے علم کو بالائے طاق رکھ دیں اور تلاشِ معاش میں وہ اس طرح منہمک ہوجائیں کہ حرام اور حلال کی تمیز بھی مشکل سے باقی رہ سکے۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں بلکہ ایک عملی حقیقت ہے اور اس صورتِ حال کا سامنا دارالعلوموں اور مکتبوں سے نکلنے والے اکثر افراد کو ہے۔ اگر یہاں سے نکلنے کے بعد دُنیا کے میدان میں ان کی کوئی قیمت نہیں۔ تو وہ بے کار ہیں اور یقیناً ان کو دیکھ کر آئندہ دوسرے مشکل سے ہی یہ ہمت کریں گے کہ وہ ان مدرسوں اور مکتبوں کا رُخ کریں۔ تیسرا پہلو ان مدارس اور دارالعلوموں کے مادی وسائل سے متعلق ہے عمارتیں، درجات، فرنیچر کتابیں اساتذہ کی تنخواہیں یہ بھی کس معیار پر ہیں اور اس معیار کو مزید کتنے دن برقرار رکھا جاسکتا ہے یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب میں بہرحال اطمینان کا عنصر نہیں پایا جاتا۔ مسلم معاشرہ اپنی کمزور اقتصادی حالت کے باوجود ابھی تک کسی نہ کسی طرح اس بوجھ کو برداشت کر رہا ہے۔ لیکن ضروریات زندگی کی قیمتوں میں جس طرح سے اضافہ ہو رہا ہے اس کے پیشِ نظر یہ مدارس زیادہ دن نہیں چل سکیں گے۔ طلباء اور وسائل دونوں کی کمی کا یہ شکار ہیں اور دن بدن دونوں مسئلے شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔

درس گاہیں

ملک کے کچھ حصوں میں ایسی درس گاہیں قائم ہیں جہاں ایک طرف دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں اور دوسری طرف جدید مضامین کی تعلیم کی سہولتیں بھی فراہم ہیں۔ عموماً ان کا انتظام بہت سے دینی مدارس سے بہتر ہے اور معیارِ تعلیم بھی بلند۔ ایک متعین جامع نصابِ تعلیم کو سامنے رکھ کر مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ خاصی معیاری کتابیں فراہم ہیں۔ اور اساتذہ بھی نسبتاً بہتر تربیت یافتہ ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً آٹھ کروڑ ہے ان میں سے کم سے کم ایک کروڑ افراد ایسے ہیں جو چھ سے لیکر ۲۲ سال تک کی عمر کے درمیان ہیں اور ان سبھی کے لئے تعلیمی سہولیات کی فراہمی ضروری ہے۔ ان میں سے تقریباً نصف لڑکیاں ہیں۔ ان باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کیجئے:

۱۔ ایسی کتنی درس گاہیں کہاں کہاں قائم ہیں۔ ان میں سے کتنی لڑکوں کے لئے ہیں اور کتنی لڑکیوں کے لئے ہیں؟

۲۔ ان میں کن درجات تک تعلیم کا انتظام ہے؟ تعلیمی اور اخلاقی معیار دوسرے اسکولوں کے مقابلے میں کیا ہے؟

۳۔ کون کون سے مضامین داخل نصاب ہیں؟ جدید سائنسی تعلیم کا انتظام ہے یا نہیں؟

۴۔ نصابِ تعلیم کے مطابق درسی کتابیں فراہم ہیں یا نہیں؟ جن مضامین کے لئے درسی کتابیں موجود نہیں ہیں یا تیار ہوئے

میں مشکلات حائل ہیں ان کے لئے کیا انتظام کیا گیا ہے؟

۵۔ تربیت یافتہ اساتذہ ہیں یا نہیں۔ ان کی تربیت کا کیا انتظام ہے۔ کتنے لوگ تجرباتی دور سے گذر رہے ہیں اور کس حد تک کامیاب ہیں۔

۶۔ مادی وسائل: عمارتیں تنخواہیں۔ لیبارٹریاں اور لیکچر تھیٹر۔ کلاس روم اور اس کی کم سے کم ضروریات (فرنیچر، بلیک بورڈ، تعلیمی چارٹ، پنکھے وغیرہ) لائبریری اور کھیل کے میدان وغیرہ۔

۷۔ کتنے بچے زیر تعلیم ہیں اور کتنی گنجائش ہے؟

۸۔ فارغ ہو کر نکلنے والے طلباء عملی دنیا میں کس مقام کے مالک ہیں۔ دینی۔ تعلیمی، اور معاشی۔

ان سارے سوالات کا جواب کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہے ایسی درس گاہیں ملک میں صرف چند ہیں جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ لڑکیوں کے لئے تو شاید ایک سے دو اور تین کی گنتی کے بعد اگلی گنتی کا نمبر نہیں آئے گا یہ درس گاہیں ملک کے چند گوشوں میں ہیں اور سارے مسلم معاشرے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یکسر ناکافی بہت کامیاب درس گاہیں آٹھویں درجے تک ہیں۔ ہائی اسکول تک تو شاید ہی کوئی ہو۔ چند مخصوص مضامین ہی پڑھانے کا مشکل سے انتظام ہے۔ سائنسی اور ٹکنیکی علوم کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔ نصاب تعلیم اور درسی کتابوں کی فراہمی چند مضامین تک محدود ہے۔ اساتذہ مخلص تو ضرور ہیں مگر شاید اتنے تربیت یافتہ نہیں جتنے اچھے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں مل جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ تو تجرباتی دور سے گذرتے ہوئے فیل ہو جاتے ہیں۔ مادی وسائل کی کمی کا احساس ہر طرف ہے اور اس کا اثر سارے شعبوں پر دکھائی پڑتا ہے۔ کل ملا کر پورے ہندوستان میں شاید دو ہزار بچے بھی اس طرح کی درس گاہوں میں زیر تعلیم نہیں ہوں گے عموماً اچھے اور ذہین طلبا چھٹے اور ساتویں درجے کے بعد ہی ان درسگاہوں سے چلے جاتے ہیں۔ اس عمر کے کتنے بچے یہاں کے اثرات کو اس طرح قبول کر پاتے ہیں کہ زندگی بھر اسلام سے چمٹے رہیں یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب متعین طور پر دینا مشکل ہے

حل

کچھ بنیادی باتیں اگر ذہن میں رکھی جائیں تو حل تلاش کرنے میں آسانی رہے گی

۱۔ سارے مسلمان بچوں کے لئے درس گاہوں یا کل وقتی دینی مدارس میں تعلیم کا انتظام کم سے کم موجودہ صورت حال میں ممکن نہیں۔ نہ مسلمانوں کے پاس اتنے مادی وسائل ہیں نہ دوسری لازمی ضروریات کو فراہم کرنے کے لئے سرمایہ۔

۲۔ مزید درس گاہیں کھولنے کے لئے سرمایہ کی فراہمی آسان نہیں۔ اگر کوشش کر کے سرمایہ فراہم کر بھی لیا جائے تو کس معیار کی درس گاہیں کتنی اور کہاں کہاں کھولی جا سکیں گی کتنے کالج کھولے جا سکیں گے ان کی ڈگریوں کی کیا حیثیت ہو گی۔

۳۔ بازار میں یہاں سے نکلنے والے لڑکوں کی مانگ اسی وقت پیدا ہو سکے گی جب وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک بن کر نکلیں گے۔ بہت اونچے معیار کے بغیر مقابلہ میں میدان مار لینے کی امید فضول ہے۔

۴۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے بہر حال ہرگز نہیں پسند کریں گے کہ ہمارے بچے مسلمان نہ رہیں یا رہیں تو صرف نام کے۔ ان حالات میں ایک حقیقت پسندانہ حل میری نظر میں تو یہی ہے کہ:

۱۔ جہاں جہاں درس گاہیں موجود ہیں ان کو چلانے کے لئے ضروری سرمایہ فراہم ہے اور طلبا بھی۔ وہاں یہ درس گاہیں

برقرار رکھی جائیں لیکن ان میں کچھ بنیادی تبدیلیاں کر دی جائیں

• تعلیم کو تین مراحل میں تقسیم کر دیا جائے۔ ۱۔ ابتدائی ۲۔ ثانوی ۳۔ اعلیٰ • جو لڑکے ابتدائی تعلیم کے بعد انگریزی سرکاری اسکولوں کا رُخ کرنا چاہیں اُنہیں اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ ابتدائی تعلیم مکمل کرتے ہی ان اسکولوں میں داخلہ لے سکیں۔ معیار اتنا اونچا ہو کہ دوسرے اسکول ان کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ نہ دکھائیں۔ • ثانوی تعلیم صرف اُن لڑکوں کو دی جائے جو معاشی طور پر ملازمت کرنے کے لئے پابند نہ ہوں۔ مروجہ ڈگریوں سے بے نیاز ہوں۔ اور اسلام کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں ان کو بنیادی طور پر دینی تعلیم دی جائے لیکن ساتھ ہی ساتھ انگریزی اور ایک مزید اختیاری مضمون کا انتظام کیا جائے تاکہ یہ جدید نظریات سے کسی حد تک واقف ہو سکیں۔ ان کے لئے صنعتی تربیت کا بھی جز وقتی انتظام کیا جا سکتا ہے • اعلیٰ تعلیم صرف اُن لڑکوں کو دی جائے جو کہ مخصوص میدان میں دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

• تعلیمی معیار دوسرے اسکولوں کے مقابلے میں بلند رکھا جائے۔ وسائل کی کمی دور کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے تاکہ بہتر تعلیمی سہولیات فراہم کی جا سکیں، بہتر اساتذہ کا انتخاب کیا جا سکے اور انہیں کم سے کم سرکاری اسکولوں کے معیار کی تنخواہیں دی جا سکیں۔ جو سہولتیں حکومت سے حاصل کی جا سکتی ہیں اُن سے ضرور فائدہ اُٹھایا جائے۔

• صنعتی اور تکنیکی تربیت کا انتظام کم سے کم ساتویں اور آٹھویں درجے میں ضرور ہو۔ نصاب تعلیم کے جزئی حیثیت سے دو سال کی لازمی تربیت بہت سے لڑکوں کو معاشی پریشانیوں سے نہ صرف آزاد کر دے گی بلکہ مستقبل کی اس فکر سے بھی جس کی

وجہ سے اکثر لڑکے سرکاری اسکولوں کا رُخ کرتے ہیں۔

(میں مزید تفصیلات میں یہاں نہیں جانا چاہتا مگر بہرحال ایسی مثالیں فراہم کر سکتا ہوں۔ جہاں مسلمان بچوں کے لئے صنعتی تربیت کے مواقع فراہم ہیں۔ اور عملی دُنیا میں ان کی خاصی قیمت ہے)

۲۔ جہاں درس گاہیں میسر نہیں وہاں بچوں کو ابتدائی تعلیم کے لئے سرکاری اور نیم سرکاری اسکولوں میں داخل کیا جائے (ہندوستان میں موجودہ حالات میں عملاً اب بھی یہی ایک ایسا حل ہے جس سے اسکول جانے والے نوے فیصد سے زیادہ مسلمان بچے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔)

• ابتدائی تعلیم کے مضر اثرات سے بچانے کے لئے تین اہم اقدامات کئے جائیں۔ ۱۔ گھر کا ماحول ایسا ہو کہ بچے کو اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہوتا رہے۔ صرف رسمی مسلمان نہیں بلکہ شعوری مسلمان گھرانے میں پلنے والے بچوں کو ان اثرات سے خاصی حد تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اگر بچے کو تضاد کا احساس خود بخود نہ ہوگا یا اسکول کا ماحول گھر کے ماحول سے جاذب تر ہوگا تو وہ جلد ہی اسکول کے رنگ میں رنگ جائے گا۔

• شبینہ اور صباحی مکاتب: طلبا اور طالبات کو اسلام کے بنیادی اصولوں (اور کسی حد تک اردو، اگر آپ اسے ضروری سمجھتے ہوں) سے متعارف کرانے اور ان کے اندر شعوری کیفیت پیدا کرنے کے لئے ایسے مدارس کا انتظام کیا جائے۔ یہ مدارس رضا کارانہ بنیادوں پر بھی چلائے جا سکتے ہیں۔ لیکن بہتر ہے کہ ان میں فیس اور نصاب تعلیم وغیرہ کا بنیادی ڈھانچہ برقرار رکھا جائے۔ مصارف کا انتظام کیا جائے تاکہ یہ مکاتب، باسی کڑھی کا اُبال ثابت نہ ہوں اور نہ کچھ مخلص لوگوں کے لئے بوجھ۔ قرآن پاک ناظرہ

اور حافظ، فقہ کے بنیادی مسئلے اور اسلام کی بنیادی باتیں وغیرہ تو کم سے کم ہوں۔ مزید یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ اور ایسے مضامین پڑھائے جائیں جن میں لڑکے عموماً کمزور ہوتے ہیں اور ٹیوٹر کے سہارے کے بغیر نہیں چل سکتے۔ یہ بات اپنی حد تک خاصی کشش کا باعث ہوگی (لیکن اسے مقصد نہ بنایا جائے)

• الوادی درستی اور اجتماعی ملاقاتوں کا انتظام کیا جائے جہاں غیر محسوس طور پر اسلام کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کی جائے۔ بچوں کو اسکولوں میں جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسلام ان کا کیا حل پیش کرتا ہے۔ اس سے انہیں واقف کرایا جائے اجتماعیت کا شعوری احساس بیدار کیا جائے اور اسے مثبت رُخ دینے کی کوشش کی جائے۔

۳ اعلیٰ تعلیم اور فنی تربیت کے لئے ہمارے پاس کالجوں اور یونیورسٹیوں کا کوئی متبادل انتظام نہیں ہے اس لئے مسلمان لڑکوں کے کالجوں اور اسکولوں میں داخلہ کی ہمت افزائی کی جائے۔ مضامین کے انتخاب اور دوسرے ضروری امور میں ان کی رہنمائی کی جائے اور جہاں جہاں جس انداز سے بھی ان کی مدد کی جاسکتی ہے اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ اگر ایسے ہائی اسکول اور کالج موجود ہوں، جنہیں مسلمان چلا رہے ہوں یا جہاں مسلم لڑکوں کی خاصی تعداد موجود ہو تو ان کی طرف مزید توجہ دی جائے اگر انتظام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو تو اسے مضبوط بنانے اور ان کی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ جن مضامین میں نئے درجات کھولنے کی ضرورت ہو ان کا انتظام کرایا جائے۔ اچھے اور نمایاں طلباء کے لئے حکومت اور دوسرے اداروں سے اسکالرشپ کی فراہمی ممکن ہو تو ان سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ جو طلباء غریب ہونے کی وجہ سے اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکتے ہوں لیکن ممتاز رہے ہوں ان کی ضروریات اور فیس پوری کرنے کا انتظام کیا جائے۔ جن جگہوں پر نئے اسکول اور کالج قائم کئے جاسکتے ہوں وہاں ان کا انتظام کیا جائے جو لڑکے تعلیمی حیثیت سے زیادہ نمایاں نہ ہوں انہیں تھرڈ ڈویژن گریجویٹ بنانے کے بجائے صنعتی تربیت دلوائی جائے تقریباً سارے ہی صنعتی مراکز میں حکومت کی طرف سے ایسے صنعتی تربیتی ادارے موجود ہیں جہاں داخلہ کے لئے بہت زیادہ اونچا معیار نہیں آٹھویں فیل سے لیکر ہائی اسکول پاس تک کے طلباء مختلف شعبوں میں فنی تربیت حاصل کرسکتے ہیں۔ ان اداروں میں داخلہ لینے والوں کی اکثریت کو اسکالرشپ بھی مل جاتے ہیں ان سہولیات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جائے اور کلرکی کے بجائے اپنا کام خود شروع کرنے کی طرف رغبت دلائی جائے۔

چند اور ضمنی باتیں بھی اپنی جگہ بہت اہم ہیں لیکن تفصیلات کا موقع نہیں۔ سب سے اہم ضرورت ایک ایسے تعلیمی فنڈ کی ہے۔ جو مقامی ضلعی، صوبائی اور ملکی چاروں دائروں تک وسیع ہو۔ اس وقت اکثر مسلمان ادارے انتہائی کسمپرسی کا شکار ہیں۔ اوقاف کی آمدنی سے بہت سے مفید کام لئے جاسکتے تھے مگر ان پر جن لوگوں کا قبضہ ہے وہ شاید ابھی اس خدمت کیلئے تیار نہ ہوں۔ لیکن بہرحال فنڈ جمع کرنے کا کام ہر سطح پر اس کا انتظام کیا جائے۔ اس کی فراہمی اور تقسیم دونوں میں خلوص اور لگن کی شدید ضرورت ہے۔ اس فنڈ کو موجودہ اداروں میں بہتر سہولیات کی فراہمی، نئے معیاری ادارے اور تربیتی مراکز غریب لیکن ذہین طلباء کی کفالت اور اسلام پر بچوں کے لئے مفید اور دلچسپ کتابیں شائع کرنے کے لئے خرچ کیا جاسکتا ہے کئی مقامات پر اس طرح کے فنڈ قائم ہیں۔ کم سے کم بمبئی کی حد تک تو انجمنوں کا کام بے حد قابلِ تعریف ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ ملک بھر میں اس کو منظم کیا جائے۔ مقامی طور پر کام شروع کیا جائے تو جلد ہی یہ سلسلہ پھیل سکتا ہے۔ ایسے صاحب حیثیت مسلمان ہر جگہ مل جائیں گے جو ان مقاصد سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ عوام سے بھی قربانی کی اپیل کی جاسکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ رُخ صحیح ہو اور خلوص کیساتھ ساتھ دیانت اور معاملہ فہمی بھی شامل ہو۔

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

ہندوستان میں مسلمان بچوں کی

تعلیم کا مسئلہ

سلور جوبلی

ڈاکٹر احمد سجاد صاحب
صدر شعبۂ اردو و فارسی، رانچی کالج

کسی ملک و ملت کے بچوں کی تعلیم کا مسئلہ دراصل اُس کی تہذیبی و تمدنی اساس اور اس کی موت و حیات کا مسئلہ ہے کیونکہ آج کے بچے مستقبل کے معمار اور اس کے اصل سہارا ہیں "CHILD IS THE FATHER OF MEN." محض ایک انگریزی ضرب المثل نہیں بلکہ ایک اہم حقیقت کی غماز بھی ہے۔

مقام شکر ہے کہ ملت اسلامیہ نے تاریخ کے ہر دور اور ہر مقام پر اقتضائے حال کی مناسبت سے اپنی نوخیز نسل کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ نظم کیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بنو امیہ کے دور استبداد میں فقہا و مجتہدین کی مجالس نے تاتاری غارتگروں کے زمانے میں خانقاہوں اور صوفیائے کرام کے خانوادوں نے۔ زوال عہد مغلیہ اور ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد علماء و مجاہدین نے۔ مسجد و منبر اور حجروں میں بیٹھ کر جو گرانقدر علمی و تعلیمی خدمات انجام دی ہیں ان سب کے نتیجے میں آج عالم اسلام ایک بار پھر عہد حاضر کے سائنٹفک چیلنج کا جواب دینے کے لئے اپنے کو آمادہ و تیار پا رہا ہے۔

صاف محسوس ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی عالمی پیمانے پر مغرب کی مادی اور ملحدانہ تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تعلیم و تمدن کی پسپائی کی صدی تھی۔ مگر موجودہ صدی کے اوائل ہی سے عالم اسلام کی طرح ہندوستان میں بھی اس نئی مادی تہذیب، اس کے مصنوعی نظام تعلیم اور اس کی لعنتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے سرسیّد احمد خاں اور مولانا قاسم نانوتوی کے بعد علامہ شبلی ڈپٹی نذیر احمد، الطاف حسین حالی۔ اکبر الہ آبادی، ڈاکٹر سر محمد اقبال، مولانا حمید الدین فراہی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مولانا ابوالحسن ندوی اور افضل حسین وغیرہم نے قدیم و جدید اور مشرقی و مغربی علوم و فنون کا ہمہ گیر تنقیدی مطالعہ کیا اور ہندوستان میں آنے والی مسلم نسل کے تعلیمی حال و مستقبل پر بہترین خاکے پیش کئے۔ ان شاندار خاکوں میں رنگ بھرنے کا وقت آ ہی رہا تھا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کی ہنگامہ خیز سیاست، تقسیم ملک مسلمانوں کے قتل عام، منصوبہ بند غارتگری معاشی تباہی اردو زبان کی گردن زدنی اور پنج سالہ منصوبوں میں مسلم تعلیمی و معاشی مسائل سے چشم پوشی نے مسلمانوں کی کمر ہمت توڑ کر رکھ دی۔ نتیجتاً ایک بار پھر مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ انتشار و بحران کا شکار ہو کر رہ گیا۔

اللہ کا شکر ہے کہ پچھلے ۴۰ برسوں سے ہم نے ہر قسم کے مصائب و آلام کے باوجود اس اہم مسئلے پر از سر نو توجہ شروع کی ہے۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گھر، سماج، تعلیمی ادارے اور سیاست جیسے اہم ترین اجزائے تعلیم کی حقیقت و ماہیت پر ہم نے ۴۷ء کے بعد جدید ہندوستان کے

پس منظر میں غور و فکر کی زحمت کم گوارہ کی ہے۔ میری ناچیز رائے میں ہندو نیشنلزم اور پراچین سبھیتا تھوپنے یا اردو زبان کے چلن اور مسلم تعلیمی اداروں کے ساتھ متعصبانہ سلوک سے زیادہ اہم اور سنگین مسئلہ یہ ہے کہ پورے ملک پر ملحدانہ اور مادہ پرستانہ نظام تعلیم تھوپنے کی منظم کوشش کی جارہی ہے۔ اور مسلمان چونکہ فی الحال اس ملک میں ایک شکستہ و پژمردہ اقلیت ہے۔ اس لئے اس کا سب سے بھیانک اثر انہیں کی نسل پر پڑ رہا ہے موجودہ ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا دوسرا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اب تک مسلم تعلیمی ادارے قدیم و جدید نظامہائے تعلیم کی فرسودہ کشمکش سے نجات نہیں پا سکے ہیں۔ بعض نام نہاد مسلم تعلیمی ادارے اپنے دعوائے جدت کے باوجود ہنوز اپنی نئی نسل کو دینی بنیادوں پر تربیت دیتے ہوئے عصر حاضر کے سیاسی، معاشی، تمدنی اجتماعی معاملات سے انہیں ہم آہنگ نہ کر سکے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سائنس کی حیرت انگیز ترقیوں اور سوشلزم کے چلتے ہوئے لودں نے سارے عالم کی طرح فطری طور پر ہمارے ملک کے ارباب اقتدار اور دانشوروں کی فکر و نظر کو بھی خیرہ کر دیا ہے۔ وہ نہایت خلوص اور ایمانداری سے ملک اور اس کی آنے والی تمام نسلوں کی فلاح و بہبود اسی میں سمجھتے ہیں کہ مذہب کی تنگنا ئیوں سے نکل کر مادیت کے سمندر میں چھلانگ لگائی جائے اور وہاں سے سوشلزم اور سائنسی نقطۂ نظر کے در آبدار نکالے جائیں یہ دوسری بات ہے کہ اس کے نتیجے میں آج ہمیں حزف ریزے بھی ہاتھ نہ آئے۔ بلکہ پوری کشتی حیات تاریک سمندر میں بس ڈوبنے ہی کو ہے۔ کوٹھاری کمیشن کی رپورٹ "کی پردی اسکول اور رجسٹریشن" جیسی فتنہ انگیز سفارشات اسی گمراہ کن تعلیمی پالیسی کا نتیجہ ہیں۔ اس مسئلے پر مسلم ماہرین تعلیم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ میں یہاں اس کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا صرف عرض یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمان بچوں کے تعلیمی مستقبل کا بہت کچھ انحصار دستور کی دفعہ ۳۰ کی رو سے ان سفارشات کی زد سے محفوظ رہنے پر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ مسلم قیادت اس لٹکی ہوئی تلوار کی کاٹ کس طرح کرتی ہے اور ارباب اقتدار جمہوری اور انسانی قدروں کا کتنا پاس و لحاظ رکھتے ہیں مگر یہ اس اہم مسئلہ کا منفی رُخ ہے۔ مسئلے کی تمام نزاکتوں اور خطرناکیوں کے باوجود ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ عصرِ حاضر کا مزاج مادی اور سائنسی بن چکا ہے۔ ہر عہد کی اپنی ایک خصوصیت ہوتی ہے۔ دورِ حاضر کا یہی وصف ہے ہماری شترگربگی اس سچائی کو جھٹلا نہیں سکتی۔ نہ ہمارا تعلیمی مسئلہ حل کر سکتی ہے۔ آخر ہم اپنے روایتی تعلیمی اجتہاد سے کب سے کام لیں گے۔ عصر حاضر کے رومی، غزالی اور سینا و فارابی نے موجودہ مادیت اور سائنٹفک نقطۂ نظر کا توڑ اور انہیں ایجابی انداز میں بروئے کار لانے کا گر واضح طریقے سے بتا دیا ہے۔ علامہ اقبال اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے اپنے الفاظ میں صاف کہا ہے کہ "مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ علم کو مسلمان کر لیا"۔ آخر اس نسخہ کیمیا پر ہم عمل کب سے شروع کریں گے۔ کیا پانی سر سے اونچا ہو جانے کے بعد ہم تیوار اور کشتی کی فکر کریں گے؟

"بولہب را حیدر کرار کن" کا خواب آخر کب پورا ہوگا۔

روح عصر سے بے خبری اور مومنانہ فراست کی کمی نے اس وقت مسلم نسل کو سخت "تذبذب اور کشمکش" میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہمارے یہاں اب تک نئے طرح کے دینی ادارے پوری آب و تاب کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ایک خالص دینیاتی قسم کے (دینی اس لئے نہیں کہ دنیا کے بغیر دین کا تصور ناقص اور غیر اسلامی ہے) اور دوسرے دنیوی تعلیمی ادارے

دراصل انہیں دو طرح کے اداروں میں مسلمان بچوں کی اکثریت اسوقت زیر تعلیم ہے۔ اب ان دونوں پر عصر حاضر کے پس منظر میں طائرانہ نظر ڈالئے۔

بیشتر دینی مدرسے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم اپنے طلبا کو عمر بھر دیتے رہتے ہیں مگر پھر بھی ان کے بہت سے طلبا روح اسلام سے زندگی بھر نابلد رہتے ہیں یعنی نہ خدا نہ ملا نہ وصال صنم۔ وجہ ظاہر ہے قدیم منطق، از کار رفتہ طبیعات اور یونانی فلسفہ اور متن و شرح پر غیر ضروری مغز پچی ہوتی رہتی ہے۔ ایسے طلبا ریاضی تاریخ و جغرافیہ اور حالات حاضرہ سے تقریباً بے خبر رہ جاتے ہیں اس وقت پورا انسانی معاشرہ کیمونزم سیکولرزم سوشلزم تجدید منکرین ختم نبوت اور دوسرے مادی فلسفوں سے گمراہ ہو رہا ہے مگر ہمارے مدرسوں میں معتزلہ۔ خوارج، جبریہ اور قدریہ گروہوں پر داد تحقیق دی جارہی ہے۔ اس کہنگی اور دقیانوسیت کے باوجود ستم یہ ہے کہ ایک ہی ریاست اور بسا اوقات ایک ہی شہر میں اگر چار مدرسے ہیں تو ان چاروں کا نصاب اور نظام تعلیم چار قسم کا ہوگا۔ اب اگر کسی وجہ سے ایک بچہ ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں جاتا ہے تو اس نئی دنیا میں وہ اپنے کو بالکل اجنبی پاتا ہے اور یوں اس تال میل میں برسوں اس کا وقت خراب ہوتا ہے ہمارے ان مدرسوں میں گئی گذری ہندوستانی یونیورسٹیوں جیسی تعلیمی ہم آہنگی بھی نہیں۔ یورپین Theolo gy colleges کا مقابلہ یہ کہاں سے کر سکیں گے جہاں سے مشنری مبلغین ملکوں اور براعظموں کی تقدیر بدل دینے کا عزم و حوصلہ لے کر نکلتے ہیں ہمارے مدرسے اجتماعی زندگی کے زندہ معاملات و مسائل سے اس قدر کٹ کر رہ گئے ہیں کہ ایک مسلمان وہاں پورے ۱۳، ۱۲ سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی عملی زندگی میں حلال روزی کے لئے برسوں از سر نو جدوجہد کرنے پر مجبور ہوتا ہے احساس کمتری کا شکار رہتا ہے۔

نام نہاد مسلم اسکولوں اور کالجوں کا حال کچھ کم ناگفتہ بہ نہیں۔ یہاں بھی ہماری فطری پسماندگی عبرتناک ہے ملک میں جدید طرز کے اسکول و کالج کا جب جال بچھ چکا تو اس کی تقلید میں ہم نے بھی اپنے بچوں کے لئے کہیں کہیں اردو انگریزی مڈل یا ہائی اسکولوں کی داغ بیل ڈالی۔ بڑی جرأت اور انتھک محنت کی تو دو چار انٹر اور ڈگری کالج کھول لئے، مگر ان جدید مسلم اداروں میں مالی انتظامی اور معیار کی خرابی سے جیسی تعلیم یافتہ نسل نکل رہی ہے آپ اس کا اندازہ مقابلہ کے امتحانوں کے نتائج سے بخوبی کر سکتے ہیں ان اداروں کے طلبا، نماز روزہ تو جانے دیجئے انگریزی سے بھی بس دور کی علیک سلیک رکھتے ہیں۔ ہاں ماڈرن فیشن اور ہپی کٹ کا نظارہ دیدنی ہوتا ہے۔

دراصل جدید تعلیم کے میدان میں بھی ہم نے سخت دھوکہ کھایا ہے ۱۹۴۷ء کے فوراً بعد خالص اکیڈمک قسم کے تعلیم یافتہ کلرکوں اور بابوؤں کی ہر شعبۂ زندگی میں خاصی کھپت ہوئی تو ہم نے یہ سمجھ لیا کہ یہ بازار سدا بہار ہے کیوں نہ چند دکانیں ہم بھی کھول لیں۔ مگر ملک میں تیزی سے آنے والے صنعتی اور میکنیکل انقلاب سے جب یہ بازار بھی مندا پڑ گیا تو ہم تھونس کے رہ گئے۔ کیوں کہ آنکھیں بند کر کے ہم نے اپنی ساری بچی کھچی پونجی اور انرجی انہیں چند دکانوں کو بنانے سجانے میں صرف کردی تھی اور اب جبکہ ہر شعبۂ زندگی میں پیشہ ورانہ اور فن تعلیم و تربیت کی ریل پیل ہے ہم کسمپرسی کے عالم میں مسلمان بچوں کے مستقبل سے مایوس اپنی قسمت کو رو رہے ہیں۔ اگر مجھے غیر شاعرانہ تصرف کی اجازت دی جائے تو موجودہ

صورتحال کی تضمین اس طرح پیش کی جاسکتی ہے ؎

گھر میں پرویز کے شیریں نہ ہوئی جلوہ نما
پھر بھی آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد کے ساتھ

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ محض روایتی قسم کے اسکول اور مدرسے کھول کر یا اس کا جال بچھا کر بھی ہم اپنے بچوں کا تعلیمی مسئلہ حل نہیں کرسکتے۔

تب سوال ہوتا ہے کہ آخر یہ مسئلہ حل کیسے ہوگا؟ میری ناچیز رائے میں اس کی ایک ہی شکل ہے کہ ہم اپنے ماضی و حال کے عمل کا سختی سے احتساب کریں اور عصر حاضر کے تعلیمی تقاضوں کو اسلام کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں کیوں کیونکہ بقول اقبال ؎

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

جدید تعلیمی تقاضے کا واضح مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دیں۔ جس سے مومن و مسلم رہتے ہوئے وہ جدید سائنسی اور معاشی میدانوں میں کسی سے پیچھے نہ رہیں اس کے لئے دینی و دنیوی تعلیم کے دو خانوں کی مصنوعی اور غیر فطری بلکہ غیر اسلامی تقسیم کو ختم کرنا ہوگا۔ مگر یہ کام الل ٹپ نہیں ہوسکتا۔ منظم پلان اور مضبوط اسکیم کی ضرورت ہے۔ ہمیں اول مرحلے پر بچوں کے ابتدائی اور ثانوی سطح تک ہمہ گیر تعلیمی مسائل کا تجزیاتی اور سائنٹفک مطالعہ کرنے کے لئے سروے کمیٹیاں بنانی ہوں گی اور دوسرے مرحلے پر اپنے محدود وسائل و ذرائع سے کام لیتے ہوئے مختلف قسم کے تعلیمی اداروں کو قائم کرنا ہوگا۔ یہ دونوں کام ہندوستان گیر پیمانے پر کوئی آل انڈیا جماعت یا تعلیمی تنظیم ہی سرانجام دے سکتی ہے یا جا بجا چھوٹی چھوٹی یونٹوں میں محدود پیمانے پر اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ کرالہ اور مدراس میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشن سوسائٹی نے کیا ہے۔

اس ضمن میں ہمیں ایک کم سے کم دینی و علمی معیار کا خاص خیال ہی نہیں رکھنا ہوگا بلکہ اس پر اصرار کرنا ہوگا اور وہ ہے مڈل یا درجہ ہشتم تک دینی و دنیوی تعلیم کا کامل امتزاج۔ تاکہ اس ابتدائی سطح پر اسلام کے بنیادی عقائد و ایمانیات بچے کے فکر و عمل کا جزو لاینفک بن جائیں۔ اس بنیادی دینی تعلیم کے بعد والدین اور طالب علم اپنے ذوق اور حوصلے کے مطابق جس رُخ پر آگے بڑھنا چاہیں گے انشاءاللہ ان کے اسلامی کردار میں کوئی جھول نہ پیدا ہوسکے گی۔

جوہر ہو لاالہ کو کیا خوف : تعلیم ہو گو فرنگیانہ

بنیادی دینی تعلیم پر زور دینے کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہی تمام مسائل کا واحد حل ہے اس کے آگے بھی بہت سے دوسرے مرحلے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ پورے ملک میں مسلم مدارس و مکاتب کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے مگر ابتدائی سطح پر درسگاہ جماعت اسلامی رامپور جیسے معیاری ادارے شاید دو چار ہی آپ کو ملیں گے۔ یہ ہمارے تعلیمی نظام کا نہایت افسوسناک پہلو ہے۔ موجودہ مقابلے اور سوشلزم کے زیر اثر قانون رجسٹریشن وغیرہ کی دوڑ میں اندیشہ یہ ہے کہ ملک گیر پیمانے پر ان غیر معیاری اداروں کا یک بیک گلا نہ دبا دیا جائے اُس وقت دستور کی دفعہ ۳۰ و ۲۹ اور اقلیتی حقوق کی دہائی کام نہ آسکے گی۔ کیونکہ ان حقوق کے ساتھ ہم پر یہ فرض بھی تو عائد ہوتا ہے کہ اپنے اداروں میں کم سے کم مروجہ کریکولم کے مطابق اپنے بچوں کا معیار تعلیم بلند کریں ــــ گویا ہم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ دینی تعلیم و تربیت اور عام تعلیمی معیار کی بحالی خدا کرے کہ مسلمان درسگاہ رامپور کے معیار و طرز کی دو دو درسگاہیں بھی ہر ریاست میں قائم کریں تو میں اسے بڑی کامیابی تصور کروں گا۔ فی الحال مسلم کالج اور اردو یونیورسٹی سے زیادہ

اہم ترین کام بھی ہے۔ ہر ریاست میں ان کی حیثیت تقریباً آئیڈیل اسکول کی ہوگی۔ جس کے نمونے پر تمام دوسرے ابتدائی تعلیمی اداروں کو ڈھالنا ہوگا۔ اور شہر شہر گاؤں گاؤں تعلیمی مہم چلانی پڑے گی۔ کیونکہ اس مہم کے بغیر موجودہ ہمہ گیر انتشار و بحران میں بہت سے غافل اور بے پرواہ والدین اپنے بچوں کی تعلیم پر شاید ہی توجہ دے سکیں گے۔ ہمیں آبادی کی ہر یونٹ میں مندرجہ ذیل تین طرح کے والدین سے گہرا ربط قائم کرکے اور حسب ضرورت تعاون کرکے ان کے بچوں کو اپنے مدرسوں یا اسکولوں میں لانا ہوگا۔ مثلاً

پہلی قسم کے وہ والدین ہیں جو تمام سہولتوں کے باوجود اپنے بچوں کی تعلیم سے بے نیاز ہیں دوسری قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جن کے سامنے کچھ واقعی مشکلات اور دقتیں ہیں اور تیسری قسم کے وہ والدین ہیں جو علمی اور اقتصادی طور سے اس قدر کمزور ہیں کہ اپنے بچوں کی معمولی تعلیم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

میں نے کام کا یہ کوئی تخیلی خاکہ پیش نہیں کیا ہے بلکہ بہار سرکار نے آئندہ پنج سالہ منصوبہ میں ان خطوط پر اپنے کام کا پروگرام مکمل کرلیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے ملک میں دینی تعلیمی کونسل اور جماعت اسلامی مسلم عوام کے تعاون سے اس طرح کی کوئی ملک گیر مہم چلائے۔ اس طرح کی مہم میں اسلام پسند طلبا اہم ترین رول ادا کرسکتے ہیں۔

اس ابتدائی مرحلے کے بعد ثانوی تعلیم کا مرحلہ پیش آتا ہے۔ زیادہ تر غریب والدین ثانوی مرحلے میں اپنے بچوں کو آگے بڑھانے کے بجائے کسی کام پر بٹھا دیتے ہیں تاکہ جلد از جلد وہ ان کا معاشی سہارا بن سکیں۔ یہیں پر ٹیکنیکل تعلیم کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں نے اس سطح پر ٹیکنیکل تعلیم کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ سب آنکھیں بند کرکے وہ ہائی اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ اگر ہم موحشانہ فراست سے کام لیں تو اسلامی ترجیحی خطوط پر جاپانی طرز (LEARING BY DOING) اور (ON THE JOB DOING) کے ادارے قائم کرسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پٹنہ شہر کی جماعت اسلامی الیکٹریکل ٹریننگ کا ایک عمدہ تجربہ کررہی ہے۔ اس طرح گھڑی سازی، موٹر میکنک، ریڈیو، ٹرانسسٹر، اسٹینوگرافی اکاؤنٹنسی، سلائی، لانڈری، تالا سازی، جلد سازی، رنگ سازی، باغبانی اور زراعت وغیرہ کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا جاسکتا ہے۔ ثانوی تعلیم کے فوراً ہی بعد جو طلبا انٹر یا گریجویٹ ہوجاتے ہیں انہیں مختلف شعبہائے علم اور اداروں کے مقابلہ کے امتحانوں میں اترنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے تقریباً ہر شہر میں برادران وطن نے مختلف قسم کے (Coaching Centers) کا جال بچھا رکھا ہے۔

مثلاً صوبائی اور مرکزی محکموں کی بہت سی بحالیاں اب مختلف قسم کے کمیشنوں کے ماتحت ہوتی ہیں۔ جن کے لئے باضابطہ امتحان دینا پڑتا ہے۔ ان کے علاوہ مختلف قسم کے معیاری ٹیکنیکل اداروں میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں داخلہ کے لئے بھی اب مقابلہ کے لئے امتحانات لازمی قرار دیئے جاچکے ہیں۔ اسی طرح (I.A.S.، I.P.S. اور P.C.S.) وغیرہ کے وہ امتحانات ہیں جن میں کامیابی کے بعد ایک نوجوان حکومت کے کلیدی عہدوں پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ ان تمام میدانوں میں ہم نے اپنی آنے والی نسلوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔

مجھے اعلیٰ دینی درسگاہوں کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں ایسے گھرانے اور ایسے بچے جو علم دین کے لئے خود کو مخصوص کرنا چاہتے ہیں ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ نظم ہونا ہی

(بقیہ صفحہ ۲۷)

سلور جوبلی

ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

پروفیسر عبدالمغنی (پٹنہ)

بچوں کی تعلیم و تربیت کی اہمیت ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے کہ اس پر کوئی روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی پوری دنیا کے اندر تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہونے کے باوجود اس ملک کا ایک غیر مسلم اور غیر اسلامی ریاست ہونا بھی معلوم و معروف ہے تیسری ضروری اور ظاہر بات یہ ہے کہ حکومت کی جبری ابتدائی تعلیم گاہوں کو قومیانے کا سیاسی میلان بلکہ اقدام ملک کی تہذیبی اقلیتوں کے لئے، جو اپنے آپ کو اکثریت کی تہذیب میں ضم کرنا نہیں چاہتیں، سخت تشویش کا باعث ہے۔

یہی وہ تین اسباب و عوامل ہیں جو آج کے ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں تیسری اور آخری بات نے دوسری بات کو بہت زیادہ سنگین بنا دیا ہے، یعنی جب ایک غیر مسلم اور غیر اسلامی ریاست ابتدائی سطح پر بچوں کی جبری تعلیم کا نفاذ اس طرح کرتی ہے کہ تمام تعلیم گاہیں سرکاری تحویل میں ہوتی ہیں، تو ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کی تعلیم کن تہذیبی اصولوں کے تحت ہوگی۔؟ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان ایک سیکولر جمہوریہ ہے۔ جہاں کسی خاص تہذیب کو کوئی ترجیح اور غلبہ حاصل نہیں ہے۔ بلکہ تمام مذہبوں کے درمیان مساوات ہے، لہٰذا اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ ایک صریح مغالطہ اور فریب دہی ہے۔ اس لئے کہ ملک کے جمہوریہ ہونے کا مطلب ہی، رائج الوقت تصور کے اعتبار سے، یہ ہے کہ یہاں اکثریت کو ترجیح اور غلبہ حاصل ہے۔ رہی سیکولر ہونے کی بات تو مذہبی غیر جانب داری کے دستوری اور سیاسی انتظام و اعلان کے باوجود یہ بالکل ظاہر ہے کہ تہذیبی امور میں اکثریت کے افراد فطری طور پر اپنے مذہب کے عقائد و روایات کو ترجیح دیں گے۔ خاص کر اس لئے کہ ریاست کی خارجہ پالیسی ہمارے ملک میں جو بھی اعلان کی گئی ہو، مگر سماج کے اندر تہذیبی سطح پر ملک کی غالب اکثریت ایک خاص مذہب کی ماننے والی ہے۔ اس کے علاوہ اگر بحث کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ کم از کم ریاست اپنے سرکاری اداروں میں اپنی نامذہبی پالیسی ہی پر عمل کرے گی۔ تب بھی یہ حقیقت اپنی جگہ پر رہے گی کہ تہذیبی اقلیتوں کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اپنے مذہبی عقائد و روایات کے مطابق دینے کا موقع نہیں ملتا ایسی حالت میں سیکولرزم کا مطلب غیر جانب داری نہیں مذہب دشمنی ہوگا۔ صاف بات ہے کہ جب نئی نسلوں کی تعلیم ہی کسی مذہب سے بیگانہ ہو کر ہوگی، تو پھر اس مذہب کا مستقبل کیا ہوگا؟ واقعہ ہے کہ اس طرح کے مغالطے اور فریب دہی کے سبب سیکولرزم کے متعلق بڑے شبہات اور اس کی طرف سے خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔

اس صورت حال میں ہندوستان میں مسلمان بچوں

کی تعلیم کے متعلق حسب ذیل پیچیدگیاں اور دشواریاں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ مسلمان بچوں کو سرکاری تعلیم گاہوں اور جبری سیکولر تعلیم سے محفوظ رکھنا۔

۲۔ سرکاری تعلیم گاہوں میں مناسب اور ضروری اصلاح کرانا۔

۳۔ اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر ابتدائی تعلیم کی درسگاہیں قائم کرنا۔

۴۔ مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کرنا۔

ان چار نکات میں پہلے کا تعلق زیادہ تر سیاسی دائرے سے ہے۔ اس لئے کہ مسلمان بچوں کو سیکولر تعلیم سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت وقت کے اندازِ فکر اور طریق عمل کی اصلاح کرنی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لئے سیاسی جدوجہد کرنی ہوگی۔ جب تک اصحابِ اقتدار پر رائے عامہ کا موثر دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔ وہ محض دلیل اور حجت سے ماننے والے نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک طرف رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے دلائل پیش کرنے ہوں گے تو دوسری طرف سیاسی جدوجہد پُرامن سنجیدہ اور تعمیری انداز میں کرنی ہوگی تاکہ واقعی اہلِ اقتدار ایک اخلاقی دباؤ محسوس کریں بجائے اس کے کہ غیر ذمہ دارانہ سیاسی ہتھکنڈوں کے استعمال میں ایک بے نتیجہ بلکہ نقصان دہ تصادم کی نوبت آجائے ہمارا ملک بہرحال ایک آئینی جمہوریہ ہے۔ اور ہمارے لئے حکومت کو راہِ راست پر لانے اور رکھنے کے لئے آئینی و جمہوری راستے کھلے ہیں۔ جن میں آخری اور موثر ترین راستہ انتخاب کے موقع پر سبق سکھانے کا ہے۔

دوسرا نکتہ بھی سیاست سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی صاف کر لینی چاہیئے کہ سرکاری تعلیم گاہوں کے متعلق ہمارے رویہ کے سلسلے میں پہلے اور دوسرے نکتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے کہ ہماری بہترین کوششوں کے باوجود بہرحال ہمارے بچوں کی ایک خاصی تعداد سرکاری درس گاہوں میں داخل ہوگی۔ بلکہ ہو رہی ہے ایسی حالت میں ہم سرکاری درس گاہوں سے بالکل بے اعتنائی بھی نہیں برت سکتے۔ ہمیں ان کی درسیات اور طریق تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینی ہی ہوگی۔ جو امور سرکاری درسگاہوں میں بہت زیادہ اصلاح کے محتاج ہیں وہ یہ ہیں۔

(الف) نصاب کی تمام کتابوں سے اس مواد کا اخراج جو ہمارے عقائد، روایات اقدار کے خلاف پڑتا ہے،

(ب) درس گاہوں کے اندر مختلف قومی مذہبی تہواروں کے مواقع پر ہمارے نقطۂ نظر سے جو قابل اعتراض امور انجام دیئے جاتے ہیں اُن کا خاتمہ،

(ج) اردو بولنے والے علاقوں میں ہمارے بچوں کے لئے خاصتہً اردو ذریعہ تعلیم اور اردو ذریعہ امتحان کا مکمل اور تسلی بخش انتظام، نیز اس مقصد کے لئے اردو میں تمام مضامین کی معیاری درسی کتابوں کی اشاعت،

(د) مسلم بچوں کے لئے ان کے دین اور مذہب کے بنیادی عقائد و اصول کی تعلیم کا اطمینان بخش بندوبست،

تیسرا نکتہ ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ حل کرنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے لیکن یہ حل وہ ہے جس کی فکر اور انتظام مسلمانوں کو صرف اپنے ذرائع و وسائل سے کرنا ہے۔ اس معاملے میں حکومت اور سیاست کا دخل بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ اگر کسی وقت بھی اصحاب اقتدار پرائیویٹ اسکولوں کو ختم کرنا چاہیں تو انہیں اس غلط حرکت سے

باز رکھا جائے، مگر اس امر کے لئے پہلا نکتہ سیاسی جد و جہد کا ہمارے سامنے ہے۔ لہٰذا اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر ابتدائی تعلیم کی درسگاہوں کا قیام و انتظام ہمیں ہر قسم کی سیاست سے بالکل الگ رہ کر اور تعلیم و تربیت کے لئے یکسو ہو کر کرنا ہے۔ اس معاملے میں حسب ذیل امور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(الف) پرائیویٹ اسکولوں کے قیام میں ہمارا مقابلہ مسیحی مشنریوں کے علاوہ بلکہ اب ان سے زیادہ غیر مسلموں کے دوسرے ان اسکولوں سے ہے جو آج کاروباری سطح پر خاصی تعداد میں اور کافی اہتمام کے ساتھ تیزی سے قائم ہو رہے ہیں چنانچہ مسلم والدین اور سرپرستوں کی بہت بڑی تعداد اپنے بچوں کو بالعموم انہی غیر مسلم اداروں میں بھیجنا پسند کرتی ہے اور ان کے مقابلے میں مسلم اداروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے آج دنیا میں جو تمدنی ترقیات ہو رہی ہیں اور ان کے نتیجے میں دوسرے اداروں کے ساتھ تعلیم گاہوں میں بھی اہتمام و انتظام کا جو معیار و انداز بنتا جا رہا ہے اس کو جو لوگ اختیار کر رہے ہیں فطری طور پر انہی کی طرف، مذہب و ملت کے امتیاز کے بغیر، لوگوں کا عام میلان ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی دور حاضر کی تمدنی ترقیات کی جھلک اپنی تعلیم گاہوں میں لانی ہے۔ ان تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کرنا ہے جنہیں دوسرے کام میں لا رہے ہیں اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ کیا جانا چاہئے۔

(الف) اسکول کی عمارت معقول ہو جس میں تعلیم کیساتھ کھیل کود کی بھی گنجائش ہو نشست و برخاست کا انتظام جدید انداز کا ہو۔

(ب) تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جدید تجربات کئے گئے ہیں ان کی تنقید و تحقیق کر کے ان کے اچھے پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(ج) درسیات میں قدیم و جدید کے درمیان ایک معقول توازن کرتے ہوئے دینیات و اخلاقیات کے ساتھ ساتھ عام اور تازہ ترین علوم کو بھی مناسب جگہ دی جائے۔ تاکہ ہمارے بچے ہماری ابتدائی درسگاہوں سے فارغ ہو کر جب ثانوی اور اعلیٰ سطح پر عام درسگاہوں میں جائیں تو تعلیمی و علمی کمالات میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

(د) معلمین کے تقرر میں ایک طرف اعلیٰ ترین معیار کو مدِ نظر رکھا جائے تو دوسری طرف انہیں معقول ترین تنخواہیں بھی دی جائیں، تاکہ اہل اور کارگزار معلمین دلجمعی اور یکسوئی کیساتھ اپنے فرائض انجام دیں

چوتھا اور آخری نکتہ ایک خصوصیت رکھتا ہے اول تو یہ کہ قدرت نے خاندانی نظام کی تربیت اور تہذیب ان کی صحیح خطوط پر ترقی کے لئے مرد اور عورت کے درمیان جو حیاتیاتی اور نفسیاتی فرق رکھا ہے اس کی رعایت نظام تعلیم و تربیت میں ابتدا ہی سے کی جانی چاہئے تاکہ اٹھان غلط نہ ہو۔ دوم یہ کہ آج مخلوط تعلیم کی جو گرم بازاری ہے اور اس کے نتیجے میں جو مہلک ترین معاشرتی الجھنیں پیدا ہو رہی اور بڑھ رہی ہیں ان سے مسلم سماج کو محفوظ رکھنے نیز اس ملک کے سامنے ایک معاشرتی نمونہ پیش کرنے کے لئے بعید ضروری ہے کہ مسلمان بچیوں کی بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت کا، بچوں سے علاحدہ اور مختلف، خصوصی اہتمام کیا جائے تاکہ ہماری بچیاں ابتدائے عمر سے اور اپنے ذہنی نشو و نما کے سب سے اثر پذیر دور میں ہی سماج کے اندر اپنے خاص مقام کا شعور حاصل کریں اور ان کی عادتیں مستقبل کی خاندانی ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل بن جائیں۔

(بقیہ صفحہ ۴ کا)

چھوڑ گئے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سلور جوبلی

بچوں کا اجتماع

مرتب
محمد سلیمان
قاسمی
فرخ آبادی

درس گاہ جماعت اسلامی ہند کی سلور جوبلی کا ایک اہم پروگرام "بچوں کا اجتماع" تھا جو بتاریخ ۱۵ دسمبر بروز اتوار بوقت ۹ بجے شب درس گاہ کے بورڈنگ واقع گھیر سیف الدین خاں رام پور میں شروع ہوا۔ سب سے پہلے صدر جناب محمد قاسم علی صاحب بدایونی اور سکریٹری جناب عرفان الرحمٰن صاحب حیدرآبادی نے اپنی اپنی کرسیاں سنبھالیں۔ پنڈال مختلف قسم کی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ دائیں جانب درس گاہ کے بچے اور میدان کے پیچھے خواتین کیلئے پردہ، سامنے حاضرین اور بائیں جانب معززین اور مہمانانِ کرام نظر آرہے تھے۔

سکریٹری صاحب نے مائک پر آکر خطبہ مسنونہ پڑھا اور کہا، سامعین کرام! ہمارے اس پروگرام کا آغاز کلام اللہ شریف کی تلاوت سے ہوگا۔ قاری محمد ایوب صاحب تشریف لائیں اور تلاوت کلام پاک سے لوگوں کے دلوں کو گرمائیں۔ محمد ایوب صاحب بنارسی درجہ ششم آئے اور الحن داؤدی میں چند آیتیں تلاوت کیں۔ جس سے آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور حاصل ہوا۔ قاری صاحب کے ہٹتے ہی سکریٹری صاحب نے مائک پر آکر کہا اب میں اپنی جمعیت کے محترم صدر جناب محمد قاسم صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ خطبۂ صدارت پیش فرمائیں۔ صدر صاحب نے انتہائی شستہ زبان اور متعین انداز میں خطبۂ صدارت پیش فرمایا اور حاضرین ہمہ تن گوش ہوکر سنتے رہے۔ صدر صاحب نے جوں ہی اپنی تقریر ختم کی، سکریٹری صاحب نے فوراً مائک پر آکر کہا ایک بار پھر کلام باری تعالیٰ سے دلوں کو منور اور دماغوں کو روشن فرمایئے۔ قاری محمد وسیم صاحب رام پوری آئیں اور تلاوت فرمائیں۔ وسیم صاحب آئے اور کلام الٰہی سے فضا کو معطر کرکے چلے گئے۔ تلاوت کے بعد نعت نبی کریم سماعت فرمایئے، سکریٹری صاحب بولے جناب خالد احمد صاحب بکھیم پوری درجہ ششم اور جناب راشد احمد صاحب لکھیم پوری درجہ پنجم آئے اور کانوں میں رس گھول کر چلے گئے۔

دل میں جو محبت ہے سرکارِ دو عالم کی
بخشی ہوئی دولت ہے سرکارِ دو عالم کی
قرآن کا آئینہ انوار کا گنجینہ
سیرت ہے تو سیرت ہے سرکار دو عالم کی

مائک سے صدا بلند ہوئی جناب منصور احمد صاحب دوم الف سے ایک سبق آموز کہانی ملاحظہ فرمایئے! منصور صاحب آئے اور چور کے گھر چوری کے عنوان سے ایک مزیدار مگر نصیحت آمیز کہانی سنائی، سب کو بڑا مزہ آیا۔

اس کے بعد سکریٹری صاحب نے اعلان کیا۔ درجہ دوم الف کے تین ننھے ساتھی سرود نغمہ کا مظاہرہ کرنے آرہے ہیں جناب شکیل احمد صاحب اور ان کے ساتھی امتیاز احمد اعظمی، نواب علی رام پوری آئیں اور نظم سنائیں۔

تینوں پھول آئے اور اپنی نظم سے پوری فضا کو نغمگیں بنا کر چلے گئے۔

وہ بچوں کے شفیق غریبوں کے حامی
رہی جن کو محبوب شیریں کلامی
زمانے کی رہبر وہ ذات گرامی
رہیں گے نگاہوں کے تارے محمدؐ

اس کے بعد چند ننھے منے بچوں نے نمبروار پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں پیش کیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ گلفام درجہ ششم، محمد نعمان خاں درجہ سوم ب، اس کے بعد مائک گونجا ہنسنے ہنسانے کا پیارہ محفل کو قہقہہ زار بنانے امتیاز الحق عظیم آبادی درجہ دوم آرہے ہیں۔ امتیاز صاحب آئے اور واقعی محفل کو قہقہہ زار بناکر چلے گئے۔

ایک بار پھر سکریٹری صاحب کی آواز گونجی اب آپکے سامنے ہماری بزم کے مایہ ناز مقرر جناب صدیق ظفر صاحب آرہے ہیں آپ تاریخ اسلام کے بطل جلیل، مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔ صدیق ظفر دربھنگوی درجۂ پنجم آئے اور خطابت کا بہترین مظاہرہ کرکے چلے گئے۔ اس کے بعد اعلان ہوا درجۂ دوم ب کے ننھے پھول اپنی نظم سنانے اور محفل کو نغمگین بنانے آرہے ہیں خلیق الزماں صاحب اور ان کے ساتھی امان اللہ صاحب اور آصف صاحب تینوں بچے آئے اور معصومانہ لہجے میں ایک معصومانہ نظم سُنائی۔

زندگی کے اندھیرے مٹائیں گے ہم پھر شمع اسلام کی لو بڑھائیں گے ہم
ہر برائی سے دامن بچائیں گے ہم پھر رب کے احکام سب کو سنائیں گے ہم

مائک پھر گونجا، لطیفوں سے لطف اُٹھائیے! جناب محمد اسمٰعیل صاحب رامپوری درجہ الف آئیں اور لطیفے پیش فرمائیں۔ اسمٰعیل صاحب آئے اور محفل کو لطف اندوز کرکے چلے گئے۔ اور پھر صدا بلند ہوئی۔ سرکاری زبان ہندی میں پیغام حق سُنانے جناب شاہد پرویز صاحب درجہ چہارم الف آرہے ہیں۔ شاہد صاحب آئے اور ہندی میں پیغام حق سناکر اور خطابت کا مظاہرہ کرکے چلے گئے۔ اس کے بعد سکریٹری صاحب نے قیصر عارف درجہ اول ب اور ان کے ساتھی ظہیر علی اول ب، نزہت علی اور مشکور احمد دوم الف کو بُلایا۔ تینوں بچے آئے اور معصوم انداز میں نظم سُنائی۔ اس کے بعد مائک گونجا جناب مسرور احمد صاحب اول الف سے لطیفے اور لُطف اٹھایئے! مسرور صاحب آئے لطیفے پیش کئے اور فضا میں لطف بکھیر کر چلے گئے۔ سکریٹری صاحب گویا ہوئے اور اب آپ کے سامنے عمیر منظور صاحب شمسی تشریف لارہے ہیں۔ آپ تاریخ اسلام کی بہادر خاتون حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے۔ عمیر منظور صاحب اسٹیج پر نمایاں ہوئے اور اپنے مخصوص انداز میں خطابت کے جوہر دکھاکر چلے گئے۔ اعلان ہوا ایک بار لطیفوں سے پھر لُطف اُٹھایئے جناب مظفر الدین صاحب اول الف تشریف لائیں۔ مظفر صاحب آئے اور لطیفے سُناکر چلے گئے۔ اس کے بعد اسٹیج سے صدا بلند ہوئی بین الاقوامی زبان انگریزی میں تقریر کرنے جناب کلیم احمد صاحب کلکتوی تشریف لارہے ہیں۔ کلیم صاحب آئے اور انگریزی تقریر کا مظاہرہ کیا اس کے بعد سکریٹری صاحب نے اعلان کیا خدا پرستی تمام مسائل کا حل ہے۔ اس موضوع پر تقریر فرمانے جناب فضیل اقدس صاحب تشریف لارہے ہیں۔ فضیل صاحب آئے اور اپنے مخصوص انداز میں خطابت کا مظاہرہ کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ آج کے تمام مسائل کا حل خدا پرستی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔

فضیل صاحب کے خاموش ہوتے ہی صدر صاحب اپنی کرسی سے اُٹھے اور مائک پر آکر بولے۔ اب آپکے سامنے خود ہمارے سکریٹری صاحب آرہے ہیں۔ آپ کلام ربانی کی عظمت کی زبان میں تقریر فرمائیں گے۔ چنانچہ عرفان الرحمٰن صاحب

حیدرآبادی مائک پرآئے اور عربی زبان اور عربی لہجے میں تقریر فرمائی۔ پھر آپ نے اعلان کیا۔ اب ایک مزاحیہ ڈرامہ "راشن کی دوکان" اسٹیج ہوگا اور سامعین کے دل خوشی سے بھر گئے۔ ڈرامہ اسٹیج ہوا اور لوگ ہمہ تن گوش ہوکر ہنستے رہے سراپا چشم ہوکر دیکھتے رہے اور دل ہی دل میں داد دیتے رہے۔

ڈرامہ کے بعد اعلان ہوا بارگاہِ خداوندی میں دعا ترانہ پیش کرنے جناب خصال عمر صاحب اور ان کے ساتھی آرہے ہیں۔ آصف رہنا پنجم ب، محمد اسلم ششم الف، دلشاد احمد سوم ب، طارق میاں چہارم ب۔ یہ سب بچے اسٹیج پر نمایاں ہوئے اور بچکانہ بلکہ معصومانہ لہجے میں ترانہ پیش کیا ترانہ کے بعد احتشام الحق صاحب کو پکارا گیا احتشام صاحب آئے اور اپنے مخصوص انداز میں خطابت کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے بتایا کہ صوفیائے کرام نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کے بعد اقبال احمد صاحب کلکتوی اسٹیج پر آئے اور انگریزی لہجے میں انگریزی تقریر فرمائی آپ کے بعد مائک سے آواز آئی ایک ترانہ سماعت فرمائیے محمد عزیز صاحب درجہ ہفتم عتیق الرحمٰن صاحب ششم ب کلیم احمد صاحب ششم الف اور نجمی سہیل صاحب درجہ ہفتم ریاض عمر صاحب پنجم الف اسٹیج پر نمایاں ہوئے اور بہترین طرز میں ترانہ سنایا۔ پوری فضا سرود نغمہ سے نغمگین ہو گئی۔ اس کے بعد سکریٹری صاحب نے کہا ساری زبانیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ہم ہر زبان میں پیامِ حق سنائیں گے ہندی زبان میں تقریر کرنے جناب ضیاء الخالق صاحب درجہ ششم آرہے ہیں آپ کے بعد ہندی ہی میں ایک نظم منصور عالم صاحب ہفتم محمد ایوب صاحب ششم ب اور محسن خاں صاحب ششم الف نے سنائی۔

نظم کے بعد سائنس کے موضوع پر تقریر کرنے جناب سعید الرحمٰن صاحب نکھیم پوری درجہ ہفتم تشریف لائے اور بہترین یادداشت کا مظاہرہ کیا۔ اس مفید مگر خشک تقریر کے بعد سکریٹری صاحب نے کہا۔ حضرات! ایک غزل سماعت فرمائیے۔ سعید الرحمٰن سوم الف فضل نعیم سوم ب، خالد سیف اللہ سوم الف۔ نوید اکبر سوم ب، نمایاں ہوئے اور غزل سنائی۔

غزل کے بعد سکریٹری صاحب نے کہا۔ کلام اللہ کی زبان میں ایک تقریر سماعت فرمائیے چنانچہ اجمل خاں بلند شہری آئے اور عربی لباس میں آئے۔ عربی زبان اور عربی لہجے میں تقریر کی اور لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ پھر اعلان ہوا۔ ہندی زبان میں ایک نظم سماعت فرمائیے شکیل احمد پنجم ب، خورشید اکرام ششم الف فیروز شاہ ششم الف نمایاں ہوئے اور ایک نظم سنائی۔ اس کے بعد سنجیدہ ڈرامہ "عزائم" اسٹیج ہوا اور اس کے بعد اجتماع برخاست ہوگیا۔ ★★

صفحہ ۱۷ کا بقیہ مضمون

دو باتیں پھر یاد دلادوں۔ ایک تو یہ کہ خود مسلمان رہنے اور اپنے بچوں کو مسلمان رکھنے کا فیصلہ ہمارا اپنا فیصلہ ہے اسکے لئے جدوجہد ہمیں خود کرنا ہوگی عملی خاکہ بنائیے اور کام شروع کر دیجئے۔ تنہا سہی لیکن اگر سچی لگن ہے تو آپ جلدی اپنا حلقہ بنالیں گے۔ دوسرے سوچنے کا ڈھنگ بدلئے، شکایتیں کرنا اور حکومت یا ماحول کا رونا رونے سے کام نہیں چلے گا جو سہولتیں فراہم ہیں اُن سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش یہ کیجئے کہ آپ کی نئی نسل شعوری اسلام کی حامل ہو نسلی اور رواجی اسلام کی نہیں۔ مقصد واضح رہے۔ ضرورت ہے کام کرنے کی۔ کہیئے کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟

★★

بچوں کا آل انڈیا مشاعرہ

سلور جوبلی

ابوالمجاہد زاہد (استاد درسگاہ)

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند کے تصورات و نظریات اس کی تعلیمی سرگرمیوں اور طلبا کی غیر نصابی مصروفیات سے متعارف کرانے کے لئے ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ ایک تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے جس میں کئی مفید پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔

"بچوں کا مشاعرہ" بھی تعلیمی ہفتہ کا ایک دلچسپ پروگرام ہوتا ہے۔ بچوں کی شخصیت کو سنوارنے، ان کی صلاحیتوں کو بہتر سانچوں میں ڈھالنے اور ان کی ذہنی تربیت کے لئے شعر و ادب بھی ایک کارآمد اور موثر ذریعہ ہے۔ مرکزی درسگاہ جہاں تعلیم و تربیت کے سلسلے میں دوسرے تمام مفید ذرائع سے کام لیتی ہے وہیں بچوں کی ساخت و پرداخت اور ان میں مناسب شعور کی نشو و نما کے لئے شعر و ادب کی افادیت کو بھی نظر میں رکھتی ہے۔

"بچوں کا مشاعرہ" کے لئے بچوں کی ذہنی و جذباتی پسند اور ان کی مخصوص جبلتوں کا خیال رکھتے ہوئے ایسی نظموں اور غزلوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو ان کی زندگی پر اچھا اثر ڈال سکیں اور ان کے ذوق سلیم کی تربیت کر سکیں۔

اس سال ۲۴؍ دسمبر ۱۹۷۴ء کو دارالاقامہ کے کشادہ صحن میں بچوں کی بزم مشاعرہ منعقد ہوئی۔ اس مشاعرہ میں صدارت کا منصب راشد عدیل لکھیم پوری متعلم درجہ پنجم ب، کو سونپا گیا اور اناؤنسر کے فرائض محمد قاسم بدایونی متعلم درجہ ہفتم نے انجام دیئے۔

بجلی کے بڑے بڑے قمقموں اور ٹیوب لائیٹس سے جگمگاتی ہوئی مشاعرہ، طلبا و طلبات کے سرپرستوں، معزز شہریوں اور بیرونی مہمانوں سے بھری ہوئی تھی خواتین بھی بڑی تعداد میں آئی تھیں جن کی نشستوں کا معقول انتظام کیا گیا تھا، مشاعرہ کے جج صاحبان اپنی اپنی کرسیوں پر رونق افروز تھے، ڈائس پر دو مائکروفون نصب تھے ایک اناؤنسر کے لئے، دوسرا شعرا کیلئے۔ تیس منٹ کے بیت بازی کے نمائشی مقابلے کے بعد ٹھیک ۸ بجے شاعرے کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ مائک سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی "حضرات! بچوں کا مشاعرہ شروع ہونے جا رہا ہے، ملک کے مختلف حصوں کے رہنے والے طلبا اس مشاعرہ میں حصہ لے رہے ہیں، مجھے امید ہے کہ درس گاہ کے تمام طلبا، ہمارے بزرگ اور معزز مہمان سکون اور دلچسپی کے ساتھ مشاعرہ کی کارروائی سماعت فرما کر ہم بچوں کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ میں سب سے پہلے جناب محمد ایوب بناری (ششم ب) کو زحمت دوں گا کہ وہ نمونہ حمد سے اس مشاعرے کا آغاز فرمائیں۔

ایوب بناری مائک کے سامنے آگئے، صدر مشاعرہ

سے اجازت طلب کی اور اپنے مخصوص ترنم میں اللہ کی حمد و ستائش کا ترانہ چھیڑ دیا۔

دنیا کا ذرہ ذرہ اس کی نگاہ میں ہے
دراصل ساری دنیا رب کی پناہ میں ہے
بندوں کے ہر عمل کو اللہ دیکھتا ہے
ہر ایک کام بچو! اللہ دیکھتا ہے

سلیم احمد رامپوری (پنجم ب) نے بھی نکھرے ہوئے ترنم میں ایک حمد پیش کی ؂

مالک کی ہے شان نرالی دنیا کا عقبیٰ کا والی
غنچہ غنچہ ڈالی ڈالی گلشن گلشن کا ہے مالی
وہ ہے سب کا پالنہارا کرتا ہے جگ کی رکھوالی
اس کے در سے کوئی سائل کب پھر کر آتا ہے خالی
اس کے آگے حاجت والو! اپنی جھولی کو پھیلاؤ
مالک کے گن گاؤ پیارے، مالک کے گن گاؤ

سلیم احمد کے بعد محمد وسیم رام پوری (پنجم ب) نے بارگاہ رسالت مآب میں ہدیۂ نعت پیش کیا ؂

زمانے میں پھیلی ہوئی تھی برائی ؛ ہمارے نبی نے وہ آکر مٹائی

محمد وسیم بارگاہ رسالت مآب میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے بعد اپنی جگہ واپس گئے اور مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری ؂

تہذیب احمد تشریف لائیں ؛ نعت نبی کا نغمہ سنائیں

اور تہذیب احمد رامپوری (چہارم ب) نے ایک خوبصورت نعت دلکش ترنم میں پیش کی ؂

حق نے مرتبہ بخشا جن کو مصطفائی کا
پیرہن تھا کمبل کا فرش تھا چٹائی کا
کیوں نہ ہم کہیں ان کو ہوں کملی والے آقا پر
شیفتہ ہے جب، حق بھی ان کی خوش ادائی کا

صف سامعین سے "سبحان اللہ" اور "صل علیٰ" کی آوازیں بلند ہوئیں اور یہ ایمان افروز نعت پوری توجہ کے ساتھ سُنی گئی۔ تہذیب احمد کے بعد درجۂ اول کے ایک طالب علم ہمایوں وحید رام پوری نے ایک نظم پیش کی ؂

ایک دو تین دیکھو بھیا فضل دین
دو تین چار یہ ہے دلی کا بازار

اور آخری شعر تھا ؂

آٹھ نو دس ورنہ آجائے گی بس

ہمایوں وحید کے بعد محمد شمان رامپوری (دوم الف) نے ایک نظم "ہم نے ایک دن سرکس دیکھا" تحت اللفظ دلچسپ انداز میں پیش کی ؂

ہم نے اک دن سرکس دیکھا ؛ خوب رہا دلچسپ تماشہ
دیکھے اس کھیل کے اندر ؛ گھوڑے ہاتھی بھالو بندر
بھالو آئے بندر آئے ؛ کرتب اپنے سب نے دکھائے
سائکل اک بھالو نے چلائی ؛ بات نئی یہ کرکے دکھائی

محمد شمان نظم سُنا کر ہٹے ہی تھے کہ منتظم بزم کی آواز بلند ہوئی ؂

گذارش ہے سلمان محمود آئیں ؛ کوئی نظم اچھی سی ہم کو سُنائیں

اور سلمان محمود شمسی رامپوری (اول ج) نے ایک اچھی سی نظم "میاؤں میاؤں" سُنا طلباء کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

ایک طرف سے چوہیا آئی
ایک طرف سے دودھ ملائی
یہ بھی کھاؤں، وہ بھی کھاؤں
میاؤں میاں، میاؤں میاؤں
مرغی کے بچے ہیں کتنے پیارے
لیکن مرغی ٹھونگ نہ مارے
ان پہ کدھ سے تاک لگاؤں

میاؤں میاؤں، میاؤں میاؤں

نظم کافی پسند کی گئی اور سلمان محمود مناسب داد لینے کے بعد اپنی جگہ واپس آئے، اس کے بعد محمد ریحان رامپوری (چہارم الف) نے ایک اصلاحی نظم "ہے سب سے نیک عادت پہلے سلام کرنا" پیش کی ؂

جب کوئی بچ کے جائے   تم سے نظر چرائے
تم خود سلام کر لو   یہ نیک کام کر لو

محمد ریحان کے سعود اختر رامپوری (چہارم ب) نے ایک پاکیزہ نظم "چلا جا رہا ہے نبی کا صحابی" دل نشیں انداز میں پیش کی ؂

کہیں ٹھہر جائے تو منزل صدا دے
اگر چل پڑے تو زمانہ دعا دے
زمیں پر قدم ہیں فلک پر ارادے
چلا جا رہا ہے نبی کا صحابیؓ

محمد عاصم بدایونی (پنجم الف) نے ایک دلچسپ نظم "ٹیڈی لوائے" پیش کی اور خوب داد حاصل کی ؂

اک لڑکا ہے مسٹر ٹیڈی
تنگ ہیں جس سے اس کے ڈیڈی
دن بھر پھرتا ہے آوارہ
کرتا ہے سڑکوں کا نظارہ
ہے اس کی پتلون کچھ ایسی
چست ہے جو ساری کی ساری
تم کو خدا ایسا نہ بنائے
تم مت بننا ٹیڈی لوائے

محمد عاصم نظم سنا کر مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ نقیب شاعرہ کی آواز بلند ہوئی ؂

"لے کے اک رنگینیٔ فکر و خیال
آ رہے ہیں حضرت دانش جمال"

دانش جمال شمسی رامپوری ناظم العلما مائک کے سامنے آ گئے اور ایک مزاحیہ غزل پیش کی ؂

نکلتے ہیں تو کچھ اس شان سے مسٹر نکلتے ہیں
کہ جیسے گڈیوں میں تاش کی جوکر نکلتے ہیں
ارے یہ بھی کوئی تہذیب ہی تہذیب ہے یارو
کہ وہ بازار میں پہنے ہوئے نیکر نکلتے ہیں
نہ چین آتا ہے کمرے میں نہ باہر چار پائی پر
کہیں کھٹمل نکلتے ہیں کہیں مچھر نکلتے ہیں
کوئی کالا کوئی پیلا کوئی اجلا کوئی نیلا
مرے گھر کیسے کیسے مرغیوں کے پر نکلتے ہیں

دانش جمال کے لہجے میں بڑی مٹھاس ہے نظم بھی دلچسپ تھی اس لیے خوب خوب داد سے نوازا گیا۔ دانش جمال کے بعد آفتاب ضمیر احمد شمسی رام پوری (سوم الف) کو پکارا گیا اور انھوں نے مائک کے سامنے آ کر خالص شاعرانہ انداز میں ایک دلچسپ مزاحیہ نظم "چوہے کا چوہا" پیش کی ؂

چوہے نے بلی کے ڈر سے   جا کے کہا اک جادوگر سے
"بلی کا ڈر نکلے دل سے   ورنہ کیسے نکلوں بل سے"
جادوگر کو رحم جو آیا   جادو کر کے بلی بنایا
"بولا پھر وہ بلی بن کر   مجھ کو اب ہے کتوں کا ڈر"
کتا بن کر چوہا بولا   کھا جائے گا مجھ کو چیتا
بولا پھر وہ چیتا بن کر   اب تو ڈر ہے اس سے بڑھ کر
مجھ کو اپنی جان ہے پیاری   کب چھوڑے گا مجھے شکاری"
جادوگر کو غصہ آیا   چوہا اس کو پھر سے بنایا
بولا "کب اس قابل تو ہے   چوہا رہ اے بزدل چوہے"

"یہ تھے جناب ضمیر احمد شمسی"۔ مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری "اور اب ندیم احمد رام پوری (چہارم ب) کو زحمت سخن سرائی

دی جا رہی ہے۔" ندیم احمد نے مائک کے سامنے اگر سامعہ نواز ترنم میں ایک تعمیری اور مقصدی نظم پیش کی نظم کا ہر بند پسند کیا گیا۔ کہتے ہیں ؎

ایسی خوشبو جو مہکے سارا چمن
شمع ایسی جو جگمگائے وطن

رب کا پیغام سب کو سناتے چلو
اے مرے ساتھیو! اے مرے دوستو

"بچوں کا یہ مشاعرہ درس گاہ جماعت اسلامی کے بورڈنگ ہاؤس سے نشر ہو رہا ہے"، مائک سے معتمد کی کی آواز ابھری" ابھی ابھی آپ ندیم احمد صاحب سے ولولہ انگیز نظم سماعت فرما رہے تھے اور اب جناب وضاحت اللہ صاحب آپ کی باری ہے مائک کے سامنے تشریف لائیے"

وضاحت اللہ رام پوری (پنجم الف) مائک کے سامنے آگئے اور دلکش ترنم میں ایک مقصدی نظم "ستارے" پیش کی، نظم بچے اور ماں کے مکالمے پر مشتمل ہے نظم کے آخری بند میں ماں بچے سے کہتی ہے ؎

ہاں علم کے آکاش پہ پہنچو گے اگر تم
واں پاؤ گے لاکھوں ہی چمکتے ہوئے تارے
بس علم کے آکاش کتابوں کے ورق ہیں
الفاظ سب ان کے ہیں چمکتے ہوئے تارے

وضاحت اللہ صاحب شاعرانہ انداز میں تحصیلِ علم کی ترغیب دے کر اپنی جگہ واپس گئے اور منظور الحسن رام پوری (چہارم ب) مائک کے سامنے آگئے۔ منظور الحسن نے بڑے سلیقے کے ساتھ ایک مزاحیہ غزل پیش کی۔ کہتے ہیں ؎

کیوں کا ئیں کا ئیں بولوں کہ کوا نہیں ہوں میں
بچہ ہوں آدمی کا، پرندا نہیں ہوں میں
کرتا ہوں ایک وقت میں بس کام ایک ہی
روتا ہوں منہ بنا کے کہ گانا نہیں ہوں میں

امی گرج گرج کے برستیں نہ اس طرح
افسوس تو یہی ہے کہ آیا نہیں ہوں میں

سات اشعار کی یہ چٹپٹی غزل مزے لے لے کر سنی گئی اور منظور الحسن کو مناسب داد سے نوازا گیا۔ منظور الحسن مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی۔

"سنائیں کوئی نعت خیر البشر"
"گذارش ہے آئیں خصال عمر"

خصال عمر سہارنپوری (ششم ب) اپنی ٹوپی سنبھالتے ہوئے مائک کے سامنے آ گئے اور زائر حرم حمید صدیقی مرحوم کی، درد میں ڈوبی ہوئی لے، اور پرسوز لہجے میں اپنی ایمان افروز نعت کا مطلع پیش کیا، مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا اور خصال عمر کے روح پرور بول فضا میں لہرانے لگے۔

کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے، کچھ کفر نے فتنے پھیلائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی انسان سے انساں ٹکرائے

پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم و ستم حد سے گذرے تشریف محمد لے آئے

اے نام محمد صل علی ماہر کے لئے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

خصال عمر کا نغمۂ نعت پوری توجہ اور ادب و احترام کے ساتھ سنا گیا وہ مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ معتمد بزم کا ایک شعر سماعت سے ٹکرایا ؎

"خود پٹھان اور ان کا لہجہ بھی پٹھان
آرہے ہیں حضرت نعمان خان"

محمد نعمان خان فرخ آبادی (سوم ب) بڑی شان بے نیازی سے مائک کے سامنے آئے۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور بڑی خود اعتمادی کے ساتھ پرشکستہ لہجے میں ایک مقصدی نظم

پیش کی ؎

اگر چاہتے ہو کہیں سب بھلا　　اگر چاہتے ہو کہ خوش ہو خدا
تو پھر اپنے ابّو کی خدمت کرو　　تو پھر اپنے ابّو کی عزت کرو
کہ ابّو کی خدمت میں ہے بہتری　　کہ ان کی خوشی ہے خدا کی خوشی
اگر چاہتے ہو کہ عزت ملے　　اگر چاہتے ہو کہ جنّت ملے
تو پھر اپنی امّی کی عزت کرو　　تو پھر اپنی امّی کی خدمت کرو
کہ عزت ہے امی کے قدموں تلے　　کہ جنت ہے امّی کے قدموں تلے

محمد نعمان خاں والدین کی خدمت و اطاعت اور ان کی عزت و تکریم کا درس دے کر اور سامعین سے خراجِ تحسین وصول کر کے اپنی جگہ واپس گئے اور اناؤنسر نے سالم محمود شمسی رام پوری (چہارم ب) کو سخن سرائی کی دعوت دی سالم محمود بڑی آن بان کے ساتھ مائک کے سامنے آئے۔ حاضرین پر طائرانہ نظر ڈالی، ذرا کھنکارے، ٹوپی کا زاویہ درست کیا اور صدر مشاعرہ سے اجازت لے کر بولے کہ ایک نظم پیش کیا رہا ہوں جس کا عنوان ہے "پٹنے کے بعد" سالم محمود نے دل نشین انداز میں اپنی نظم پیش کی۔ جو ہنس ہنس کر سُنی گئی۔ ایک بند ملاحظہ فرمایئے۔ کہتے ہیں ؎

یہ چھوٹا بھی ہونا بڑی ہے مصیبت
نہ کچھ زور اپنا نہ کچھ اپنی وقعت
سہو دھونس سب کی کرو سب کی خدمت
بہت خوش ہوئے جب تو شاباش دیدی

اہی ہی اہی ہی اہی ہی ہی ہی ہی

کافی داد وصول کرنے کے بعد سالم محمود اپنی جگہ واپس گئے اور سلمان اسد رامپوری (اول ج) مسکراتے ہوئے مائک کے سامنے آگئے اور شاعرانہ انداز میں ایک دلچسپ نظم "مداری" پیش کی، جسے قہقہوں کی گونج میں سُنا گیا کہتے ہیں ؎

ڈگ ڈگ بجا کر بولا مداری　　دولھا کی دیکھو چلی دی سواری
دلھن کو لینے سسرال آئے　　بچوں نے دیکھا اور مسکرائے
میں نہیں جاتی بولی بندریا　　منہ کو چھپا کر روئی بندریا
دولھا میاں نے لکڑی اٹھائی　　کی خوب اس نے اسکی پٹائی
بچوں نے مل کر ٹھٹے جو مارے　　ہنسنے لگے پھر بوڑھے بھی سارے

سلمان اسد مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ نقیب مشاعرہ کی صدا بلند ہوئی ؎

یہی ہے تقاضائے ذوقِ سلیم　　سُنائیں کلام اب جناب کلیم

کلیم احمد کلکتوی (ششم الف) نے خوبصورت لہجے میں ایک خوبصورت نظم "چاند" پیش کی ؎

تم ندی پر جا کر دیکھو　　جب ندی میں نہلائے چاند
ڈبکی لگائے غوطے کھائے　　ڈر ہے ڈوب نہ جائے چاند
جب تم اس کو پکڑنے جاؤ　　پانی میں چھپ جائے چاند

"یہ تھے کلیم احمد کلکتوی جنہوں نے بڑی حسین و پُر نور نظم پیش کی" مائک سے اناؤنسر کی آواز آئی " اور اب اسلم دھنبادی سے گذارش ہے کہ مائک کے سامنے تشریف لائیں۔ اسلم دھنبادی (ششم الف) نے ایک اصلاحی و مقصدی نظم "میری اور پھنڈی" پیش کی۔ جو بہت پسند کی گئی۔ کہتے ہیں ؎

جو بد شوق لڑکا ہے ہوگا وہ فیل
جو چوری کرے گا وہ جائے گا جیل
پھنڈی کہاں اور میری کہاں
برابر ہو بندوق کے کب غلیل
ہو جاہل کی پوشاک اچھی تو کیا
چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل

اسلم دھنبادی کے بعد محمد طارق اکبر آبادی (ششم الف) نے خوشگوار ترنم میں ایک نظم "میں کیا بنوں گا" پیش کی ؎

صداقت سے ہرگز نہ شرماؤں گا میں
بھلائی ہر اک سے کئے جاؤں گا میں

مصیبت میں بالکل نہ گھبراؤں گا میں
برائی کی راہوں سے کتراؤں گا میں
سبق نیکیوں کے مجھے یاد ہوں گے
بہت سے ہُنر مجھ سے ایجاد ہوں گے

نظم اُمنگوں ولولوں حوصلوں اور تمناؤں سے معمور تھی، مناسب داد وصول کرنے کے بعد محمد طارق اپنی جگہ واپس گئے، اور اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی ؎

گزارش ہے جناب احتشام الحق سے وہ آئیں
اور اپنی خوش کلامی سے ہمیں محظوظ فرمائیں

اور احتشام الحق رامپوری (ششم الف) مسکراتے ہوئے مائک کے سامنے آ گئے اور بولے ایک نظم پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا عنوان ہے "نجومی"، آپ حضرات کی توجہ چاہوں گا۔ سماعت فرمایئے ؎

آپ کے واسطے موزوں ہیں گرِ بسول کے بوٹ
جون میں پہنا کریں سرج و گیبرڈین کے سوٹ
نام میں جن کے ہو "ر" کھایا کریں ایسے فروٹ
جیسے امرود ہے تربوز ہے خربوزا ہے
میں نجومی ہوں مرا علم یہی کہتا ہے

نظم طنز و ظرافت کا شاہکار تھی۔ احتشام الحق کا لہجہ بھی سُلجھا ہوا تھا اس لئے بہت پسند کی گئی۔ احتشام الحق مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ ناظمِ بزمِ سخن کا کلام موزوں و سلیقے سے سُنائی دیا۔

"عمیر منظور رامپوری سے اب یہ درخواست ہے کہ آئیں
لطیف لہجے میں کوئی نظم حسین و پاکیزہ ترسنائیں"

اور عمیر شمسی (ہفتم الف) نے بڑے دل نشین انداز لطیف لہجے اور سامعہ نواز ترنم میں ایک حسین و پاکیزہ نعتیہ نظم پیش کی ؎

کالے کالے دنوں کو اُجالا ملا اور بھیانک سی راتیں ہوئیں جانفزا
آفتابِ رسالت کا کیا پوچھنا، ماہتابِ نبوت کی کیا بات ہے
حق تعالیٰ نے جس پر کرم کر دیا جو بفضلِ الٰہی مدینے گیا
سبز گنبد کا جس نے نظارہ کیا اُس کی بیدار قسمت کی کیا بات ہے

ہر شعر پر صفِ سامعین سے "سبحان اللہ" اور "صلِ علیٰ" کی آوازیں بلند ہوتی رہیں اور پوری نظم بڑی توجہ کے ساتھ سنی گئی۔ عمیر منظور کامیابی کے ساتھ اپنی جگہ پر واپس گئے اور مائک سے اسٹیج سکریٹری کی آواز اُبھری۔ اب جناب محمد اسمٰعیل کلکتوی (ششم ب) سے گزارش ہے کہ اپنے کلام بلاغت نظام سے ہم سب کو محظوظ فرمائیں۔ اور محمد اسمٰعیل مسکراتے ہوئے مائک کے سامنے آ گئے، ذرا کھنکارے، حاضرین پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، صدر سے نظم خوانی کی اجازت لی، کہنے لگے کہ میری نظم کا عنوان ہے "تھرڈ کلاس ڈبہ جواب سیکنڈ کلاس ہو گیا ہے" سواری گاڑیوں کے گذشتہ تھرڈ اور موجودہ سیکنڈ کلاسوں میں جو بھیڑ بھاڑ، ٹھونس ٹھانس، دھکم دھکا، ریل پیل ہوتی ہے اور مسافروں کی جیسی کچھ درگت بنتی ہے اس کی بڑی چابکدستی کے ساتھ اس نظم میں عکاسی کی گئی ہے۔ محمد اسمٰعیل نے جیسے ہی نظم شروع کی ہر طرف قہقہوں کے چشمے اُبلنے لگے محمد اسمٰعیل کے پڑھنے کے انداز اور طرزِ ادا کی دل نشینی نے نظم میں چار چاند لگا دیئے (پوری نظم میگزین کے کسی صفحے پر دی جا رہی ہے) محمد اسمٰعیل کے بعد محمد رفیق کانپوری (ہفتم ب) نے خوشگوار ترنم میں ایک نظم "ترکاری" پیش کی، ترکاریوں کی افادیت اور سبزی خوری کی ضرورت کے پیشِ نظر انھوں نے مشورہ دیا کہ ہر گھر میں ترکاری کی کاشت ہونی چاہئے کہتے ہیں ؎

سبزی منڈی میں جا کر ہم	کب تک پیسے کھوئیں
بھنڈی مولی اور چقندر	کیوں نہ گھر میں بوئیں
گھر بیٹھے اک کام الگ ہے	جب بھی ہو بیکاری
آؤ اُگائیں ترکاری ہم	آؤ اُگائیں ترکاری

ترکاری کھانے کا مشورہ دے کر محمد رفیق اپنی جگہ واپس گئے

اور مائک سے معتمد بزم کی آواز ابھری ؎

"مختار احمد صاحب آئیں کوئی دلکش نظم سنائیں"

مختار احمد صاحب لکھیم پوری (پنجم ب) نے ایک پُر لطف و دلچسپ نظم "منے میاں کا خواب" تحت اللفظ مگر قابل تعریف انداز میں پیش کی ؎

منے میاں نے خواب میں دیکھی دنیا ایک نرالی
مینڈک نے اور اونٹ نے مل کر کھیلی خوب کبڈی
ہاتھی نے چڑیا سے کہہ کر ڈالی بال سنگائی
کوے اور مچھلی نے مل کر بھینس سے ہاکی کھیلی
اچھل پڑے بستر سے دو گز اٹک گئے چھینکے میں
منے میاں اک دم ڈکرائے ہائے ہائے امی جانی

منے میاں کا یہ اوٹ پٹانگ خواب طلبا نے مزے لے لیکر سُنا، مختار احمد نظم سُنا کر مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی ؎

"لے کر کچھ اشعار حسین آتے ہیں مہتاب الدین"

اور مہتاب الدین سنبھلی (پنجم الف) نے بھی بچوں کے کام کی ایک دلچسپ اور مزیدار نظم "دو آنے میں تین کھلونے" خوش گوار ترنم میں پیش کی ؎

یہ لوہے کی گھنٹی ہے
اس کا رنگ تو کچھ ایسا ہے جیسے اُجلی چاندی ہے
اور ذرا بھی ہل جائے تو ٹن ٹن ٹن ٹن بجتی ہے
دو آنے میں تین کھلونے سادہ اور رنگین

مہتاب الدین کے بعد احد اللہ رام پوری (ہفتم) مائک کے سامنے آئے اور ایک نظم "ڈالڈا براتھ"، پیش کی ؎

دورِ آمیزش ہے کوئی چیز ہی خالص نہیں
تیل مصنوعی، بُرا مہیور، گھی خالص نہیں
جانور تو جانور ہیں آدمی خالص نہیں
میں ہی کیا خالص نہیں ہوں آپ بھی خالص نہیں
اس ملاوٹ کا بُرا ہو آدمی چکر میں ہے
موبل آئل پیٹ میں ہے دبائٹ آئل سر میں ہے

طنز و ظرافت سے بھرپور پوری نظم توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنی گئی، سامعین نے پڑھنے کے انداز کو بھی بہت سراہا اور اب اناؤنسر صاحب فرما رہے تھے ؎

"گذارش ہے آصف رضا سنبھلی سے
کہ تشریف لے آئیں مائک کے آگے"

اور آصف رضا (پنجم ب) تیوروں میں شوخی، آنکھوں میں طراری اور ہونٹوں پر تبسم لئے ہوئے مائک کے سامنے آ گئے اور میٹھے لہجے میں اپنی نظم "ککڑوں کوں" سُنا کر بزم سخن کو قہقہہ زار بنا دیا ؎

لے اب گردن خوب گئی تن
سر کو جھکا دے دم کو اٹھا دے
اپنے بازو تول بول مرے مرغے بول
"ککڑوں کوں، ککڑوں کوں"

"بچوں کا یہ مشاعرہ درس گاہ کے دار الاقامہ سے نشر ہو رہا ہے" اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی "ابھی ابھی آپ جناب آصف رضا سنبھلی سے ایک قہقہہ آور نظم سماعت فرما رہے تھے اور اب جناب سرفراز احمد شمسی کلکتوی (پنجم الف) سے ایک نظم سماعت فرمائیے، تشریف لائیے سرفراز صاحب" اور سرفراز احمد بڑے پیارے لہجے اور خوبصورت ترنم میں ایک مقصدی اصلاحی اور دعوتی نظم پیش کرتے ہوئے یوں گلفشاں ہوئے۔

ہم مسلمان ہیں ہم مسلمان ہی دین اسلام کو دنیا میں پھیلائیں گے
چاہے جتنی مصیبت اٹھانی پڑے ہم نہ گھبرائیں گے ہم نہ گھبرائیں گے
لاکھ طوفان مصیبت کے آئیں اگر، بدلیاں غم کی ہر سمت چھائیں مگر
حوصلہ ہے، جواں ہیں بہادر ہیں ہم ان سے ٹکرائیں گے ان سے ٹکرائیں گے

کام اچھے کریں، نام پیدا کریں، بغض سے دور ہوں پیار سب سے کریں
اہلِ دُنیا کو انسانیت کا سبق آؤ سکھلائیں گے آؤ سکھلائیں گے

سرفراز احمد اقامت دین و اشاعت اسلام کے پاکیزہ عزائم کا اظہار کر کے پابندیٔ شریعت، اخوت و محبت اور انسانیت کا درس دے کر مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ ناظم بزم نے اعلان کیا کہ اب جناب محمد اجمل خانصاحب بگراسوی (ششم الف) سے درخواست ہے کہ مائک کے سامنے آکر اپنے کلام کے جوہر دکھائیں۔" حافظ اجمل خاں مائک کے سامنے آ گئے اور بولے ایک مزاحیہ نظم "ردیف و قافیہ" پیش کر رہا ہوں، آپ حضرات کی توجہ چاہوں گا، سماعت فرمائیے۔ نظم بہت پسند کی گئی اور بعض اشعار پر تو قہقہوں کے فوارے ابل پڑے (پوری نظم میگزین کے کسی صفحے پر دی جا رہی ہے) کافی داد وصول کرنے کے بعد اجمل خاں اپنی جگہ پر واپس آ گئے اور مائک سے اناؤنسر کی صدا بلند ہوئی ؎

"حضرت شاہد کلیم اب آپ ہی تشریف لائیں
کچھ مفید اشعار اپنے خاص لہجے میں سُنائیں"،

اور شاہد کلیم حیدرآبادی (ششم ب) نے صدر سے اجازت لے کر اپنے خاص لہجے میں کچھ مفید اشعار پیش کئے۔ کہتے ہیں ؎

نہ کچھ کیا نہ بنایا تو کچھ بھلا نہ کیا
ملا جو وقت گنوایا تو کچھ بھلا نہ کیا
غلط کیا جو ہر اک در پہ سر کو ٹیک دیا
خدا سے دل نہ لگایا تو کچھ بھلا نہ کیا
ادب بڑوں کا نہ چھوٹوں کو تم نے پیار کیا
سبق بھلا یہ بھلایا تو کچھ بھلا نہ کیا

شاہد کلیم نیکی، بھلائی، خوش اخلاقی، رحمدلی اور خدا پرستی کا درس دے کر مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ نقیب مشاعرہ نے بزبانِ شعر اعلان کیا ؎

" طنز و مزاح کی کچھ گُل کاریاں دکھائیں
دلچسپ نظم لے کر اب خالد احمد آئیں "

خالد احمد لکھیم پوری (ششم ب) صدر مشاعرہ سے اذنِ سخن سرائی لے کر بولے" میں ایک نظم پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا عنوان ہے "پیٹو صاحب"، نظم کا عنوان سن کر ہی سامعین ہنس پڑے اور پوری نظم قہقہوں کی بوچھار میں سُنی گئی۔ نظم میگزین کے کسی صفحے پر دی جا رہی ہے۔ خالد احمد دلوں کو گدگدا کر رخصت ہوئے اور معتمد بزم کی آواز بلند ہوئی۔

" لے کر اشعار تازہ و تر
آتے ہیں اب شکیل اصغر "

شکیل اصغر کلکتوی (پنجم ب) اپنی جگہ سے اُٹھ کر مائک کے سامنے آ گئے صدر مشاعرہ سے اجازت حاصل کی اور "مطلع عرض ہے" کہہ کر غزل چھیڑ دی۔

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہوئے چلو
ایقان کے چراغ جلاتے ہوئے چلو
جاگے ہوؤں کو گرمیٔ رفتار بخش دو
سوئے مسافروں کو جگاتے ہوئے چلو
انکار نے دلوں کو بہت سرد کر دیا
سوزِ یقیں سے آگ لگاتے ہوئے چلو
دل میں خدا کا خوف نہیں ہے تو کچھ نہیں
یہ بات ہر کسی کو بتاتے ہوئے چلو

غزل کی مقصدیت و معنویت، فکر و خیال کی بلندی و پاکیزگی اور لہجے کی نغمگی اور شیرینی نے پوری طرح سامعین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور شکیل اصغر تحسین و آفرین کی گونج میں اپنی جگہ پر واپس گئے اور شاہد احمد لکھیم پوری (ہشتم) مائک کے سامنے آ گئے، ذرا کھنکھارے صدر سے اجازت طلب کی اور بولے میری نظم کا عنوان ہے "اجنبی ماؤں کے لال"، نظم شروع

کرنے سے پہلے انھوں نے بطور تمہید کہا کہ "ہمارے سماج میں بھکاری بچوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے یہ ایک تشویشناک مسئلہ ہے جس پر ملت کے دردمندوں کو سنجیدگی سے غور کرنا اور اس کا کوئی حل تلاش کرنا چاہیئے" اس کے بعد اُنھوں نے پُر درد لہجے میں اپنی نظم پیش کی ؎

چند بچے تیز رَو تانگے کے پیچھے بھاگتے
جا رہے ہیں الٹی سیدھی کچھ دعائیں مانگتے
جانیوالے تیرے جھولا جھولنے والے کی خیر
اے میاں صاحب! سدا کرتا رہے تولوں کی سیر
گرم صحراؤں کے جھونکے اجنبی بادل کے لال
لالہ خود رو کی صورت، اشک شبنم کی مثال

نظم طویل تھی لیکن توجہ کے ساتھ سنی گئی اور بہت پسند کی گئی شاہد احمد کامیابی کے ساتھ اپنی جگہ پر واپس گئے اور نقیب بزم کی "پنی تلی" آواز سُنائی دی۔

"منصور عالم تشریف لائیں شعر و سخن کے جوہر دکھائیں"
منصور عالم دھنبادی (ہفتم) نے بڑے والہانہ انداز میں ایک نظم "آ ساتھی آ کچھ کام کریں۔" پیش کی ؎

مجبور بچاری دُنیا ہے بے چین یہ ساری دنیا ہے
دکھ درد کی ماری دنیا ہے پھر کیسے ہم آرام کریں
آ ساتھی آ کچھ کام کریں
ہر ایک قدم پر مشکل ہے جب راہ میں شیطان حائل ہے
جب دور ہماری منزل ہے پھر کیسے ہم آرام کریں
آ ساتھی آ کچھ کام کریں

منصور عالم کے ترنم میں سوز و گداز کی کیفیت پائی جاتی ہے، ان کی نظم عزم و عمل کے خوابیدہ جذبات کو جھنجھوڑ رہی تھی اور کانوں سے اتر کر روح کی گہرائیوں کو چھو رہی تھی، نظم بہت پسند کی گئی اور بڑی کامیابی کے ساتھ منصور عالم اپنی جگہ پر واپس آئے۔ اس کے بعد اناؤنسر نے صدیق ظفر دربھنگوی سے درخواست کی کہ اپنے کلام بلاغت نظام سے ہم سب کو مسرور فرمائیں۔"

صدیق ظفر (ہشتم ب) نے بڑے شوخ لہجے اور مناسب انداز و ادا کے ساتھ ایک دلچسپ اور چٹپٹی مسالے دار نظم "بھوت کی پٹائی" پیش کی جو بہت پسند کی گئی اور صدیق ظفر کو مناسب انداز میں داد سے نوازا گیا۔

"اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی" اسٹیج سے سکریٹری کی آواز آئی۔ "اب میں محمد قاسم بدایونی (ہفتم) ایک غزل لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔"

اور پھر ــــــــ

محمد قاسم بدایونی (ہفتم) جھومتے ہوئے مائک کے سامنے پہنچ گئے اور "مطلع ملاحظہ فرمایئے" کہہ کر غزل چھیڑ دی ؎

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصل بہار پر
مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں گریں لاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر
مری سمت سے اسے اے صبا! یہ پیام آخر غم سُنا
ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا کہ خزاں ہے اپنی بہار پر

غزل بھی زبان و بیان اپنی ایمانی کیفیت اور تاثیر و دل نشینی کے اعتبار سے کامیاب تھی اس پر سلجھا ہوا ترنم سونے پر سہاگہ کا کام کر رہا تھا۔ ہر شعر پر انہیں تعریف و تحسین سے نوازا گیا اور محمد قاسم کامیابی کا پرچم لہراتے ہوئے اپنی جگہ واپس آ گئے ابھی اہل بزم محمد قاسم کے اشعار کا لطف لے رہے تھے کہ ناظم مشاعرہ کی آواز بلند ہوئی۔ "اب میں محترم صدر مشاعرہ جناب راشد عدیل کھیم پوری (ہشتم ب) سے بصد ادب گزارش کروں گا کہ

اپنے کلام بلاغت نظام سے ہم سب کو محظوظ و مسرور فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ تشریف لائیے۔"

راشد عدیل کے لہجے میں بڑا لوچ ہے، سامعین ہمہ تن گوش بن کر بیٹھ گئے اور راشد عدیل نے بڑے موثر اور پرکشش انداز میں غزل کا مطلع پیش کیا ؎

جان ایسے خوابوں سے کس طرح چھڑاؤں میں
شہر سو گیا سارا اب کسے جگاؤں میں

غزل کی ایمائی کیفیت، اظہار بیان کی ندرت فکر و خیال کی بلندی، راشد عدیل کا دلنواز ترنم اور دونوں ہاتھ کا زیر و بم فضا پر سحر کی سی کیفیت طاری کر رہا تھا۔ مشاعرہ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکا تھا اور راشد عدیل کہہ رہے تھے ؎

ایک ہی سی تنہائی ایک ہی سا سناٹا
دشت کیا ہے دل کیا ہے کیا تجھے بتاؤں میں
ان اکیلی راتوں میں ان اکیلے رستوں پر
کس کے ساتھ آؤں میں کس کے ساتھ جاؤں میں
آج سب میں گھل مل جاؤں مجھ کو کیا خبر کل تک
کس کو بھول جاؤں میں کس کو یاد آؤں میں

بچوں کے آل انڈیا مشاعرہ کی یہ آخری غزل تھی۔ اس کے بعد اسٹیج سکریٹری نے اس مشاعرہ میں حصہ لینے والے تمام ساتھیوں، محترم اساتذہ اور سامعین کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۱۲ بجے رات کو اس پرلطف و رنگارنگ بزم شعر و سخن کے برخاست کرنے کا اعلان کیا اور سامعین ایک خوشگوار تاثر لے کر اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔

نور سعیدی مدراسی

جیون پتھ کے اندھیاروں میں ......

جیون پتھ کے اندھیاروں میں راہی دیپ جلائے جا
صبح کی آشا من میں بسا کر من کی جوت جگائے جا
یہ وہ پتھ ہے جس کی ماٹی تجھ سے مانگے تیرا خون
اپنے خون کی لالی سے تو ذرّوں کو چمکائے جا
رات کو جب تو رات کہے گا تجھ پر پتھر برسیں گے
پتھر کھائے گھائل ہو جا، بات مگر دہرائے جا
جیون میں دکھ درد نہ ہو تو جیون سونا ہو جائے
جینا ہے تو آنسو پی کر ہنستا جا مسکائے جا
نیل گگن کے بادل جیسے پیاس بجھائیں دھرتی کی
ویسے تو ہر ٹوٹے دل کی ٹوٹی آس بندھائے جا
نفرت کا بازار لگا ہے تیرے چاروں اور مگر
تو اے پیارے پیار کے پیارے پیارے گیت سنائے جا
گھر گھر آگ لگی ہے لیکن گھر کے باسی سوتے ہیں
پریم پیار کی ورشا کر کے تو یہ آگ بجھائے جا
اپنے ہاتھ کی ریکھاؤں میں اپنی قسمت ڈھونڈ نہ تو
میدانوں میں تجھے ملے گی میدانوں پر چھائے جا
تیرا سوامی تیرا پالنہار تو کیول ایشور ہے
اس کے آگے سانجھ سویرے اپنا سیس جھکائے جا

ایک صاحب داغ دہلوی سے ملنے آئے اور انہیں نماز میں مصروف دیکھ کر جانے لگے مرزا داغ نے جو نماز ختم کر چکے تھے ان سے کہا "کہاں واپس جا رہے ہیں جناب!"
"آپ نماز پڑھ رہے تھے اسی لئے واپس جا رہا تھا۔"
داغ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں نماز پڑھ رہا تھا لاحول تو نہیں؟"

راشد عدیل

تعلیمی سمینار

ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

محمد عبدالسلام بستوی

مرکزی درس گاہ کی سلور جوبلی کے موقع پر ایک تعلیمی سمینار (ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ) بھی منعقد کیا گیا۔ جس میں جناب مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی، پروفیسر احمد سجاد صاحب صدر شعبہ اردو وفارسی رانچی کالج جناب انوار علیخاں سوز صاحب پروفیسر انگریزی جامعہ ملیہ دہلی، مولانا سید حامد علی صاحب سکریٹری جماعت اسلامی ہند اور مولانا سید احمد عروج قادری صاحب نے شرکت فرمائی۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب (علی گڈھ مسلم یونیورسٹی) نے اپنا پیغام ارسال فرمایا۔ پروفیسر عبدالمغنی صاحب (پٹنہ) اپنی علالت کی وجہ سے سمینار میں شرکت نہ فرما سکے البتہ اپنا ایک مختصر مقالہ لکھ بھیج دیا تھا۔ امریکہ سے جناب عمر افضل صاحب نے بھی سمینار کے لئے اپنا مقالہ ارسال فرمایا تھا۔

یہ سمینار ۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء کو مرکزی درس گاہ کی اقامت گاہ میں منعقد ہوا اور موسم کی خرابی کے باوجود عالموں، دانشوروں، معلموں، اخبارات ورسائل کے مدیروں اور تعلیمی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے دیگر حضرات نے اس پروگرام میں شرکت فرمائی۔

جناب مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی سابق امیر جماعت اسلامی ہند کی زیر صدارت دس بجے صبح قاری محمد آصف سلمہٗ کی تلاوت کلام پاک سے سمینار کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے ناظم درس گاہ نے اپنے افتتاحی کلمات میں تعلیم کے مسئلے کی اہمیت ونزاکت اور سمینار کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد جناب ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا پیغام اُن کے نمائندے جناب جاوید قادر حیدرآبادی نے پیش فرمایا۔ آپ نے اپنے پیغام میں اس سمینار کے انعقاد پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے تعلیم کے مسئلے کی اُلجھنوں اور پیچیدگیوں پر روشنی ڈالی اور مسلمان بچوں کی تعلیم کے مسئلے کو وقت کا ایک اہم مسئلہ قرار دیا۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب کے پیغام کے بعد جناب ابوالمجاہد زاہد صاحب نے پروفیسر عبدالمغنی صاحب کا مقالہ پیش فرمایا۔ مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں چار نکات پیش فرمائے۔

۱۔ مسلمان بچوں کو سرکاری تعلیم گاہوں اور اس طرح جبری سیکولر تعلیم سے محفوظ رکھنا۔

۲۔ سرکاری تعلیم گاہوں میں مناسب اور ضروری اصلاح کرانا۔

۳۔ اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر ابتدائی تعلیم کی درس گاہیں قائم کرنا۔

۴۔ مسلمان بچیوں کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام۔

محترم مقالہ نگار نے ان چاروں نکات پر وضاحت و تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان بچوں کو سیکولر تعلیم سے محفوظ رکھنے کیلئے حکومت وقت کے انداز فکر اور طریق عمل کی اصلاح کے لئے سیاسی جد وجہد کرنی ہوگی اور سرکاری تعلیم گاہوں کی درسیات اور طریق تعلیم و تربیت کی اصلاح کے لئے کوشش کرنی ہوگی اسی کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر ابتدائی تعلیم کی درس گاہوں کا قیام و انتظام ہم مسلمانوں کو ہر قسم کی سیاست سے دور رہ کر اور تعلیم و تربیت کے لئے یکسو ہو کر کرنا ہوگا چوتھے اور آخری نکتے پر اظہار خیال کرتے ہوئے پروفیسر عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ مسلم سماج کو معاشرتی الجھنوں سے محفوظ رکھنے اور اہل ملک کے سامنے ایک بہترین معاشرتی نمونہ پیش کرنے کے لئے بیحد ضروری ہے کہ مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

پروفیسر صاحب کے مقالے کے بعد راقم الحروف (محمد عبدالسلام بستوی) نے جناب عمر افضل صاحب کا امریکہ سے بھیجا ہوا مقالہ پیش کیا۔ آپ نے اپنے مقالے میں بتایا کہ ہم اپنے تعلیمی نظام کو درست کرنے کے لئے چار عملی نکتوں پر غور کریں اور اس سلسلے میں نظریاتی اور فروعی اختلافات اور بحثوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ان صورتوں پر عمل کریں تو ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فراہم کردہ سہولیات سے فائدہ اٹھانے کی شکلیں استعمال کریں۔

۲۔ دینی مدارس و دارالعلوم کو ایسی شکلیں دیں کہ طلباء کے اندر سے احساس کمتری جو بالعموم ہندوستان کے تعلیمی اداروں کا امتیاز رہا ہے۔ کا خاتمہ ہو جائے اور وہاں علوم قدیم کے ساتھ ساتھ علوم جدید کا بھی انتظام ہو۔

۳۔ ایسی نئی نئی درس گاہیں قائم کی جائیں جہاں جدید تعلیم کا پورا پورا انتظام ہو۔

۴۔ تعلیمی اداروں کے ساتھ طلباء کی ذہنی نشوونما کے لئے خصوصی تربیتی ادارے قائم کئے جائیں تاکہ وہ بڑے ہو کر ہنر مند وسلیقہ شعار نوجوان کی حیثیت سے دنیائے عمل میں قدم رکھ سکیں۔

بعد ازاں جناب پروفیسر احمد سجاد صاحب رانچی نے اپنا مقالہ پیش فرمایا۔ آپ نے بھی اپنے مقالے میں مسلمانوں کی اس فکری کجی کا تذکرہ فرمایا جس کی بنا پر وہ مغرب کی چمک دمک سے مرعوب ہو کر اپنے نونہالوں کو ایسے اسکولوں کی گود میں ڈال دیتے ہیں جو نہ صرف طلباء کے عقائد کو بگاڑتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے اخلاق کا جنازہ اٹھانے میں کندھا لگانے والے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اب چند سالوں سے ہندوستان میں تعلیم کے مسئلے کو اہمیت دی جانے لگی ہے۔ اور ہم اس مسئلے پر غور کرنے لگے ہیں جس کی ایک کڑی یہ سمینار بھی ہے۔ آپ نے اس مسئلے کی نزاکتوں پر بحث کرتے ہوئے آخر میں بتایا کہ دینی اور قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم کا بھی اعلیٰ پیمانہ پر انتظام ہونا چاہیئے۔ تاکہ مسلمان بچے مومن و مسلم رہتے ہوئے جدید سائنسی اور معاشی میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

ڈاکٹر احمد سجاد صاحب کے بعد جناب انوار علی خاں سوز صاحب نے اپنا مقالہ پیش فرمایا۔ آپ نے ایک اسلامک پبلک اسکول کی تجویز پیش کی۔ اور کہا کہ ایسے اسلامک پبلک اسکولوں کا پورے ہندوستان میں جال بچھا دیا جائے۔ جہاں کل کے کل اساتذہ عربی اور انگریزی سے کامل واقفیت رکھتے ہوں ان کی تنخواہیں بھی اچھی اور معقول ہوں اور عربی یا انگریزی میڈیم کو ہر طالب علم کو اپنانا ضروری ہو۔ جہاں صرف مذہبی تعلیم نہ ہو بلکہ مروجہ جدید علوم کی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہو۔

جناب سوز صاحب کے بعد جناب مولانا سید حامد علی صاحب

سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے مختصر تقریر فرمائی۔ اور تعلیم کے مسئلے پر اسلامی نقطۂ نظر سے اظہار خیال فرمایا۔ مولانا نے اس موضوع پر "تعلیم کا مسئلہ" نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

آپ کے بعد جناب مولانا سید احمد عروج قادری صاحب مدیر "رسالہ زندگی" نے مقالہ پیش فرمایا۔ آپ نے کہا کہ جماعت اسلامی کو اپنی تاسیس کے آغاز ہی سے مسلمان بچوں کی تعلیم کا خیال رہا ہے اور اس کے لئے برابر جدوجہد کرتی رہی ہے آپ نے فرمایا کہ تعلیم کے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۰ جنوری ۱۹۵۱ء میں جو چند جامع تجاویز پیش کی تھیں ان تجاویز سے مقصد تعلیم، تعلیمی پالیسی اور اس کی اہمیت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بعد ازاں جناب مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی سابق امیر جماعت اسلامی ہند نے صدارتی خطاب فرمایا۔ آپ نے تمام مقالوں پر تبصرہ فرماتے ہوئے دینی تعلیم کی اہمیت اور حکومت کی جبری ابتدائی تعلیم کی خطرناک اسکیم کی تفصیل سے وضاحت فرمائی۔

آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے ہندوستان میں جو تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں ان سے مسلمانوں کے اندر دل شکستگی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہوئی اور اردو زبان تقریباً ختم سی ہو کر رہ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے لئے صحیح اسلامی عقائد سے واقف ہونا مشکل ہو گیا۔ ان حالات کے اندر کچھ درد مندان ملت نے انتھک جدوجہد کے ذریعہ اردو کی تعلیم اور آزاد اسلامی اسکولوں کا بندوبست کیا جس کے ذریعہ اس نقصان عظیم کی کسی حد تک تلافی ہو سکی۔ اب جبکہ حکومت نے کوٹھاری کمیشن کے ذریعہ نئی نئی اسکیمیں نافذ کرنے کے لئے ارادہ ظاہر کیا ہے پھر یہ اندیشہ ہو چلا ہے کہ کہیں یہ آزاد پرائمری اسکول بھی ختم نہ ہو جائیں ہم اس طرح کسی بھی اقدام کو دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق پر ضرب کاری سمجھیں گے۔ اور اس کو کسی طرح گوارا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اپنے دین اور اسلامی عقائد کی تعلیم کے لئے آزاد اسکولوں کا قیام اور بقا اپنا دستوری حق سمجھیں گے۔

اس طرح علم و فکر کی یہ سنجیدہ بزم مسلسل تین گھنٹے تک اسلامی نظام تعلیم و تربیت پر غور و خوض کرتے ہوئے ایک بجے دن میں برخاست ہوئی۔

مرتب: محمد عبدالسلام بستوی (معاون کنوینر)

بقیہ صفحہ ۴۵ (خطبۂ صدارت)

حاصل کرنا ہماری زندگی کا شعار بن جائے۔

عزیز ساتھیو۔ اب میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا ۔۔۔ دلچسپ پروگرام اب شروع ہونے والا ہے خالق کائنات کے کلام سے پروگرام کا آغاز ہوگا۔ بارگاہ رسالت میں نذرانہ محبت پیش کریں گے۔ ولولہ انگیز نظمیں آپکے دلوں کو گرمائیں گی۔ معلومات افزا تقریریں آپکو آپکی ذمہ داریاں یاد دلائیں گی۔ ایک مزاحیہ ڈرامہ ظرافت کے ساتھ ساتھ غور و فکر کے لمحات مہیا کریگا ۔۔۔ اور آخر میں ایک سنجیدہ ڈرامہ ہوگا جس میں کچھ حزن و ملال اور درد کی کسک ہوگی اسے دیکھنے کے بعد ہم محسوس کریں گے کہ ہمارے سماج کو کیا ہونا چاہیے پورے نظام حیات کو اسلام کس طرح مرتب کرنا چاہتا ہے اور ہمیں اپنی آئندہ زندگی میں کیا رول ادا کرنا چاہیئے۔ آخر میں اپنے بزرگوں سے گذارش کروں گا کہ پورے پروگرام کو ملاحظہ فرما کر ہم بچوں کی حوصلہ افزائی فرمائیں اور اپنے ساتھیوں سے التماس کروں گا کہ وہ پورے انہماک کیساتھ سنیں اور اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا کریں جو ایک درخشاں مستقبل کی ضمانت بن سکے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

"شب افسانہ وغزل"

درس گاہ کی سلور جوبلی کے موقع پر ایک خصوصی ادبی نشست "شب افسانہ وغزل" کا بھی اہتمام کیا گیا۔ یہ بزم شعر و ادب ۱۶ دسمبر، ۹ بجے شب کو درس گاہ کے بورڈنگ ہاؤس میں منعقد ہوئی جس کی صدارت ماہنامہ "تجلی" دیوبند کے مدیر شہیر جناب مولانا عامر عثمانی نے فرمائی اور نظامت کے فرائض مشہور افسانہ نگار جناب ذکی انتخاب صاحب نے انجام دیئے۔

سب سے پہلے جناب ڈاکٹر احمد سجاد صاحب، صدر شعبۂ اردو و فارسی رانچی کالج نے "ادب میں توازن" کے عنوان پر ایک پُر مغز تقریر فرمائی، آپ نے فرمایا کہ:

"موجودہ ادب میں افراط کی کیفیت بہت بڑھ گئی ہے اور انجمنیں حد سے زیادہ تجاوز کر چکی ہیں۔ ہر طرف بے اعتدالی اور عدم توازن کا دور دورہ ہے، ادیبوں اور دانشوروں کے درمیان سخت انتشار پایا جاتا ہے، فکر و فن اور ادب و تہذیب کے باہمی رشتے کے متعلق نزاع اور کش مکش کی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ اس صورت حال سے ادب اور زبان دونوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے اور تہذیب و ثقافت کو بڑے خطرات لاحق ہو گئے ہیں چنانچہ ادب کے قارئین کا حلقہ روز بروز محدود ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس کی وجہ سے خود زبان کا چلن کم ہوتا جا رہا ہے۔

آپ نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

ادب میں اعتدال و توازن کو بروئے کار لانے کیلئے لازمی ہے کہ فنی آداب اور تہذیبی اقدار کے درمیان متحمل ارتباط قائم ہو تاکہ فن کی جمالیات، فکر کی اخلاقیات سے ہم آہنگ ہو کر عظیم ادب کی تخلیق کر سکیں اور اس طرح ادب کے ذریعے انسانی تہذیب و ثقافت کی تحسین اور مؤثر پیشکش ہو سکے۔"

ڈاکٹر احمد سجاد صاحب کی تقریر کے بعد جناب زبیر گستاخ اور ذکی انتخاب صاحب نے اپنے اپنے افسانے پیش کئے اور مجاہد رحمی لکھم پوری، سلمان شمسی، ہمدم عثمانی، شمس نوید عثمانی، مائل نجیب آبادی، جام رامپوری، نواب علی حسرت کلیم طوری، حسنین گرامی، ضیغم رامپوری، عروج قادری، ابوالمجاہد زاہد، استاد رامپوری، ذوقی رامپوری، انوار علیخاں سوز، حفیظ میرٹھی اور صدر بزم مولانا عامر عثمانی نے اپنے اپنے بہترین کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ مہمان شعراء جناب عامر عثمانی اور حفیظ میرٹھی صاحب کو کئی کئی بار غزل سرائی کی زحمت دی گئی۔

موسم کی خرابی اور باد و باراں کے باوجود یہ پُر وقار نشست بڑی کامیابی کے ساتھ شب کو ڈیڑھ بجے ختم ہوئی۔

مرتب:- ابوالمجاہد زاہد (کنوینر شب افسانہ وغزل)

تین غزلیں

عامر عثمانی

اب تو وہ جو کبھی سزا تھے وہ روا ہے یارو
میں نے صیاد کو صیاد کہا ہے یارو

کتنا معصوم یہ انداز جفا ہے یارو
کوئی مجھ سے ہی مجھے پوچھ رہا ہے یارو

اُف یہ نیرنگیٔ تنقید بھی کیا ہے یارو
آکے ساحل پہ کوئی ڈوب رہا ہے یارو

آج تسبیح و مصلّیٰ سے بھلا کیا ہوگا
کوچۂ یار کو سر مانگ رہا ہے یارو

رس رہا ہے مرے اشعار سے قطرہ قطرہ
زخم جو بھی مجھے دنیا نے دیا ہے یارو

آئینہ تک مری صورت کا شناسا نہ رہا
وقت نے مجھ سے مجھے چھین لیا ہے یارو

اب نہ پوچھو دلِ مایوس دفا کا عالم
دور ہٹتے ہوئے قدموں کی صدا ہے یارو

آج کیا چل ہی بسا بزم جہاں سے عامر
کم سوادوں میں یہ کیوں جشن بپا ہے یارو

○

حفیظ میرٹھی

ایسی آسانی سے قابو میں کہاں آتی ہے آگ
جب بھڑکتی ہے بھڑکتی ہی چلی جاتی ہے آگ

خاک سرگرمی دکھائے بے حسی کے شہر میں
برف کے ماحول میں رہ کر ٹھٹھر جاتی ہے آگ

پاسباں آنکھیں ملے انگڑائی لے آواز دے
اتنے عرصے میں تو اپنا کام کر جاتی ہے آگ

آنسوؤں سے کیا بجھے گی دوستو دل کی لگی
اور بھی پانی کے چھینٹوں سے بھڑک جاتی ہے آگ

حل ہوئے ہیں مسئلے شبنم مزاجی سے مگر
گتھیاں ایسی بھی کچھ ہیں جن کو سلجھاتی ہے آگ

یہ بھی اک حساس دل رکھتی ہے پہلو میں ضرور
گدگداتا ہے کوئی جھونکا تو بل کھاتی ہے آگ

جب کوئی آغوش کھلتا ہی نہیں اس کے لئے
ڈھانپ کر منہ راکھ کے بستر پہ سو جاتی ہے آگ

امن ہی کے دیوتاؤں کے اشارے پر حفیظ
جنگ کی دیوی کھلے شہروں پہ برساتی ہے آگ

○

مجاہد رمزی

کسی کو آئے گا اے دل یقیں بھی
بشر انساں بھی ہے انساں نہیں بھی

شکستِ دل سے ہے اندوہگیں بھی
یہی ہے عشق کی فتحِ مبیں بھی

ترے ذوقِ نظر پر منحصر ہے
نہ بے پردہ بھی ہے پردہ نشیں بھی

بظاہر زندگی ہے شعرِ مہمل
جو سوچو تو ہے معنی آفریں بھی

کرو گے چاند پر کیا جا کے یارو
نہ سنبھلا تم سے تو کارِ زمیں بھی

یہ بازارِ جہاں ہے ہم نے دیکھے
یہاں بکتے ہوئے ایمان و دیں بھی

مسیحائی کا بھی دعویٰ ہے ان کو
لہو سے تر ہے تیغ آستیں بھی

مجاہد جب نہ ہو دستِ عمل میں
نہ کام آئے گی شمشیرِ یقیں بھی

○

سلور جوبلی

طلبہ کی تقریریں

خطبۂ صدارت

محمد قاسم بدایونی (درجہ ہفتم)

درس گاہ کی سلور جوبلی کے ایک اہم پروگرام "بچوں کا اجتماع" میں محمد قاسم بدایونی صدر جمیعۃ الطلبہ نے ذیل کا خطبۂ صدارت پیش کیا۔ — !!

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

محترم بزرگو۔ عزیز بھائیو۔ محترم ماؤں اور بہنو!

خالق کائنات کا ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ سلور جوبلی کا پروگرام خیروخوبی کے ساتھ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔ ہم ان تمام بزرگوں کا اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے دور دراز سے تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہمیں اُمید ہے کہ آج کا پروگرام بھی آپ سب کے لئے مفید اور دلچسپ ہوگا۔ میری گذارش ہے کہ تمام بزرگ حضرات جو یہاں تشریف فرما ہیں ہماری خامیوں اور کوتاہیوں سے آگاہ فرمائیں گے۔ اور اپنے مفید مشوروں سے ہمیں نوازیں گے۔ میں اپنے ساتھیوں سے بھی گذارش کروں گا کہ وہ پورے پروگرام کو پوری دلچسپی کے ساتھ سُنیں اور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔

محترم سامعین۔ اب میں اپنے بزرگوں سے اجازت لیتے ہوئے اس بات کی کوشش کروں گا کہ درس گاہ کے تعلیمی نظام اور اس کی کارکردگی کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ رب کائنات کا شکر ہے۔ درس گاہ اپنی زندگی کے ستائیسویں سال میں قدم رکھ رہی ہے۔ اس وقت ہمارے یہاں ۴۹۲ طلبہ ہیں۔ درجہ اول کے تین سیکشن ہیں اور ششم تک دو دو سیکشن ہیں۔ اس بات کو سوچ کر ذرا دکھ سا محسوس ہوتا ہے کہ درس گاہ کی پیش قدمی آٹھویں درجہ تک پہنچ کر رک سی گئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ ادارہ ایک ایسے دارالعلوم کی شکل اختیار کرلیتا جہاں قدیم اور جدید علوم پوری ہم آہنگی کے ساتھ پڑھائے جاتے اور اس ادارے سے ایسے اولوالعزم علماء اور پروفیسر تیار ہوکر نکلتے جن کا نہ صرف علمی میدان میں مقام ہوتا بلکہ وہ دین کی خدمت کرنے کا ایک نیا جذبہ اپنے اندر رکھتے

اب بھی وقت ہے کہ ملت کے وہ افراد جو اپنے پہلو میں تڑپتا ہوا دل رکھتے ہیں ملت کی اس اہم ضرورت کو محسوس فرمائیں اور اسے پایۂ تکمیل کو پہنچانے کا عزم کریں۔ توقع ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمائیں گی۔

محترم بزرگو! ہماری درس گاہ میں چار زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اردو۔ عربی۔ ہندی اور انگریزی۔ ان زبانوں کے علاوہ دینی علوم اور جدید علوم ایک متوازن امتزاج کے ساتھ پڑھائے جاتے ہیں۔ دینی علوم میں فقہ و عقائد، سیرت پاک اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ اسلام شامل ہیں۔

جدید علوم میں ریاضی سائنس تاریخ جغرافیہ آرٹ اور کرافٹ شریک نصاب ہیں۔

معزز سامعین ۔ خدا کا شکر ہے یہ نصاب ہمارے ساتھیوں کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو دینی درس گاہوں میں داخلہ لے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو سرکاری اسکولوں میں داخل ہو سکتے ہیں یہ اس کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے ساتھی جہاں بھی گئے ہیں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے ہیں جو طلبہ دینی درس گاہوں کی طرف گئے تھے ان میں سے ہمارے کئی ساتھی مدینہ یونیورسٹی پہنچے اور کچھ جامعہ ازہر میں زیر تعلیم رہے ان سب نے امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی ۔ جن طلبہ نے اسکولوں کا رخ کیا ان میں سے کئی ساتھیوں نے ڈاکٹری اور انجینئری کے امتحانات پاس کئے اور کچھ طلبا امریکہ اور انگلستان پہنچے اور وہاں مختلف علوم میں ریسرچ کر رہے ہیں۔

عزیز ساتھیو ! ہمارے ساتھیوں کے علمی اور ادبی کارنامے ہمارے لئے باعث مسرت ضرور ہیں مگر سب سے زیادہ مسرت بخش حقیقت یہ ہے کہ ہماری مادر علمیہ نے ان کا جو دینی مزاج بنایا تھا اور دینی تحریکیت ان کے اندر پیدا کی تھی اس کے امید افزا نتائج ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ ہمارے بہت سے ساتھی ہندوستان کے مختلف گوشوں میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں چند ساتھی ہندوستان کے باہر دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے عزائم میں بلندی پیدا فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے۔

عزیز ساتھیو ! ہر جمعرات کو ہم سب اپنے درجوں میں جو تقریری مشق کرتے ہیں وہ ہمارے لئے ایک بیش بہا نعمت ہے ہم جو مضامین لکھنے کی مشق کرتے ہیں وہ ہمارے لئے بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ یہ تقریری اور تحریری صلاحیتیں زندگی کے وسیع میدان میں ہمیں کام کرنے کا موقع فراہم کریں گی۔ ہم انشاء اللہ ان صلاحیتوں کے ذریعہ اللہ اور اللہ کے پیارے رسولؐ کی مرضی کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوں گے۔

عزیز دوستو! درس گاہ سے جو میگزین ہر سال پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اس نے بحمد اللہ علمی حلقوں میں بڑے اچھے تاثرات پیدا کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو ملت کے لئے ہدایت کا سامان بنا دے۔

عزیز ساتھیو ! ان تمام علمی اور ادبی کوششوں کے ساتھ ہماری تربیت کے لئے درس گاہ نے جو انتظام کیا ہے وہ ہمارے لئے بے انتہا مفید ہے۔ روزانہ پی ٹی کی تربیت والی بال کبڈی وغیرہ وغیرہ کے کھیل ہمارے دماغ کو تازگی اور جسم کو توانائی بخشتے ہیں پکنک کے پروگرام ہمارے مزاج میں بالیدگی پیدا کرتے ہیں ان کھیلوں اور تفریحی پروگراموں کے ذریعہ ہمیں اس بات کی تربیت ملتی ہے کہ ہم ایک ساتھ مل جل کر کس طرح کام کریں۔ اشتراک اور تعاون کی فضا کس طرح پیدا ہو۔ ایمان داری اور دیانت داری کو ہماری زندگی میں کتنی اہمیت حاصل ہے۔ ان تمام پروگراموں میں انتظامات کرنے اور انتظامی صلاحیت کو ترقی دینے کے مواقع ہمیں ملتے ہیں۔

عزیز بھائیو! بورڈنگ ہاؤس بھی درس گاہ کا اہم شعبہ ہے جہاں اس وقت ۱۶۱ لڑکے مقیم ہیں یہ تمام ساتھی اپنے ماں باپ بہن بھائی کو چھوڑ کر دور دراز مقامات سے یہاں آئے ہیں ان سب کا مقصد اولین اسلامی کردار کا اپنے اندر پیدا کرنا ہے اتالیق حضرات بڑی دلسوزی کے ساتھ ان کی تربیت میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم اپنے پیارے ماں باپ کے ارمانوں اور اپنے مشفق اساتذہ کی توقعات کو پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی اور پیارے رسول کی خوشنودی

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

طلبہ کی تقریریں

سلور جوبلی

صدیق ظفر جیلانی دربھنگوی (۵-ب)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

جناب صدر بزرگو دوستو ماؤں اور بہنو

جب مسلمان ہجرت کر کے مکّے سے مدینہ پہنچے تو بہت دنوں تک ان میں سے کسی کے یہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی یہودیوں نے یہ افواہ اُڑا دی کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب ان کے یہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوگی، اس طرح اُن کی نسل ختم ہو جائے گی۔ ٹھیک اسی زمانے میں ایک مسلمان گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا، جس سے یہودیوں کی پھیلائی ہوئی افواہ نے دم توڑ دیا اور مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

اس نومولود فرزند کو لے کر اس کی والدہ محترمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بچے کو آغوشِ رسالت میں دے دیا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو گود میں لے کر خیر و برکت کی دعا دی، اور کھجور چبا کر بچے کے منہ میں ڈالی۔ اس طرح دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلی نعمت جو اس بچے کے منہ میں گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن تھا۔

حضرات! اس بچے کے باپ کا نام حضرت زبیر بن عوام تھا۔ جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی اور مشہور صحابی تھے۔ والدہ محترمہ کا نام حضرت اسماءؓ تھا جو حضرت صدیق اکبرؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں اور وہ بچہ عبداللہ بن زبیرؓ کے نام سے مشہور ہوا اور بڑے ہو کر تاریخ اسلامی میں اپنی شجاعت و بہادری کے تابندہ نقوش چھوڑ گیا۔

حضرات! حق گوئی و بے باکی، شجاعت اور دلیری حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ نے سب سے پہلے جنگ یرموک میں حصہ لیا۔ طرابلس بھی آپ ہی کے حسنِ تدبیر سے فتح ہوا۔ جب سیستان کی فوج کشی میں بھی آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوئے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرتے ہوئے چار سو سے زیادہ زخم کھائے۔ غرض یہ کہ آپ ہر معرکہ میں پیش پیش رہے۔

یہ آپ کی شجاعت و دلیری اور حق گوئی و بے باکی ہی تھی کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ راشدہ کو موروثی سلطنت بنانے کی کوشش کی تو آپ نے اس کے خلاف بڑے شدّ و مد سے آواز بلند کی اور یزید کو ولی عہد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یزید بھی آپ کو قابو میں نہ کر سکا۔ حضرت ابن زبیرؓ اس زور و قوت کے ساتھ بنی اُمیہ کے خلاف اٹھے کہ ان کی حکومت کی بنیادیں ہلا ڈالیں اور قریب قریب کل عالم اسلامی سے اپنی خلافت تسلیم کرالی۔

بزرگو اور دوستو! حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ چند سال تک کل دنیائے اسلام اور سات برس تک

حجاز و عراق کے حکمران رہے، یہ پوری مدت مختار ثقفی جیسے بے دین کی پامالی، خوارج کی سرکوبی اور بنی اُمیہ سے تیغ زنی میں گذری اور آخر میں حجاج بن یوسف کا بڑی شجاعت و پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

سامعین کرام! حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخ اسلام کا ایک ناقابلِ فراموش واقعہ ہے۔

جب عراق پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو گیا تو اس نے حجاج بن یوسف کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن زبیر کے مقابلہ کے لئے بھیجا، حضرت ابن زبیر حرم محترم میں پناہ گزیں تھے۔ جب مدد کے تمام راستے بند ہو گئے اور حجاج سے مقابلہ جاری رکھنے کی کوئی صورت نہ رہی تو آپ مشورہ کی غرض سے اپنی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت حضرت اسماءؓ کی عمر سو سال سے زیادہ کی ہو چکی تھی۔ جوان جوان بیٹوں اور پوتوں کی جدائی کے داغ اُٹھا چکی تھیں، دل و جگر چھلنی ہو چکے تھے۔ اب ابن زبیرؓ ہی ان کے بڑھاپے کا سہارا تھے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی بہادر ماں نے اپنے بیٹے کو جو جواب دیا اس پر مسلم خواتین کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

اے میری ماؤں اور بہنو! اُس دُکھیاری بوڑھی ماں کا جواب کان لگا کر سنو!

حضرت اسماء نے ابن زبیرؓ سے فرمایا۔ بیٹے تمہیں اپنی حالت کا اندازہ خود ہوگا۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کے لئے لڑتے ہو تو اب بھی اس کے لئے لڑو بیٹے! تمہیں کب تک دُنیا میں رہنا ہے ۔ جاؤ ۔! حق پر جان دے دینا دُنیا کی زندگی سے ہزار گنا بہتر ہے۔ اس فکر میں نہ پڑو کہ بنی اُمیہ تمہاری لاش کو مثلہ کر کے سولی پر لٹکا دیں گے، بیٹے ذبح ہو جانے کے بعد بکری کو کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی جاؤ خدا سے دعا مانگ کر اپنا کام پورا کرو، تم میری بھی فکر نہ کرو میں ہر حال میں صبر و شکر سے کام لوں گی۔ پھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن زبیرؓ کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ گلے لگانے میں اتفاق سے ابن زبیرؓ کی زرہ پر ہاتھ پڑ گیا، پوچھا بیٹا یہ زرہ کیسی پہن رکھی ہے جان دینے والوں کا یہ شیوہ نہیں ہے حضرت ابن زبیر نے زرہ اُتار پھینکی اور ماں سے رخصت ہو کر سیدھے میدان گئے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حجاج نے آپ کا سر قلم کر کے عبدالملک کے پاس بھجوا دیا اور لاش سولی پر لٹکوا دی۔ کئی دن بعد جب حضرت اسماءؓ کا اُدھر سے گذر ہوا۔ اُنہوں نے بیٹے کی لاش کو سولی پر لٹکے ہوئے دیکھا۔ تو فرمایا کہ ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اُترا؟" ؎

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
ان کی ماں نے نہ کیا رنج و اَلم کا اظہار

اتفاقات سے اک دن جو اُدھر جا نکلیں
لاش کو دیکھ کے بیساختہ بولیں یکبار

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مَرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار

جب عبدالملک کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے حجّاج کو نہایت سخت خط لکھ کر لاش واپس دلائی اور غمزدہ ماں نے غسل دلا کر اپنے نورِ نظر کو سپردِ خاک کرایا۔

بزرگو اور دوستو! حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے فضل و کمال کے مالک تھے۔ آپ کتاب و سنت کا زندہ نمونہ اور تعلیمات اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ نے بڑی بہادری کے ساتھ بنی اُمیہ کی ملوکیت کا مقابلہ کیا اور آنے والوں کیلئے اپنی شجاعت اور حق گوئی و بے باکی کی بے مثل داستان

(بقیہ صفحہ ۴۸ پر)

طلبہ کی تقریریں | عمیر منظور شمسی درجہ پنجم الف | سلور جوبلی

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ

بزرگو اور پیارے ساتھیو! آج میں آپ کو ایک ایسی خاتون کے کچھ واقعات سنانا چاہتا ہوں جن کی عالی ہمتی، صبر و شکر اور خدا کی راہ میں پیش قدمی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے بزرگوں میں ایسی عورتیں بھی ہوا کرتی تھیں کہ جن کی گرد کو آج ہم مرد بھی نہیں پہنچ پاتے۔

پیارے دوستو! یہ مبارک خاتون اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت اسماءؓ ہجرت سے ۲۷ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں اور ایمان لانے والوں میں ان کا اٹھارہواں نمبر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے والد محترم حضرت ابو بکرؓ صدیق اور رسول کریمؐ کے لئے ناشتہ تیار کیا ناشتہ باندھنے کے لئے وقت پر جب کوئی مناسب چیز نہ ملی تو آپ نے اپنے کمر کا پٹکا پھاڑا اور اس سے ناشتہ باندھا یہ ایک ایسا شرف تھا جو آپ ہی کے لئے مقدر تھا اسی لئے آپ کو ذات النطاقین بھی کہتے ہیں۔

مدینہ پہنچنے کے بعد جب حضور نے مکہ سے عورتوں کو بلوایا تو حضرت اسماء بھی آئیں یہاں عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے آپ انہیں لے کر حضور کے پاس آئیں اور ان کی گود میں صاحبزادہ کو ڈال دیا۔ حضورؐ نے عبد اللہ کے لئے دعا فرمائی اور منہ میں کھجور کچل کر اس کے لعاب کو حضرت عبد اللہ کے منہ میں ٹپکایا۔ حضورؐ کی دعا اور آپؐ کے لعاب دہن کی برکت تھی کہ جب حضرت عبد اللہ جوان ہوئے تو حضور کے اخلاق کا سر سے پیر تک نمونہ تھے۔

پیارے ساتھیو! حضرت اسماؓ بہت حلیم اور خاکسار تھیں۔ محنت و مشقت سے بالکل نہ گھبراتیں جب ان کا نکاح حضرت زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا وہ گھوڑے کو دانہ دیتیں، پانی بھرتیں اور جب چرسے کا ڈول کہیں سے پھٹ جاتا تو اسے سیتیں۔ حضورؐ نے حضرت زبیر کو ایک زمین دی تھی وہاں سے وہ کھجوریں کی گٹھلیاں چنتیں اور تین فرلانگ سے اپنے سر پر لاد کر لاتیں ایسی پر مشقت اور غربت کی زندگی کا تقاضہ تھا کہ آپ ناپ تول کر ہر چیز خرچ کریں۔ لیکن اتفاق سے اس بات کو حضورؐ نے کہیں دیکھ لیا تو آپ نے ناپ تول کر خرچ کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ پھر خدا بھی تمہیں ناپ تول کر دے گا۔ اس وقت سے آپ نے اس عادت کو چھوڑ دیا اور یہ واقعہ ہے کہ پھر کبھی تنگدستی کبھی نہیں ہوئی۔

دوستو! حضرت اسماؓ ایک بہادر خاتون تھیں سعید بن عاص کے دورِ حکومت میں جب بہت بد امنی ہوگئی تو آپ اپنے پاس ایک خنجر رکھنے لگیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کس لئے؟ فرمایا کہ اگر کوئی چور اچکا آگیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی، خیر یہ تو ان کی ہمت اور جرات کا معمولی واقعہ ہے لیکن ان کے صبر و ضبط کا وہ غیر معمولی واقعہ جو تاریخ کا

طالب علم چودہ سو سال سے کتابوں میں پڑھتا چلا آرہا ہے بھلایا نہیں جاسکتا۔

بزرگو اور دوستو! اور میری بہنو! تم بھی ذرا غور سے سنو۔ جب عبدالملک بن مروان نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کرلیا تو عبداللہ بن زبیر ماں کے پاس آئے، وہ بیمار تھیں۔ پوچھا آپ کیسی ہیں؟ بولیں بیمار ہوں۔ کہا، آدمی کو مرنے کے بعد آرام ملتا ہے۔ حضرت اسماء نے کہا شاید تم کو میرے مرنے کی تمنا ہے لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی میری آرزو یہ ہے کہ یا تو تم لڑکر قتل ہو جاؤ اور میں صبر کروں۔ یا پھر تم کامیاب ہوکر لوٹو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ عبداللہ بن زبیر نے ماں کی اس بات کو سنا اور ہنستے ہوئے باہر چلے گئے۔ پھر میدان جنگ میں پہنچ کر بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حجاج بن یوسف شامی فوج کا سردار تھا اس نے آپ کی لاش کو سولی پر لٹکوادیا۔ تین دن بعد حضرت اسماء کنیز کو لے کر بیٹے کی لاش پر آئیں، لاش الٹی لٹکی ہوئی تھی اس دردناک منظر کو بڑے صبر کے ساتھ دیکھا پھر بولیں۔ "کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا؟"

حجاج کو معلوم ہوا کہ ماں بیٹے کی لاش دیکھنے آئی ہے تو آدمی بھیجکر انہیں بلوایا لیکن آپ نہیں گئیں۔ اس ظالم نے پھر پیغام بھیجا کہ اگر تم نہ آئیں تو اب تمہیں بالوں سے کھینچکر یہاں لایا جائے گا۔ آپ نے پھر انکار کردیا۔ وہ خود آیا اور بولا کہو! میں نے تمہارے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ آپ نے فرمایا تو نے اس کی دنیا بگاڑ دی اس نے تیری عاقبت کو خراب کردیا سن، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم کو دیکھ رہی ہوں۔ حجاج یہ حدیث سن کر چپکا اٹھ کر چلا آیا۔

چند دنوں کے بعد حجاج نے لاش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھنکوا دی۔ حضرت اسماء نے بیٹے کی لاش کو گھر منگوایا۔ ان کا جوڑ جوڑ الگ تھا۔ نہلاتے وقت جس عضو کو ہاتھ لگایا جاتا وہ ہاتھوں میں اٹھ آتا۔ حضرت اسماء نے بڑے صبر سے اس منظر کو دیکھا پھر فرمایا۔ "خدا کی رحمت انہیں پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔"

حضرت اسماء کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ جب تک عبداللہ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے چنانچہ ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ آپ بھی اپنے صاحبزادہ سے جا ملیں۔ اس وقت ان کی عمر سو سال تھی۔

عزیزو! یہ ہیں تاریخ کی وہ زندہ جاوید خاتون کہ جو ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کے واقعات قیامت تک دہرائے جاتے رہیں گے۔

خدا پرستی کا بقیہ صفحہ ۵

کی راہ ہے۔ ہر ایک کے حقوق و فرائض ادا کرنے کی راہ ہے ہمیشہ اسی راہ پر چل کر انسان کے مسائل حل ہوئے ہیں اور آج بھی اسی راہ پر چل کر مسائل حل ہو سکتے ہیں ان الدین عند اللہ الاسلام اور اس راہ کو چھوڑ کر کسی طرح اس کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

● استاد (شاگرد سے) جب سیلاب آئیگا تو کیا کروگے؟
شاگرد: دروازہ بند کرلوں گا۔
خالد خوذان الکھیم پوری (ششم ب)

فضیل اقدس درخشگوی درجہ ششم (ب)

سلور جوبلی

خدا پرستی تمام مسائل کا حل ہے

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ
الذین اصطفیٰ

جناب صدر! بزرگانِ ملت! اور رفقاءِ کرام
میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، میں کیا ہوں؟
ایک چھوٹا سا، اور بظاہر بالکل حقیر سا، وجود
مگر سامعین! میں اپنے خالق کی شاہکار مخلوق ہوں، میں وہ ہوں جسے فرشتوں نے سجدہ کیا، جو علمی مقابلے میں فرشتوں سے بازی لے گیا۔ جسے زمین کی خلافت سے سرفراز کیا گیا۔

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت
والارض والجبال فابین ان یحملنہا
واشفقن منہا وحملہا الانسان
انہ کان ظلوماً جہولا ٥

لیکن سامعین گرامی! جب یہی ظالم اور جاہل انسان خدا سے وفاداری کے بجائے سرکشی اور بغاوت اختیار کرتا ہے اس کی فرمانبرداری کے بجائے نافرمانی پر کمر باندھتا ہے تو پھر جانوروں سے بھی گیا گزرا ہو جاتا ہے

اولٰئک کالانعام بل ھم اضل سبیلا ٥

اور پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

ثم رددنٰہ اسفل سافلین ٥
(پھر ہم نے اس کو نیچوں سے نیچے پھینک دیا)

حضرات! یہ شاہکار مخلوق، یہ بارِ امانت اٹھانے والی ہستی، یہ باغی و سرکش انسان، یہ ظالم و جاہل وجود، اضداد کا مجموعہ ہے۔ اس کی زندگی مسائل کا اکھاڑا ہے۔ اس کا جیون سمسیاؤں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی حیات ہزار قسم کی الجھنوں میں مبتلا ہے

فکرِ معاش، عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں
اس مختصر حیات میں کیا کیا کرے کوئی

حاضرین کرام! انسان ہزار قسم کے مسائل سے دوچار ہے اس کے نظریات کا مسئلہ ہے۔ اس کی ذہنی الجھنیں کیسے دور ہوں اس کے فکر کی گتھیاں کیسے کھلیں؟ اسے سکون کیسے ملے؟

انسان کے اخلاق و عادات کا مسئلہ ہے وہ کیسے اخلاق کا حامل بنے وہ کیسی عادتیں اختیار کرے؟ کن اوصاف کو اچھا یا برا شمار کرے، اس کے کردار، کیریکٹر، اور سیرت کو بنانے والی کیا چیزیں ہیں جن سے وہ اپنی زندگی کو آراستہ کرے۔ اور بگاڑنے والی کیا چیزیں ہیں جن سے وہ اپنی زندگی کو بچانے اور پاک رکھنے کی کوشش کرے۔

انسان کا ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنا اور کائنات کا کسی کو خالق مالک اور حاکم مانے یا نہ مانے؟ اور اگر مانے جبکہ اس کو ماننا ہی چاہیے کیوں کہ خدا کو مانے بغیر چارہ نہیں۔

نظامِ عالم بتا رہا ہے کہ ہے اک اس کا بنانے والا
ظہورِ آدم دکھا رہا ہے کہ دل میں ہے کوئی آنے والا (اکبر)

بہرحال خدا کو ماننے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان

اسکی عبادت اور پوجا پرستش کرے یا نہ کرے اور اگر عبادت کرے تو اس کا طریقہ کیا ہے ۔ پوجا کی صحیح صورت کیا ہے ؟ پرستش کا عمدہ طریقہ کیا ہے بندگی صرف مسجد مندر اور عبادت گاہوں تک محدود ہے یا پوری زندگی میں بندگی کرنا چاہیئے ۔

حضرات ! انسان کا رہن سہن کیا ہو ؟ وہ گھر والوں کے ساتھ کیسے پیش آئے ۔ اور باہر والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے بڑوں کا اس پر کیا حق ہے ؟ اور چھوٹوں کا حق کیا ہے ۔ اسی طرح پڑوسیوں کے ساتھ ، شہر اور قوم کے لوگوں کے ساتھ وہ کیسے رہے اور بسے ؟

انسان اپنی روزی کس طرح کمائے اور کس طرح نہ کمائے پھر وہ اپنی کمائی کو کس طرح اور کہاں خرچ کرے اور کہاں خرچ نہ کرے ۔ اس کی کمائی میں دوسروں کے کیا حقوق ہیں اور دوسروں کی کمائی میں اس کے کیا حقوق ہیں ۔؟

ساتھیو اور دوستو ! ان معاشی اور معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ انسان کا سیاسی مسئلہ ہے وہ کسے حاکم مانے ؟ وہ حکومت کا کون سا ڈھنگ اختیار کرے ؟ سرمایہ دارانہ نظام جاگیرداری ؟ شخصی اور خاندانی حکومت ؟ فسطائیت ؟ سیکولرازم ؟ سوشلزم ؟ جمہوریت اور جنتا راج ؟ رام راج اور حکومت الٰہیہ ؟ آخر کون سا طرز حکومت اختیار کرے ؟ اس کی فلاح کس میں ہے ؟

انسان کے بین الاقوامی تعلقات کیسے درست ہوں اور انٹرنیشنل الجھنوں کو حل کرنے کے لئے کیا بنیادیں ہوں ؟

دوستو اور بزرگو ! ان سب مسائل کے علاوہ انسان کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ آخرت میں اسے نجات کیسے ملے ؟ تاکہ ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ رہے اور ہمیشہ کے سکھ اور چین کی زندگی سے ہمکنار ہو سکے ۔

سامعین کرام ! آج ہمارے تمام مسائل الجھے پڑے ہیں ہماری سمسیائیں ہمیں پریشان کر رہی ہیں ۔ ہم ان الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں ان سے ہمارا نکلنا مشکل نظر آتا ہے ۔ آخر ان مسائل کا حل کیا ہے ؟

میسّر ہو اگر ایمان کامل
کہاں کی الجھنیں کیسے مسائل (حفیظ)

سامعین کرام ! انسان نے اپنے ان بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمیشہ سوچا ہے ۔ اپنی عقل نارسا سے ہمیشہ اپنی الجھنیں دور کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اپنے مشاہدے اور تجربے سے گتھیاں سلجھانے کی کوشش کی ہے ۔

لیکن ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حضرات ! انسان اپنے تراشے ہوئے افکار و نظریات اپنے گھڑے مذاہب اور نظاموں کے بھنور میں غوطے کھا رہا ہے ۔ درحقیقت اس کے تمام مسائل کا حل سچی خدا پرستی ہی ہے اس کی تمام سمسیاؤں کا حل سچی ایشور بھگتی میں ہے ۔ اس کی تمام الجھنوں کا مداوا خدا کی حاکمیت میں ہے ۔

ہزار بار سہاروں کو ٹوٹتے دیکھا
بجز خدا کے زمانے کا آسرا معلوم (ابن حسن)

ساتھیو اور دوستو ! خدا پرستی ہی تمام مسائل کا حل ہے کیوں کہ الحاد اور شرک پر مبنی تمام نظام ناکام ہو چکے ہیں اور انسان کے مسائل جوں کے توں باقی ہیں ۔

لامذہبی سے ہو نہیں سکتی فلاح قوم
ہرگز گذر سکیں گے نہ ان منزلوں سے آپ (اکبر)

تاریخ میں جب بھی خدا پرستی کی بنیاد پر مسائل کو حل کیا گیا ہے اس کا نتیجہ ہمیشہ یہی نکلا کہ انسان کے مسائل حل ہوئے معاشرہ انسانیت سے ہمکنار ہوا ۔ خدا پرستی کی راہ کائنات سے آشتی کی راہ ہے ۔ اپنے خالق ، مالک اور حاکم سے وفاداری کی راہ ہے انسانوں اور انسانیت کے درمیان بھائی چارہ

سلور جوبلی

انسان

قدرت کی صناعی کا بے مثال نمونہ

سعید الرحمن لکھیم پوری
(درجہ ہشتم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم ۔

جناب صدر، حاضرین کرام اور عزیز ساتھیو!

میری تقریر کا عنوان انسان ہے ۔ وہی انسان جو قدرت کی صناعی کا بے مثال نمونہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم ہ

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے ۔ ذرا انسانی جسم کے پیچیدہ کارخانے پر غور تو کیجئے کہ ایک ۵، کلو وزن کے آدمی میں، ۵ گیلن پانی، 12 کلو کاربن $3\frac{1}{2}$ کلو چونا، ایک کلو فاسفورس دو اونس نمک، چوتھائی اونس لوہا، چوتھائی اونس شکر اور قلیل مقدار میں پوٹاسیم ۔ سلفر ۔ میگنشیم، فلورین، آیوڈین اور ۲ کلو نائٹروجن $\frac{1}{2}$ ۶ کلو ہائیڈروجن آکسیجن ہیں ۔ ان مادوں سے انسانی جسم بنا ہے اسی وجہ سے مشہور عالم حیاتیات ہیکل نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے ہوا، پانی کیمیائی اجزا اور وقت دو میں ایک انسان بنا دوں گا ۔ مگر وہ یہ بھول گیا کہ انسان کو وجود میں لانے کے لئے ناقابلِ مشاہدہ ایٹم چاہئے ۔ پھر ان کو ترتیب دے کر جسم بنانا ہوگا اور اس کو زندگی دینی ہوگی جو کبھی بھی انسان کے بس کی بات نہیں ہے ۔

حضرات! انسانی جسم مختلف نظاموں یعنی (۔ systems) میں منقسم ہے جن میں ایک نظام دوران خون ہے شریانوں اور وریدوں کا ایک عظیم جال تمام جسم میں پھیلا ہوا ہے ۔ جس کے ذریعے خون جسم میں گردش کرتا رہتا ہے ۔ ہم جسے خون کہتے ہیں اس میں تین خاص اجزا ہوتے ہیں ۔ جسے پلازما سرخ کارپلز اور سفید کارپلز کہتے ہیں ۔ خون کے سرخ ذرات میں لوہے کا مرکب ہیموگلوبن رہتا ہے جو پھیپھڑوں سے آکسیجن جذب کرکے جسم کے ہر سیل تک پہنچاتا ہے عموماً سرخ کارپلز تقریباً ہر تیسرے ہفتے کے بعد مرتے رہتے ہیں اور نئے ذرات ہڈیوں سے تیار ہوکر خون میں شامل ہوتے رہتے ہیں اسطرح دوران خون کا نظام نہایت درجہ اہم ہے ۔ لیکن اس سے بھی اہم ترین چیز ہمارا اعصابی نظام ہے ۔ جس کی وجہ سے ہم حرکت کرتے سنتے، دیکھتے، چکھتے اور سونگھتے ہیں ۔ یہ کام تمام جسم میں انتہائی باریک قسم کے عصبی ریشوں کے ذریعے عمل میں آتا ہے ۔ جس کا جال پورے جسم میں پھیلا ہوا ہے ۔ اور جس کا مرکز ہمارا دماغ ہے ۔

انہیں پر حواس خمسہ کا دار و مدار ہے ۔ زبان میں تین ہزار گرم خانے اور ڈھائی لاکھ سرد خانے موجود ہیں ۔ یہ سب خانے دماغ کو اطلاع دیتے رہتے ہیں ۔ ان اعصاب میں خبریں اور احکام تقریباً چار سو فٹ فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتے ہیں ۔

دوستو! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انسان کا خون ہمیشہ بدلتا رہتا ہے ۔ اس کے خلیوں میں البومن کے سالمے بنتے رہتے ہیں اور گھٹتے رہتے ہیں ۔ اور تقریباً ہر چھ ماہ آدمی کا خون بالکل نیا ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح انسانی گھلنے

(بقیہ صفحہ ۵۴ پر)

صوفیائے کرام کی خدمات

سلور جوبلی

احتشام الحق
منشی (درجہ ششم الف)

طلبہ کی تقریریں

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ
والسلام علیٰ رسولہ الکریم
بزرگو اور بھائیو!

خدائے یگانہ اور خالق یکتا نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیا کا سلسلہ جاری فرمایا وہ اللہ کی کتابیں لائے اسلام کی روشنی پھیلتی رہی یہاں تک کہ عالمی سطح پر نور کا اتمام ہوا
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دل وجان ومال سے اسلام کی تبلیغ کی اسلام کی جاذبیت یورپ سے چین تک بحر ظلمات سے بحر الکاہل تک دلوں کو جیتتی چلی گئی لیکن جب صحابہ کا دور ختم ہونے پر آیا تو خلافت کے بجائے ملوکیت کے آثار نمودار ہونے لگے۔ کربلا کی زمین اسلام کی لالہ زاری استبداد نے پیر پھیلائے اقتدار کا نشہ چڑھا تو سعید ابن جبیرؒ اور سعید بن مسیبؒ جیسے پاک دل، مقدس ذہن والوں نے آندھیوں سے اس چراغ کو بجھنے نہ دیا۔ شہدا نے اپنے خون کے قطروں سے اس کے کھیتی کو سینچا اسلام کی جاذبیت اور دلکشی زندہ چلتی پھرتی نظر آتی رہی ان حضرات نے اپنا حق ادا کر دیا۔

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ
وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ
وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

حضرات! اسلام کی عبادتوں کی جاذبیت، دلکشی، جزا کی امید سزا اور یوم آخرت کا خوف دلوں کو گرماتا رہا۔
انسانی مساوات اسلامی اخوت کی اثر انگیزی قائم رہی سرخ وسپید ہو یا چپٹی، گندمی ہو یا کالا کلوٹا سب کی برابری اور امت مرحومہ کی برادری نے دلوں کو موہ لیا۔

رفتار زمانہ کے ساتھ اس مقدس ماحول کا دائرہ سکڑتا نظر آیا اسلام تو غربت ہی میں پھلتا پھولتا ہے۔ شہنشاہیت کی من مانی بڑھتی رہی تو ائمہ نے دین کی تشریح کی استبداد نے بازو اکھڑوا دیئے۔ قید وبند میں کسر نہ چھوڑی شفاء للناس دینے والوں کو زہر پلا دیا گیا کوڑے برسائے گئے۔ لیکن یہ نور پھیلتا رہا روشنی ظلمتوں میں جگمگاتی رہی۔

حضرات! مفاد پرستی کی وجہ سے موانع بڑھے یہاں تک کہ خانقاہ نشینوں نے اسلام کی تبلیغ کو اوڑھنا بچھونا بنایا اور بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً کے دامان پر کمر بستہ ہو گئے۔

ہم نے اپنے آشیانہ کے لئے
جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

سامعین کرام! ان کی صداقت سے مرعوب ہو کر ڈاکوؤں لٹیروں نے جرائم سے توبہ کی راہزن رہبر بن گئے۔ اور قبیلے کے قبیلے دین حنیف کے دائرے میں آتے چلے گئے۔

یہ حضرات صوفیائے کرام ظلمت کدوں میں دلیرانہ گھستے چلے گئے۔ ان کے ہاتھ میں نہ تیر تھا نہ کمان نہ تلوار تھی نہ بلم نہ بھالا نہ توپ نہ تفنگ تھے نہ میزائل نہ بم بلکہ اللہ کی رضا

حاصل کرنے کی لگن اور محمدؐ کا پیغام پھیلانے کی دھن ان پر چھائی ہوئی تھی ان کے خلوص نے بہادروں کو حبشیوں کو خواہ ترک تھے یا منگول، افغانی تھے یا تورانی حبشی تھے یا صحرائی ہندوستان کے راجپوت تھے یا چینی اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا اور یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ان قوموں میں کسی کو بھی بزدل نہیں کہا جا سکتا

حضرت خواجہ اجمیری رحؒ کے پاس کون سی فوج تھی کہ لوگ راجپوتانہ سے ہندوستان کے دور دراز گوشوں تک میں بھی ان کے مریدین کی تبلیغ کے ذریعہ خدائے واحد کے سامنے سرنگوں ہوگئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کے پاس گوالیار کے قلعہ میں اور مولانا تھانیسری کے پاس انڈمان میں اسلام کی جاذبیت کے علاوہ کون سا ہتھیار تھا کہ قیدیوں تک نے اسلام قبول کر لیا۔

سامعین کرام! بادشاہوں کی فتوحات تو مٹ گئیں نہ اندلس باقی ہے نہ صقلیہ نہ یونان نہ رومانیہ مگر تبلیغی کارنامے ابھی تک زندہ ہیں۔

حضرات! یہ پاک نام کہاں تک گناؤں ہندوستان کے گمنام گوشوں تک میں بھی انہیں حضرات صوفیائے کرام کے مبارک قدموں کے طفیل میں اسلام کی روشنی پھیلی کہیں چلے جایئے چند میل نہ چلیں گے کہ کوئی نہ کوئی شہید، کوئی نہ کوئی اللہ کا ولی آرام کرتا ہوا اور اس وطن عزیز کی خاک میں سوتا ہوا ملے گا لیکن زبانِ حال سے وہ خاک کہہ رہی ہوگی۔

"گرد رہ تو ملتی ہے کارواں نہیں ملتا"

اے کاش! ان کے موجودہ جانشین حضرات یہ فریضہ ادا کرتے رہتے۔

یہ تھیں وہ مبارک ہستیاں جو اپنا کام کر گئیں۔

"دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے"

پیارے بھائیو! اب تو اللہ کے کرم کو تمہارا انتظار ہے آگے بڑھو نئے صبح و شام کو تمہاری سخت ضرورت ہے ایثار کی چاہت ہے تن آسانی تن پروری چھوڑ دو اللہ کی رسی مضبوط تھام لو مگر ہاں صبر و استقامت اور جذبِ صادق مطلوب ہے

"پسر خلیل کی سیکھ ادا جو ہے ذبح ہونے کی آرزو
کہ چھری مڑ کے تو مڑ کے مگر نہ سر کٹے پلٹے ترا گلا"

اور پھر اللہ کا وعدہ یاد رہے۔ اس سے بڑھ کر کس کا وعدہ سچا ہے۔

بقیہ صہ ۵۲ (انسان قلندرؒ کی صفائی کا نمونہ)

اپنے آپ کو ہر آن بدلتے رہتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر دس برس بعد جسم کے تمام ایٹم بدل جاتے ہیں۔ گویا اس ظاہری جسم پر خاتمہ کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ لیکن اندر کا انسان اپنے اصلی روپ میں باقی رہتا ہے۔ اس کا علم اس کا حافظہ اس کی عادتیں آرزوئیں اور خیالات باقی رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ خود کو ویسا ہی سابق انسان محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ چند سال پیشتر تھا۔ حالانکہ ناخن سے لیکر اس کے سر کے بال تک ہر ایک چیز بدل چکی ہوتی ہے

پیارے ساتھیو! ہر آدمی اپنے وجود کا اظہار نیت قول اور عمل کی شکل میں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں سے خوب واقف ہے۔ ہمارے اقوال کو بھی رکارڈ کیا جا رہا ہے۔ غرض عالمی پیمانے پر کائناتی نظام کے تحت ہر انسان کی زندگی فلمائی جا رہی ہے

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ

جب یہ تمام رکارڈس سب سے بڑی عدالت میں حساب کیلئے پیش ہوں گے تو اس وقت آدمی کہے گا۔

مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا

یعنی یہ کیسا دفتر ہے جس نے میرا چھوٹا بڑا کوئی کام بھی درج کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ ایسے ہی ہم اپنے تئیں اپنے اقوال اور اپنے اعمال کو درست کریں تاکہ ہمارا رکارڈ اچھا رہے اور ہم آخرت کی رسوائیوں سے محفوظ رہیں آمین

طلبہ کی تقریریں

قوة الإيمان

عرفان الرحمٰن حیدرآبادی
درجہ ششم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين سيدنا محمد النبي الامين وعلى آله وصحبه ومن تبع هداهم الى يوم الدين.

اما بعد ـــ فاعلموا ـــ يا زملائي أن قوة الايمان هي اوضح طريق لاحقاق الحق وغلبته، فما اجمل أن تسير القوة والحق جنبا الى جنب فنشر الدعوة الاسلامية فرضها الله علينا وعلى سائر المسلمين كما فرض الصوم والصلوٰة والزكوٰة والحج وفعل الخير وترك الشر ولعلكم تعلمون ـ ايها الاخوان ان الله اذا اراد بقوم خيرا او حياة سعيدة طيبة هداهم إلى الجد والجهاد في سبيل نشر الدعوة الاسلامية والزمهم اياها ولم يعذر في ذلك احدا فيه قوة واستطاعة.

"انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله" والهم في قلوبهم اتباع اولي الامر علماء الاسلام الذين اوتوا من العلم الحقيقي والعمل الصالح والاخلاق حظا وافرا ووفقهم للتضحية والاقتداء فيما هم فيه بصدد من اعلاء كلمة الله العليا.

واما اذا اراد الله بقوم سوءا بما كسبت ايدي الناس اضلهم واصمهم واعمى ابصارهم وصرفهم عن طريق الهداية وبدد جمعهم وشتت شملهم واغرى بعضهم على بعض فلا يزدادون الا تبارا ولا يجدون على عباد الله الصالحين سبيلا ولعلكم تعلمون ـــ ايها الزملاء ايها الاخوان ايها الشبان انما المدار للفتح والهزيمة ليس على الكثرة والقلة ـ انما العزة لله ولرسوله ولمن آمن به ولو كانوا قليلا فالله ينصر الذين يتبعون امرهم ويقتدون بسنة نبيهم والتاريخ يدل على ما اقول. فانه كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله.

فاذا تأملتم تاريخ المسلمين السابقين الاولين، والذين يلونهم ثم الذين يلونهم يتضح لكم جليا انهم اذا كانوا مأة ومأتين كان الله ينصرهم على اعدائهم. فدمروا الفساد وعمروا البلاد.

فمالي ارى وترون، ايها الاخوان! المسلمين آلافا وآلاف آلاف وملائين في هذا الزمان ولكن الله لا ينصرهم ولا ينالهم رحمة من ربهم اقول والحق اقول إن اكثرهم نبذوا كتاب الله وراء ظهورهم ورغبوا عن سنة نبيهم وانهم وان يقولون" الله ربنا ومحمد نبينا والاسلام ديننا والجهاد سبيلنا ورضي الله اسمى امانينا ولكنهم يقولون بافواههم ما ليس في قلوبهم ونسوا الله كالذين نسوه فصاروا الى ما صاروا ـــ فهبوا يا اخواني! نعمل على تربيتنا لاقامة الدين القيم. ۵

فالمسلمون حياتهم في دينهم ❊ ما استمسكوه وذلهم إن اجمعوا

سلور جوبلی
طلبہ کی تقریریں

محمد اجمل خان
(بجرانوی)
درجہ ششم الف

نبذة من سيرة ابي بكر الصديق
رضي الله عنه

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى اصحابه اجمعين اما بعد — إخواني الأعزاء! اني اريد ان القى امامكم خطبة موجزة على عنوان ابي بكر الصديق رض — ايها الاخوان! كان ابوبكر الصديق رض رجلا كريما رقيق الطبع لا يغلبه الهوى ولا تتملكه الشهوة، حسن الحديث لطيف المعاشرة مالفا لقومه يحبونه لعلمه وتجارته وحسن معاشرته معهم وفا بينهم بالصدق والامانة وصفاء النفس لذلك نجحت تجارته نجاحا كبيرا وبلغ مدخره قبل الاسلام اربعين الف درهم — اخواني! كان رسول الله وابوبكر الصديق صديقين حميمين لا يفترقان الا لضرورة من عمل او سفر.

ولما دعا رسول الله ابا بكر الصديق الى الاسلام فلم يتردد في اجابة داعي الله فكان اول الرجال إسلاما واسرعهم استجابة لدعوة الرسول ولم يكن يتوقع منه غير ذلك فهو الرجل الوحيد الذي عرف محمدا حق المعرفة قبل الرسالة وعلم بخصائص النبوة ومعالم الرسالة، وزاد صدق ابي بكر الصديق في الايمان بمحمد ورسالته والعلاقة بين الرجلين متانة وقوة — فقد دعا الى الاسلام خاصة اخوانه وصفوة اهله وودائه فاسلم على يديه رهط كبير من عظماء الاسلام ؛

ايها الاخوان! كان ابوبكر الصديق رض رفيقا في هجرة رسول الله الى المدينة المنورة وقال رسول الله لابي بكر الصديق اذ هما في الغار،

"رحمك الله من صديق صدقتني حين كذبني الناس ونصرتني حين خذلني الناس وآمنت بي حين كذبني الناس وآنستني في وحشتي فاي منة لاحد على كمثلك".

وصار ابوبكر الصديق بمنزلة الوزير الاول للرسول يستشيره في كل امر ويعرض عليه كل تدبير ويستند به لمهام الشئون ويحيل عليه كبريات المسائل فلم تمر حادثة او ناقش امر ولابي بكر فيه رأى وتفكير، يا ايها الاخوان! بعد وفاة رسول الله قد بايع الناس على يد ابي بكر الصديق رض، وكان ابوبكر جديرا بهذا المنصب الجليل. ايها الاخوة! نحن نستطيع أن نقدم حياة ابي بكر امام حكام الدنيا في حياته الساذجة اسوة حسنة لنا ولكم — اخواني! مرة جاء ذو الكلاع ملك حمير من اليمن على ابي بكر واقبل عليه في سلطانه الغالب وزينته الباهرة. يضع على رأسه تاجه الذهبي ويلبس مطارف الحرير موشاة بالذهب وورائه الف عبد يخفضون رقابهم هيبة لجلاله ولكن حين وصل الى المدينة وطلب لقاء الخليفة في ايوانه - دهش لانه لم يجد لابي بكر قصرا ولا حراسا ولا حاجبا ولا حاشية بل وجد رجلا يلبس قميصه المتواضع فوق بدنه دون شعار ووقار فتضاءل بجاهه المعتد في عينه ونزع عنه ما

تھرڈ کا ڈبہ ___ جو اب سیکنڈ ہو گیا ہے

دلاور فگار

ڈبہ میں کوئی لیٹا تھا بیمار کی طرح
کوئی پڑا تھا سایۂ دیوار کی طرح
سہما ہوا تھا کوئی گنہگار کی طرح
کوئی پھنسا تھا مرغِ گرفتار کی طرح

محظوظ ہو رہا تھا کوئی اپنے پاؤں سے
جوتا بدل گیا تھا کسی کا کھڑاؤں سے

کچھ لوگ آسمان پہ نشیمن بنائے تھے
کچھ ان کے نیچے فرش پہ دھونی رمائے تھے
کچھ لوگ ساتھ بچوں کی ایک فوج لائے تھے
کچھ ان میں ان کے اپنے تھے باقی پرائے تھے

کچھ لوگ یوں پڑے تھے کیے برتھ کنٹرول
گویا کہ پوری برتھ وہی لے چکے تھے مول

ایک ٹانگ پہ تھا کوئی بہ مشکل کھڑا ہوا
کھڑکی کے درمیان تھا کوئی اڑا ہوا
سختی سے کوئی اپنی جگہ پر جڑا ہوا
دروازہ پر کسی کا جنازہ پڑا ہوا

یہ لاش ہاتھرس کے کسی نوجواں کی ہے
کیا جانے اس غریب کی مٹی کہاں کی ہے

کوئی پکارتا تھا میری جیب کٹ گئی!
کہتا تھا کوئی میری نئی پینٹ پھٹ گئی!
ڈبہ میں سارے پردوں کی دیوار ہٹ گئی
ریشِ سفید زلفِ سیہ سے لپٹ گئی

جنتا نے ایکتا کا نمونہ دیا یہاں
پنڈت سے ایک اچھوت گلے مل لیا یہاں

پاخانہ پر تھا قبضہ جمائے ہوئے کوئی
باہر کرم کی آس لگائے ہوئے کوئی
ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبائے ہوئے کوئی
نیکر میں اپنا مال چھپائے ہوئے کوئی

کپڑے میں کوئی بوئے طہارت لیے ہوئے
کوئی بغل میں مالِ تجارت لیے ہوئے

ڈبہ میں شکل بیچ کے بویا ہوا کوئی!!!
کھڑکی سے بائی فورس سمویا ہوا کوئی
اللہ میاں کی یاد میں کھویا ہوا کوئی
اور ٹی ٹی ای کے خوف سے سویا ہوا کوئی

فرضی اُڑان میں بھی وہ فراٹے واہ وا۔
مصنوعی نیند میں بھی وہ خراٹے واہ وا۔

سائنس، آرٹ، شعر و سخن، فلسفہ ادب!
تھے زیرِ بحث ایک ہی ڈبہ میں سب کے سب
غالب کے شعر پر کہیں تنقید بے سبب
اندرا کی پالسی پہ کہیں طنز زیرِ لب

موسم پہ تبصرہ کہیں بارش پہ تبصرہ
کھجلی پہ تبصرہ کہیں خارش پہ تبصرہ

ایک بابو جی ٹپک پڑے کھڑکی سے کود کر
ایک سوٹ کیس آتا ہے ہشیار و باخبر
ایک اور ہولڈال گرا سر بچاؤ سر
بھوپال پہ مجھے بھی اترنا تو تھا مگر!

اب سوچتا ہوں جانا پڑے گا الٰہ آباد
اردو نہ پڑھ سکا تو میں پڑھ لوں گا ناگری

سید منظور الحسن ہاشمی ناظم درسگاہ

ڈرامہ

عزائم

کردار

کردار	اداکار	جماعت
نصرت	محبوب احمد	ہشتم
رشید I	تسنیم احمد	ہفتم
رشید II	عمران محمود	ہشتم
ڈاکٹر ناصر	عقیل احمد	"
ساجد	محمد یعقوب رحمانی	"
شاہد (بچہ)	مہروز شاہ	پنجم ب
فیروز	سرفراز احمد شمسی کلکتوی	پنجم الف
کاشتکار	سعود عالم	ششم ب
منشی صاحب	احمد احمد آبادی	پنجم الف
زبیر	شاہد احمد لکھیم پوری	ہشتم
امجد	شعیب الرحمٰن	پنجم ب
نوید	محمد اسلم دھنبادی	ششم الف
سلیم	شاہد کلیم حیدرآبادی	ششم ب
پہلا زخمی	رضوان احمد	پنجم ب
دوسرا زخمی	ریاض عمر دھنبادی	پنجم الف
تیسرا زخمی	تسنیم احمد	ہشتم
چوتھا زخمی	سلمان محمود	"
خیال ۱، ۲	اجمل خاں، شاہد کلیم صدیقی	

پہلا سین

ایک بڑے شہر کے ایک بڑے مکان میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے، جس میں کرایہ سے چار طلبہ رہتے ہیں کھانے کا انتظام خود ہی سب مل کر کرتے ہیں۔ دن بھر اپنے اپنے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھتے ہیں اور شام میں ایک نظم کے مطابق اپنا کھانا خود ہی تیار کرتے ہیں۔ رات میں اسٹڈی کرنے کا وقت ملتا ہے۔ صبح میں تفہیم القرآن کا اجتماعی مطالعہ ہوتا ہے۔ اس کے مطالعہ نے ان کے کردار میں پاکیزگی اور عزائم میں بلندی پیدا کردی ہے۔ ان کے بلند عزائم میں ایک منصوبہ یہ بھی ہے کہ اپنے وطن اسلام نگر کو ایک نمونہ کی اسلامی بستی بنائیں

آج صبح جب نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے تو انھوں نے شاہراہ کے کنارے ایک زخمی کو پڑا ہوا دیکھا۔ اسے اٹھا کر وہ لے آئے۔ مرہم پٹی کی۔ وہ بڑی دیر تک بےہوش پڑا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک چارپائی پر لیٹا ہوا ہے اور اس کے قریب ایک ایسا نوجوان بیٹھا ہے جو بہت ہی خوش اخلاق اور بڑا ہی ہمدرد ہے۔

(نصرت اور رشید قریب کھڑے ہیں)

ساجد۔ آہ۔ اُف ... میں کہاں ہوں ... تم ... کون ہو

... یہ گھر... کس کا ہے..... یہ ... مرہم پٹی ... کس نے ... کی ہے ؟....

میں کیسے ... زندہ بچ گیا ...

ٹرک ! ...

خوفناک ٹرک !! ... کتنا بھیانک حادثہ ...

نصرت :۔ کیا آپ کسی ٹرک سے ٹکرا گئے تھے ؟

ساجد :۔ شاید ایسا ہی ہوا ہو ۔ آہ ۔ اوہ

نصرت :۔ کیوں ۔ آپ کو خبر نہیں یہ حادثہ کیسے پیش آیا۔

ساجد :۔ میں آہ ... ایک بے ہوشی کے عالم میں ... سڑک پر چلا جا رہا تھا ۔ آہ ۔ اوہ ... غلہ سے لدا ہوا ٹرک شور مچاتا ہوا ... میرے پیچھے چلا آ رہا تھا ... میں ایک کنارے ہو گیا ۔ آہ ... اُس کے بعد کیا ہوا .... آہ ... اف ۔ مجھے کچھ .... یاد نہیں ... اُف ۔

نصرت :۔ بڑی خیریت ہوئی ... آپ کی جان بچ گئی ۔

ساجد :۔ ہاں ... اس کا بڑا احسان ہے .... زندگی بچ گئی ... مگر ...

نصرت :۔ ہاں ہاں ... کہیے ... آپ رک کیوں گئے

ساجد :۔ کچھ نہیں ... شکر ہے اللہ کا ...

نصرت :۔ آپ کا نام کیا ہے ۔ کہاں کے رہنے والے ہیں آپ ؟ ۔

ساجد :۔ مجھے ساجد کہتے ہیں .... یہیں قریب کے ایک قصبہ کا رہنے والا ہوں ۔

نصرت :۔ اچھا آپ قریب کے رہنے والے ہیں ... یہاں کیسے آنا ہوا ۔

ساجد :۔ ... آہ بڑی طویل داستان ہے میری زندگی کی ... آہ ... اف

نصرت :۔ اچھا ... آپ آرام کیجیے ... میں آپ کے لیے دودھ منگواتا ہوں ۔ شجاعت ! ارے بھئی شجاعت (جواب نہیں) پتہ نہیں کہاں چلا گیا ۔ اچھا رشید پانی لے آؤ ۔ میں دودھ لاتا ہوں ۔

رشید :۔ (لوٹا اور طشت لے کر آتا ہے) لیجیے، کلی کر لیجیے

ساجد :۔ خوش رہو بیٹا .. خوش رہو ... تم سب فرشتے معلوم ہوتے ہو ۔ (کلی کرتا ہے ۔ منہ پر پانی پھیرتا ہے ۔ پھر بیٹھ جاتا ہے) ۔

رشید :۔ لیجیے تولیہ سے منہ پونچھ لیجیے ۔

ساجد :۔ جیتے رہو بیٹا ۔ اللہ تمہیں صاحبِ نصیب کرے ۔

رشید :۔ چچا جان ... یہ چوٹ کیسے لگی ۔

ساجد :۔ تقدیر کی بات ہے بیٹا ... مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے ۔

رشید :۔ کیا آپ کہیں گر پڑے تھے

ساجد :۔ بیٹا مجھے کچھ یاد نہیں ... میرا خیال ہے کہ ٹرک کی لپیٹ میں آ گیا ... ٹرک والوں کو اس کی کیا پرواہ ہے ... آہ کون مرتا ہے ... کون جیتا ہے

رشید :۔ بڑے ظالم لوگ تھے وہ ۔

ساجد :۔ آہ ظالم ... اوہ آج ساری دنیا ... اف ... سارا عالم ظالم ہو گیا ہے ۔

(نصرت دودھ کا گلاس کمرے میں لے کر آتا ہے)

نصرت :۔ لیجیے دودھ پی لیجیے (ساجد کو سہارا دے کر اٹھاتا ہے)

ساجد :۔ میری زبان میں طاقت نہیں کہ خدا کا ... شکر بجا لاؤں ... آہ میرے پاس الفاظ نہیں .... تمہاری شرافت ... تمہاری محبت کا شکریہ ادا کر سکوں ۔

(دودھ پیتا ہے) .... خوش رہو.. جیتے رہو....
اس گھر پر اور گھر والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں

نصرت :- اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ ہمارا انسانی فریضہ ہے جو ہم ادا کر رہے ہیں۔

ساجد :- آہ ... اوہ انسانیت اب کہاں رہی... اب تو دم توڑ رہی ہے... آہ ایسا معلوم ہوتا ہے انسانیت.... اف اس دنیا سے بہت جلد رخصت ہو جائے گی .... بیٹا۔

نصرت :- آپ سچ کہتے ہیں ... دنیا کی تمام قومیں انسانیت کا ڈھونگ رچا کر درندگی کا روپ دھار رہی ہیں۔

ساجد :- بیٹا دودھ پی کر جان میں جان آگئی ہے۔ اب میں باتیں کر سکتا ہوں۔ آہ۔ اوہ میرے درد میں بھی کمی ہے آہ بیٹا مرہم پٹی کیا تم نے کی تھی اف۔

نصرت :- میرے دوست ناصر نے کی ہے۔ وہ میڈیکل کالج کے طالب علم ہیں۔

ساجد :- کتنے اچھے ہیں تمہارے دوست۔ تم سب انسانوں کے روپ میں فرشتے معلوم ہوتے ہو۔

نصرت :- نہیں چچا جان۔ ہم سب آپ کے ادنیٰ خادم ہیں .... کیا آپ بتانا پسند کریں گے۔ آپ کی مصروفیت کیا ہے۔

ساجد :- میں ایک چھوٹے سے اسکول کا معمولی سا مدرس ہوں۔

نصرت :- یہاں کیسے آنا ہوا۔

ساجد :- اپنے بوڑھے باپ کے علاج کے لیے دوائیں تلاش کرتا پھرتا ہوں۔ جس دوکان پر پوچھو معلوم ہوتا ہے دوا اسٹاک میں نہیں ہے.... اور اگر کہیں ملتی ہے تو بہت گراں ملتی ہے... آہ۔ قیمت سن کر سر چکرانے لگتا ہے اف۔ آہ۔ اوہ۔

نصرت :- ہاں اس وقت تو ہر تاجر زیادہ سے نفع بٹورنے کی فکر میں ہے۔

ساجد :- آہ... اف میں کیا عرض کروں زندگی... اف کس طرح گزر رہی ہے۔ آٹا مہنگا... دال مہنگی۔ شکر ناپید۔ اوہ۔ آہ۔ انسان کیسے زندہ رہے۔ کپڑے کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں.... اف خدا کی پناہ... خدا کی پناہ کوئی کیا کھائے اور.... کیا پہنے۔

نصرت :- آپ سچ کہتے ہیں۔ ہم چار طلبہ اس چھوٹے سے کمرے میں رہتے ہیں۔ ساٹھ روپے کرایہ دیتے ہیں

ساجد :- اس کمرے کا کرایہ ساٹھ روپے؟ غضب خدا کا... کتنی لوٹ ہے ... کتنا بڑا ظلم ہے۔ غریبوں کا خون چوسنے میں سرمایہ داروں کو لذت محسوس ہوتی ہے۔ آہ... اوہ۔

نصرت :- میں کالج کا طالب علم ہوں۔ ایک ساتھی میڈیکل کالج کے طالب علم ہیں۔ ایک دارالعلوم میں پڑھتے ہیں یہ لڑکا اسکول کا طالب علم ہے۔

ساجد :- ماشاء اللہ .... بڑا ذہین اور سمجھ دار معلوم ہوتا ہے۔ شا... باش... آہ۔ آپ سب بڑے ہونہار معلوم ہوتے ہیں ... کہیے۔ مصارف کا کیا حال ہے...

نصرت :- کچھ نہ پوچھیے۔ کس طرح گزر ہوتی ہے۔ گرانی ہے کہ آفت ڈھا رہی ہے۔

ساجد :- ہاں بیٹا میں جانتا ہوں۔ خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ آہ۔ اف۔

نصرت :- قیمتوں کا قافلہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

ساجد :- بے شک ۔ ہر نئی صبح نئے نئے غم و آلام کا مژدہ سناتی ہے۔

نصرت ... تم آگئے فیروز۔ شجاعت نہیں آئے۔ کہو راشن کا غلہ ملا۔

فیروز۔ ہونہہ ... غلہ ... یوں آسانی سے مل جائے گا۔ ڈھائی بجے سے ساڑھے تین بجے تک ایک لمبی لائن میں لگا کھڑا رہا۔ دھوپ کی تپش، پیاس کی شدت برداشت کرتا رہا۔

نصرت :- پھر کیا ہوا ... گیہوں نہیں ملا۔

فیروز :- کہہ تو رہا ہوں ۔ دو چار ہاتھ جب کہ اب باقی رہ گیا۔ تو وہاں سے کم بختوں نے اعلان کیا۔ غلہ ختم ہو گیا ہے ... ۴ دن کے بعد آنا۔

نصرت :- استغفراللہ ۔ اب کیا ہو۔

فیروز :- کیا ہو ... بس کسی پتھر سے اپنا سر پھوڑا جائے اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

نصرت :- بازار میں گیہوں مل رہا ہے پانچ روپے کلو ... چاول چھ روپے کلو ۔

فیروز :- شکر مل رہی ہے ۶½ روپے کلو۔

نصرت :- ظالم سرمایہ داروں نے اپنے بڑے بڑے گودام بھر لیے ہیں ۔ غلہ بازار میں آنے نہیں پاتا۔

فیروز :- انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ سڑکوں پر کچھ لاشیں تڑپتی نظر آئیں۔ کووں اور چیلوں کی دعوت کا اہتمام ہو۔ گیدڑوں اور کتوں کی ضیافت ہو۔

نصرت :- آہ بدنصیب بنگلہ دیش ... غربت اور فاقہ کی وجہ سے دم توڑ رہا ہے ۔ یہ سرمایہ دار چاہتے ہیں یہاں بھی ایک ایک گاؤں اور ایک ایک شہر بنگلہ دیش بن جائے۔ لو ... امجد بھی آگئے۔

فیروز :- تمہیں معلوم ہے شجاعت کہاں ہیں .... اور ہاں کپڑا مل گیا۔

امجد :- ہاں دیکھو یہ لٹھا ملا ہے ۶ روپے میٹر۔

نصرت :- چھ روپے میٹر .. اف اس قدر گراں ۔

امجد :- ارے میاں خدا کا شکر ادا کرو ... مل گیا... نہ جانے کتنی دوکانیں چھان ماریں۔

نصرت :- میرے والد صاحب کہتے تھے کہ انگریزوں کے زمانہ میں ۴ آنہ گز بہترین لٹھا ملا کرتا تھا۔

ساجد :- بیٹیا۔ میں عرض کروں روپیہ کا ۸ سیر نہایت عمدہ چاول ملتا تھا ... آہ ... ۱۴۔۱۴ آنے سیر دیسی گھی خود میں نے کھایا ہے بیٹیا ۔ روپے کا آٹھ سیر دودھ بھینس کے سامنے کھڑا ہو کر دوہایا کرتا تھا۔

بیٹیا لوگ انگریزوں کو گالی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ کم بخت لٹیرے ہیں ۔ ہندوستان کا خون چوس رہے ہیں۔ ہندوستان کو مفلس بنا رہے ہیں

مگر بیٹیا .... آہ یہ سفید ٹوپی پہننے والے نیتاؤں نے انگریزوں کے بھی کان کاٹ لیے ہیں۔

فیروز :- آپ سچ کہتے ہیں۔ ہمارے ماسٹر صاحب جو سیاست سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں ۔ بڑے افسوس کے ساتھ بتاتے ہیں کہ اس دور میں جو خرابیاں ہیں وہ اُس دور میں نہیں تھیں۔ اُس دور میں پولیس کا انتظام نہایت عمدہ تھا۔ عدالتوں میں فیصلے بہت جلد ہوتے تھے ۔ دفتروں میں کام باقاعدگی کے ساتھ ہوتا تھا۔ رشوت کا اتنا زور نہ تھا۔ ریلیں وقت پر جاتی تھیں اور آتی تھیں۔ ڈاک کا انتظام بہت اچھا تھا۔

امجد :- اور ہمارے ماسٹر صاحب جو غیر مسلم ہیں وہ

بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کے دور میں ہندوستان بڑا خوشحال تھا۔ ہر جگہ امن وسکون تھا۔ اورنگ زیب اور جہاں گیر کی انصاف پسندی۔ اکبر اور شیر شاہ کے ملکی انتظامات' علاء الدین کے زمانے کی ارزانی۔ شاہ جہاں کے دور کا فن تعمیر، دنیا کی تاریخ میں قابلِ رشک نمونے ہیں۔

ساجد:۔ ہاں بیٹا.... علاء الدین نے قیمتیں مقرر کر دی تھیں۔ مجال نہ تھی کہ ان قیمتوں میں اضافہ ہو۔ بیٹا تم کو یقین نہ آئے گا۔ مگر یہ تاریخی حقائق ہیں۔ سنو بیٹا۔ گیہوں ۱۹ پیسے میں ۱۲۔ سیر ملتا تھا۔

امجد:۔ اتنا سستا

ساجد:۔ ہاں بیٹا۔ اور سنو ۱۲ ½ پیسے میں ۱۲۔ سیر دھان ملتا تھا۔

نصرت:۔ افوہ اتنی ارزانی

ساجد:۔ ہاں بیٹا۔ تم کو یہ افسانہ معلوم ہوتا ہوگا۔ سنو ۱۲ ½ پیسے میں ۱۲۔ سیر چنا ملتا تھا۔

فیروز:۔ کاش ہم اسی دور میں پیدا ہوئے ہوتے.... ارے یہ شور وغل کیسا ہے۔

سلیم:۔ (داخل ہوتا ہے) آپ کو کچھ خبر ہے۔ گنج میں غنڈوں نے لوٹ مار مچا رکھی ہے۔

نوید:۔ (داخل ہوتا ہے) آپ کو معلوم ہے سیٹھ پنا لال اور فاضل سیٹھ دادا بھائی کے گوداموں میں غنڈوں نے آگ لگا دی ہے۔

فیروز:۔ کیسی بد نظمی۔ کیسے انتشار کا دور۔

نصرت:۔ چلو۔ چل کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کریں

سلیم:۔ وہاں کہاں جائیں گے پولیس پہنچ چکی ہے۔

نوید:۔ سنا ہے کرفیو لگ گیا ہے۔

ساجد:۔ خدا خیر کرے .... خدا سب کو اپنی امان میں رکھے۔ میرا بھائی ماجد ترقی پسند ادیب اور شاعر ہے کہیں بد نصیب اسی ہلڑ بازی میں نہ ہو

نصرت:۔ شجاعت کہاں ہے۔ شاید وہیں ہو۔ وہ تو جان پر کھیل کر مظلوموں کی جان بچاتا ہے۔ چلو ہم سب چلیں اپنی خدمات پیش کریں۔ ناصر زخمیوں کے کیمپ میں ہوگا۔

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا سین

نصرت۔ طالب علمی کا دور بھی کتنا حسین ہوتا ہے .... وہ بہ کیف زمانہ بیت گیا ... پورے دس سال ہو گئے۔

نصرت:۔ لوگ کہتے ہیں تم نے بہت اچھا کیا۔ گریجویٹ ہونے کے باوجود ملازمت نہیں کی ... ہاں خدا کا شکر ہے غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہیں ڈالا.... تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کیا اور آج ... آج میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے ... خوبصورت سا مکان ... چین وآرام کی زندگی.....

خیال .. نصرت تمہاری ایمان داری اور دیانت داری ہی ترقی کا راز ہے۔

نصرت:۔ سچ ہے کامیاب تجارت کی بنیاد ایمانداری اور دیانت داری ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ کا فضل وکرم ہونا چاہیے۔ اللہ کا اور اللہ کے پیارے رسول کا حکم ہے۔ ایمانداری کے ساتھ ناپو اور تولو۔

خیال:۔ تمہارا علم تمہاری رہنمائی کر رہا ہے۔ حسابات کو سلیقہ کے ساتھ رکھنے میں اور خط وکتابت کرنے میں تمہارا علم تمہاری مدد کر رہا ہے۔

نصرت:۔ ہاں اس کا احسان ہے کہ میں جاہل نہیں ہوں لیکن خدا سے ڈرتا ہوں کہ یہ علم میرے لیے جہالت کا سرمایہ نہ بن جائے۔

خیال :- تم ذخیرہ اندوزی کی لعنتوں سے پاک ہو۔ تمہارا یہ عمل خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔

نصرت :- ہاں! مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمیشہ یاد آتا ہے۔

مَنِ اِحْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ

جو شخص اس غرض سے غلہ جمع کر کے روک لے کہ نرخ بڑھنے پر بیچے گا تو وہ خطا کار ہے۔

خیال :- تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو۔ تمہارا یہ احساسِ فرض ربِ کائنات کو بہت پسند ہے...

نصرت :- خدا کرے ایسا ہی ہو... لیکن میں شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ شہرت کی ناپاک خواہش خدا کرے میرے دل میں پیدا نہ ہو۔ اور اگر پیدا ہو تو میں اسے جلد مٹا سکوں۔

خیال :- تم ایمان داری کے ساتھ حسابات کے رجسٹر مرتب کرتے ہو۔ دیانت داری کے ساتھ ٹیکس ادا کرتے ہو۔ حکومت کے رشوت خور کارندے تم سے سخت ناراض ہیں۔

نصرت :- ناراض ہیں تو رہنے دو۔ ان کی ناراضگی کی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ احکم الحاکمین کی ناراضگی مول نہ لوں۔

خیال :- تم سرمایہ دار ہو۔ انقلابیوں کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہو۔

نصرت :- مجھے ان کی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ حاسدوں کی آتشِ حسد سے محفوظ رکھے۔ نادان انقلابیوں کے فتنہ سے ملک کو پاک رکھے۔

خیال :- تم یتیموں کا سہارا ہو۔ بیواؤں کے غم گسار ہو۔ ... معذوروں اور مجبوروں کے دکھ کا درماں ہو۔

نصرت :- نہیں۔ بالکل نہیں۔ ان سب کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ ان سب کا سہارا اور حاجت روا پروردگار ہے۔ میں نہیں ہوں۔ ہرگز نہیں ہوں۔ خدایا نفس کے فریب سے محفوظ رکھ۔

خیال :- تم نے مسلم ٹریڈرز ایسوسی ایشن قائم کر کے ملک پر بڑا احسان کیا ہے

نصرت :- میرا کوئی احسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتا ہے لیتا ہے یہ اس کا فضل و کرم ہے۔

خیال :- ایسوسی ایشن نے غیر سودی بنک قائم کر کے اسلام نگر کے کاشتکاروں کو خوش حال بنا دیا ہے۔ ہندو ہوں یا مسلمان سب کے دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔

نصرت :- خدایا ان کی خوش حالی میں اضافہ کر۔ خدا کرے میری کاوشیں میری مغفرت کا سامان بن جائیں۔

خیال :- ایسوسی ایشن نے چھوٹے چھوٹے تاجروں اور صنعت کاروں کی مدد کر کے اسلام نگر کے معاشی مسائل بڑی خوب صورتی کے ساتھ حل کیے ہیں۔

نصرت :- اللہ کا شکر ہے۔ اسلام کا ضابطۂ حیات، زندگی کے تمام مسائل کو بڑے حسین انداز میں حل کرتا ہے۔ معاشی ہوں یا سیاسی۔ اجتماعی ہوں یا انفرادی۔

خیال :- یہ لہلہاتے ہوئے کھیت۔ دندناتے ہوئے ٹریکٹر ٹیوب ویل سے ابلتا ہوا پانی۔ نہروں کی جھلملاتی ہوئی لہریں۔ پھلوں سے لدے ہوئے پیڑ۔ پھولوں سے مہکتی ہوئی فضائیں۔ یہ دل کش اور حسین مناظر تمہاری ایسوسی ایشن کے مداح ہیں۔ کارخانوں کی گھڑگھڑاہٹ تمہاری کاوشوں کا ایک حسین اور دلنواز ترانہ معلوم ہوتی ہے

نصرت :- ہاں جب میں ان حیات افروز مناظر کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک پڑتے ہیں

یہ آنسو میرے جذبہ تشکر کا حقیر سا نذرانہ ہیں جو میں بارگارہ خداوندی میں پیش کرتا ہوں۔

خیال :۔ اسلام نگر کے مدارس۔ مدارس کی دینی تعلیم۔ اقامت گاہیں اور یتیم خانے۔ ان سب کا دینی ماحول اور دینی تربیت ایسوسی ایشن کے پاکیزہ عزائم کا دلنواز مظاہرہ ہیں۔

نصرت :۔ خدا کرے ہمارے عزائم کامیابی سے ہم کنار ہوں اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائیں .... اوہ رشید .... آؤ۔

رشید :۔ السلام علیکم

نصرت :۔ وعلیکم السلام۔ آؤ رشید... ایسوسی ایشن کا سکریٹری منتخب ہونے پر دلی مبارکباد دے چکا ہوں۔ ... اب آؤ اس عہدہ کی کچھ ذمہ داریاں سمجھا دوں۔

رشید :۔ آپ کے خلوص اور آپ کی محبت کا شکریہ۔ خدا کرے یہ بارگراں میں آسانی سے سنبھال سکوں شجاعت کہاں ہیں۔

نصرت :۔ ابھی کچھ دیر پہلے یہیں تھے۔ اچھا جب تک آپ ان رجسٹروں کو تفصیل سے دیکھیے۔ میں ایک گھنٹہ کے لیے باہر جا رہا ہوں۔

رشید :۔ رجسٹر لیتے ہوئے۔ بہت اچھا۔

نصرت (جاتے ہوئے۔ پھر لوٹ کر) ہاں کچھ ضرورت مند لوگ آئیں گے۔ ان سے تفصیلی حالات دریافت کر لیجیے گا اور ان کی درخواست پر اپنی رائے لکھ دیجیے گا

(نصرت جاتا ہے)

رشید :۔ رجسٹروں کے مطالعہ میں مصروف ہے۔

منشی صاحب :۔ (داخل ہو کر) آپ سے ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں۔

رشید :۔ اندر بھیج دیجیے۔

کاشتکار :۔ سلام بھیا

رشید :۔ وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹھو۔

کاشتکار :۔ بھیا۔ اب ہم کا بیٹھی۔ گھر کی اور بچوں کی پریسانی ہم کا چین نہیں لینے دیت۔

رشید :۔ ہاں کہو۔ کیا پریشانی ہے۔ ہم آپ کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں۔

کاشتکار :۔ بھگوان تم کا کھوس رکھے۔ کتنے نیک آدمی ہو۔

رشید :۔ ہاں بتاؤ۔

کاشتکار :۔ بھیا پانی نہیں برسا۔ ہمری کھیتی سب سوکھ گئی۔

رشید :۔ ہاں خدا کی مرضی کے آگے انسان بالکل مجبور ہے۔ مگر صبر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔

کاشتکار :۔ ہاں بھیا۔ بھگوان کی جو مرجی ہو ہم تو اد کے پھیسلے پہ کھس ہیں ... مگر بھیا یہ پیٹ ....

رشید :۔ ہاں کہو۔ کسی چیز کی ضرورت ہے۔

کاشتکار :۔ اب ہم کا کہی۔ تم کھود ہی سمجھ لو۔ گرانی ہے کرمار آپھت ڈھائے ہے۔ بچے پریسان ہیں

رشید :۔ زمین تو ہوگی تمہارے پاس

کاشتکار :۔ ہاں کچھ جمین ہے ہمرے بھی۔

رشید :۔ بیل ہیں۔ ہل ہے؟

کاشتکار :۔ ہاں بھیا۔ ہے ہل تو ہے مگر بیل مر گئے۔ کھر یدیں تو کہاں سے کھریدیں۔

رشید :۔ کچھ قرضہ دیا جائے تو بیل خرید کر کام شروع کرو گے۔

کاشتکار:۔ ہاں بھیا۔ بھگوان تم کا کھس رکھے۔ مگر بھیا سود کا دینا ہمرے لئے مصیبت بن جائی

رشید:۔ سود نہیں دینا ہوگا۔۔۔۔ اچھا تو درخواست لائے ہو

کاشتکار:۔ ہم لکھنا کا جانی۔ بھیا تم لکھ دیو۔

رشید:۔ (کاغذ لے کر لکھتا ہے اور کاشتکار کو پڑھ کر سناتا ہے۔

میں کلو ولد بدھوا لکھ دیتا ہوں ایک اقرار نامہ اس بات پر کہ میں نے لیا ایک ہزار روپیہ بلا سودی قرضہ اور ادا کروں گا میں پانچ سال میں۔ اگر اس مدت کے اندر ادا نہ کر سکوں تو اتنی قیمت کی زمین ایسوسی ایشن اپنے قبضہ میں لے سکتی ہے۔

کاشتکار:۔ بہت اچھا لکھے ہو۔ بھگوان تم کا کھس رکھے۔

رشید:۔ اچھی طرح سمجھ لیا ہے نا۔

کاشتکار:۔ ہاں کھوب اچھی طرح۔۔۔۔

رشید:۔ اچھا تو اپنے انگوٹھے کا نشان لگاؤ۔

(رشید انگوٹھے پر روشنائی لگاتا ہے۔ پھر کاغذ پر انگوٹھے کا نشان لیتا ہے)

اچھا تو اب جاؤ۔ پرسوں اسی وقت آکر رقم لے جانا۔

کاشتکار:۔ (جاتے ہوئے) جندہ رہو۔ چین سے رہو بھگوان تم کا کھس رکھے۔

رشید: (رجسٹروں کو دیکھنا شروع کرتا ہے)

منشی:۔ سکریٹری صاحب۔۔۔۔ ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں

رشید:۔ میرے پاس بھیج دیجیے

نوجوان:۔ السلام علیکم

رشید:۔ وعلیکم السلام۔ آئیے تشریف رکھیے (ہاتھ ملاتا ہے)

نوجوان:۔ کہیے آپ کا مزاج بخیر و عافیت۔

رشید:۔ خدا کا شکر ہے۔ آپ خیریت سے ہیں۔ فرمائیے کوئی خدمت میرے لائق۔

زبیر:۔ حالات نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ سب کی زمینیں سونا اگل رہی ہیں۔ ہماری زمین بنجر پڑی ہے۔ اباجان بوڑھے ہو گئے ہیں۔ چھوٹے بھائی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ گرانی ہے کہ آفت ڈھا رہی ہے

رشید:۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔ کیا آپ ابھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

زبیر:۔ تعلیم حاصل کر چکا۔ اگریکلچر سے میں نے بی ایس سی کیا ہے۔

رشید:۔ اوہ۔ تب تو پریشانی کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ اپنا علم اپنی زمین کو سونا بنانے میں استعمال کیجیے

زبیر:۔ وہ کس طرح؟ نہر قریب نہیں ہے۔ بیل چارہ نہ ہونے کے سبب چل بسے۔ بارش کے نہ ہونے سے جو کچھ بویا تھا سب سوکھ گیا۔ صبر کے سوا اور کیا چارہ ہے۔ آپ ہی مشورہ دیجیے۔۔۔۔ نوکری تلاش کرتا ہوں تو کہیں ملتی نہیں۔

رشید:۔ نوکری۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ سونے کا طوق بھی اگر گردن میں ڈالا جائے تو وہ بھی غلامی ہی ہے۔

زبیر:۔ تو پھر؟۔۔۔

رشید:۔ تو پھر یہ کر بیٹا لو۔ ٹیوب ویل لگاؤ ٹریکٹر خرید و۔

زبیر:۔ آپ اتنا پیسہ دے دیں گے۔

رشید:۔ ہاں کیوں نہیں۔

زبیر :۔ سچ کہیے ۔ اتنا ہے مل جائے گا ۔
رشید :۔ ہاں ہاں ۔ مایوسی کی کیا بات ہے ۔ خدا کی بے پایاں رحمتوں پر بھروسہ نہیں ۔
زبیر :۔ اف میرے خدا ۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں ۔
رشید :۔ لکھیے جلدی سے ایک درخواست اور اس کی نقل کر دیجیے (کاغذ دیتا ہے)
زبیر :۔ (لکھتا ہے ۔ رشید رجسٹر دیکھتا ہے) لیجیے صاحب درخواست حاضر ہے ۔
رشید :۔ (مسکراکر) انشاء اللہ کام بن جائے گا پرسوں آیئے گا ۔
زبیر :۔ بہت بہت شکریہ ۔ السلام علیکم
رشید : وعلیکم السلام
منشی :۔ سکریٹری صاحب :۔ ۔ ۔ ۔ ایک بچہ سامنے کی سڑک پر گر کر بے ہوش ہو گیا
رشید :۔ ارے آپ نے اٹھایا کیوں نہیں
منشی :۔ نصرت صاحب ان کے پاس پہنچ چکے ہیں ۔ میں بھی آپ کو اطلاع دے کر وہاں جا رہا ہوں
رشید :۔ اچھا آپ یہاں بیٹھیے ۔ میں جاتا ہوں ۔
منشی :۔ بہت اچھا (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)
بے چارہ معصوم بچہ ۔ ۔ ۔ ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ دھوپ کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے ۔ ۔ ۔ مگر نہیں دھوپ آج کل اتنی تیز کہاں ہے ۔
شاید ہسٹریا کا مریض ہو ۔ ۔ ۔ ۔ وہ رشید صاحب اپنے ہاتھوں میں لیے چلے آ رہے ہیں ۔ کتنا بھولا بھالا بچہ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی غریب آدمی کا بچہ معلوم ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کپڑوں میں پیوند لگے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ آہ غریبوں کی زندگی بھی کتنی دکھ بھری زندگی ہوتی ہے
(دونوں اندر داخل ہوتے ہیں ۔ لڑکے کو میز پر لٹا دیتے ہیں ۔)
نصرت :۔ (پنکھا جھلتے ہوئے اور سر سہلاتے ہوئے) اٹھو بیٹے ۔ اٹھو ۔
رشید :۔ بے ہوش ہے ۔ پانی چھڑکنا چاہیے ۔ منشی صاحب ذرا پانی لائیے ۔
منشی صاحب (پانی لاتے ہیں) لیجیے ۔
رشید :۔ (پانی چھڑکتے ہوئے) لڑکا حرکت کرتا ہے چہرہ ادھر ادھر پلٹاتا ہے) اونھ ۔ اونھ ۔
رشید :۔ بیٹے تمہاری طبیعت کیسی ہے ۔
بچہ ۔ امّی ۔ ۔ ۔ امّی ۔ ۔ ۔ ۔
نصرت :۔ بیٹے تم کہاں سے آ رہے ہو ۔ تمہارا نام کیا ہے
بچہ :۔ امّی ۔ ۔ ۔ ۔ امّی ۔ ۔ ۔
رشید :۔ بیٹے گھبراؤ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ تمہارا گھر کہاں ہے ۔
بچہ :۔ آپ کا کیا نام ہے ۔
رشید : مجھے رشید کہتے ہیں ۔
بچہ :۔ رشید بھیا آپ ہی ہیں ؟ ۔
رشید :۔ ہاں میں ہی ہوں ۔
بچہ :۔ امّی نے ایک چٹھی دی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کے نام ہے آپ کو دوں ؟
رشید :۔ چٹھی ۔ ۔ ۔ ۔ کہاں ہے ۔ ۔ ۔ لاؤ مجھے دو ۔
بچہ :۔ (جیب سے نکال کر چٹھی دیتا ہے)
رشید :۔ (زور سے پڑھتا ہے)
رشید بھیا ۔ ۔ ۔ ۔ ایک بد نصیب بیوہ کا سلام قبول کیجیے ۔ میں اپنے ہاتھ سے سلائی کرتی ہوں اور اس آمدنی سے اپنے تین معصوم بچوں کی پرورش کرتی ہوں ۔

سوائے خدا کے میرا کوئی سہارا نہیں ہے
ان دونوں گرانی کی وجہ سے لوگ بہت کم کپڑے سلوا رہے ہیں اور جو سلواتے ہیں وہ مجھ سے سلوانا پسند نہیں کرتے.... اف میرے خدا۔ میں اپنی پریشانی کس سے بیان کروں.... گرانی نے زندگی کو دوبھر بنا دیا ہے... بچے بھوک سے جب بلکتے ہیں تو میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے انتظام کر کے کھلا پلا دیتی ہوں.... کچھ نہ ملا تو تھپک تھپک کر سلا دیتی ہوں... آپ دیکھ رہے ہوں گے بھوک سے بچہ کا چہرہ نڈھال ہے صبح سے اس نے کچھ نہیں کھایا...

میں نے کچھ ادھار غلہ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پانچ میل کے فاصلہ پر اسلام نگر کے رشید بھیا کا نام میں نے سنا ہے.... اللہ کے بھروسہ پر اس معصوم بچہ کو روانہ کر رہی ہوں۔ شاید آپ کے دل میں رحم آجائے۔

آپ کی پریشان حال بہن صغریٰ

رشید۔ غربت۔ بھوک... فاقہ... گرانی...
ایک گلاس میں دودھ لے کر آیے منشی صاحب۔
نصرت۔ بیٹے تم وہاں کیسے گر پڑے تھے۔
بچہ۔ مجھے چکر آگیا تھا۔
رشید۔ ہاں بیٹے صبح سے بھوکے ہو۔ پانچ میل چل کر آئے ہو چکر نہ آئیگا غنیمت ہے کہ تم یہاں تک آگئے۔ لو بیٹے کلی کر لو۔
رشید۔ منشی صاحب ابھی تک نہیں آئے۔
نصرت۔ افسوس۔ قیامت کے روز اگر ہم سے پوچھا گیا کہ اسلام نگر کے پڑوس میں ایک بیوہ بھی رہتی تھی۔ جس کے بچے بھوک سے بلکتے تھے تو ہم کیا جواب دیں گے۔ لو منشی صاحب آگئے۔
منشی۔ لیجیے
رشید۔ (دودھ کا گلاس لے کر) لو بیٹے دودھ پی لو۔
بچہ (خاموش بیٹھا ہے)
رشید۔ بیٹے... دودھ پی لو.... کیا بات ہے خاموش کیوں بیٹھے ہو۔
بچہ۔ جی نہیں چاہتا....
رشید۔ تھوڑا سا پی لو طبیعت سنبھل جائے گی۔

بچہ۔ نہیں پیوں گا....
رشید۔ آخر کیا بات ہے۔
بچہ۔ میری چھوٹی بہن بھوکی ہے۔ رو رہی ہوگی۔
رشید۔ تمہاری بہن بھوکی ہے۔ اچھا تو ابھی چل کر اسے سالن روٹی دال چاول سب کچھ کھلائیں گے۔ لو تم دودھ پی لو۔
بچہ۔ نہیں۔ میرا ننھا سا بھیا بھی بھوکا ہے۔ رو رہا ہوگا۔
نصرت۔ تمہارا ننھا سا بھیا بھوکا ہے۔ اسے چل کر دودھ، بسکٹ۔ چاکلیٹ۔ سیب۔ کیلا۔ سب کچھ کھلائیں گے۔ تم تھوڑا سا دودھ پی لو۔
بچہ۔ نہیں۔ میری امی کل سے بھوکی ہیں۔
رشید۔ تمہاری امی کے لیے آٹا، چاول، دال گھی، نمک، مرچ، شکر سب کچھ لے چلیں گے۔ وہ تم سب کے لیے مزیدار کھانا پکائیں گی۔ تم سب خوشی خوشی کھانا۔ تمہاری امی پھر تمہیں پیار کریں گی دودھ پی لو بیٹا۔
بچہ۔ مگر امی کے پاس اتنے پیسے کہاں ہیں جو آپ کو دیں گی۔ امی تو ہاتھ سے سیتے سیتے تھک جاتی ہیں ان کی انگلی زخمی ہو جاتی ہے
نصرت۔ تمہاری امی کے لیے ہم ایک مشین لے چلیں گے۔ مشین سے جلدی جلدی کپڑے سئیں گی۔ تو خوب پیسے ملیں گے۔
بچہ۔ سچ.... آپ سچ مچ مشین لے چلیں گے۔ پھر تو امی بڑی خوش ہوں گی۔
رشید۔ پھر ان کی انگلی زخمی نہ ہوگی.. لو بیٹے دودھ پی لو۔
بچہ۔ اچھا لائیے... مگر میری بہن کے لیے کھانا اور منا کے لیے دودھ جلدی لے چلیے۔
(دونوں ہاتھوں سے گلاس پکڑ کر دودھ پیتا ہے)
(رشید اور نصرت اپنے اپنے رومال سے آنسو پوچھتے ہیں)
پردہ گرتا ہے۔
(تیسرا سین)
(زخمیوں کے کیمپ میں چار زخمی بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ کمپاونڈر داخل ہوتا ہے۔ تھرمامیٹر لگا کر ٹمپریچر

نوٹ کرتا ہے)

کمپونڈر۔ افسوس۔ پورا کیمپ زخمیوں سے بھرا پڑا ہے..... غنڈوں نے اسلام نگر کو مٹانا چاہا تھا۔ نہ جانے کتنے مکانوں کو آگ لگائی.... نہ جانے کتنی دوکانیں جلائیں.... مگر اسلام نگر کے باشندوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا.... ان کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ لیکن اس کشمکش میں زخمیوں کی تعداد..... ایک دو نہیں سیکڑوں تک پہنچ گئی.... اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور انسانوں کو انسان بنا دے۔

ڈاکٹر ناصر:۔ (داخل ہوتا ہے۔ پہلے زخمی کو دیکھ کر) کیسے آپ کی طبیعت کیسی ہے۔

پہلا زخمی:۔ ٹھیک ہے۔

ناصر:۔ (دوسرے زخمی کے پاس جاکر) آپ کا درد کیسا ہے؟

دوسرا زخمی:۔ ڈاکٹر صاحب۔ اب کچھ کم ہے۔

ناصر:۔ (تیسرے زخمی کے پاس) رات میں آپ کو نیند آئی تھی؟

تیسرا:۔ ہاں ڈاکٹر صاحب.... یہ پہلی رات ہے کہ میں کچھ چین سے سویا۔ شجاعت کی طبیعت کیسی ہے

ناصر:۔ اس کی حالت نازک ہے.... دعا کیجیے اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے

ناصر (چوتھے مریض سے) آپ کے پیٹ کی تکلیف کیسی ہے۔

چوتھا:۔ ڈاکٹر صاحب اب کم رہ گئی ہے....

ناصر:۔ اللہ کا شکر ہے۔ یہ تکلیف بھی جلد دور ہو جائے گی۔ آپ کے پیٹ میں بڑا گہرا زخم تھا۔ اللہ نے بچا لیا۔

چوتھا:۔ ڈاکٹر صاحب۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ آپ نے میرا بڑا خیال کیا۔

ناصر:۔ یہ میرا فریضہ تھا۔ جب میں کسی مریض کے پاس جاتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری ذمہ داریوں کا اور میرے اخلاق کا امتحان لے رہا ہے۔

تیسرا:۔ ہم سب نے واقعی آپ کو اخلاق کا پیکر پایا۔

ناصر:۔ یہ آپ کی عنایت ہے جو آپ ایسا سمجھتے ہیں۔ میں انسانی خود غرضیوں سے بالاتر ہو کر علاج کرتا ہوں۔ میں یہ نہیں سوچتا کہ یہ مسلمان ہے یا ہندو۔ سکھ ہے یا عیسائی.... اپنے وطن کا ہے یا غیر۔

چوتھا:۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ میں نے واقعی آپ کو ایسا ہی پایا۔ جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں۔ بیڈ ۱۲ اور بیڈ ۱۳ کے زخمی مریض تو آپ کے بے انتہا مداح ہیں۔ وہ میرے پاس ملنے آئے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کے بڑے ہی گرویدہ ہیں۔

ناصر:۔ بہر حال میں آپ کے حسن ظن کا ممنون ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری خدمات قبول فرمائے (چوتھے مریض سے) آپ کا نام کیا ہے۔

چوتھا:۔ میرا نام ماجد نقوی ہے

ناصر:۔ میں نے ایک صاحب کو دیکھا ہے جن کی شکل بالکل آپ سے ملتی جلتی ہے۔

ماجد:۔ میرے بھائی کو دیکھا ہوگا۔

ناصر:۔ آپ کے بھائی کا کیا نام ہے

ماجد:۔ ساجد نقوی۔

ناصر:۔ ساجد صاحب؟ وہ جو ٹرک سے ٹکرا گئے تھے۔

ماجد:۔ جی ہاں ساجد صاحب.... کیا آپ انھیں جانتے ہیں

ناصر:۔ ہاں.... اچھا آپ آرام کیجیے.... آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر ناصر سامنے کی میز کے قریب کھڑا ہو کر کیمپ

تیار کرتا ہے۔

پہلا خیال:۔ اس کیمپ کے دوسرے وارڈ میں بے شمار انقلابی ہیں۔ وہ انقلابی نہیں۔ ڈاکو ہیں۔ لٹیرے ہیں... قاتل ہیں۔

دوسرا خیال:۔ افسوس مگر وہ بے چارے نوجوان ایک حسین فریب میں مبتلا ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ خونی انقلاب زندگی کے تمام مسائل کو حل کر دے گا۔

پہلا خیال:۔ انھوں نے اسلام نگر کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ کارخانوں کو مسمار کرنے اور دوکانوں کو آگ لگانے کا نقشہ تیار کیا تھا۔

دوسرا۔ مگر اللہ کی طاقت سب سے بڑی طاقت ہے۔

پہلا خیال:۔ اسلام نگر کے بہادر نوجوانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان تخریب پسند عناصر کو منہ کی کھانی پڑی

دوسرا:۔ اللہ تعالیٰ جسے بچانا چاہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔

ابرہہ کی فوج کعبہ کو ڈھانا چاہتی تھی مگر بھوسہ بھوسہ ہو کر رہ گئی۔

پہلا:۔ یہ تخریب پسند نوجوان دنیا کے لیے ایک عذاب ہیں۔ بہت بڑی لعنت ہیں۔

دوسرا۔ مگر نہیں .... ان نوجوانوں کا کوئی قصور نہیں .... یہ بے چارے غلط قسم کے نظریات اور افکار کے جال میں پھنس گئے ہیں۔

پہلا:۔ ان کی زندگی تعمیری نہیں بلکہ تخریبی ہوتی ہے۔

دوسرا:۔ یہ بے چارے کیا کریں .... ان کے رہنماؤں نے ان کو یہی سکھایا ہے۔ الحاد پسند نظریات کی زہریلی خوراکیں انھیں پلائی گئیں ہیں۔ مسلمان عالموں اور پروفیسروں نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

پہلا: یہ لوگ سرمایہ داروں کے بچوں کو بھی سرمایہ دار سمجھتے ہیں۔ ان کی عورتوں کی بے آبروئی کرنا بھی ان کے مشن کا ایک ناپاک حربہ ہے۔

دوسرا:۔ یہ بے چارے ذہنی مریض ہیں۔ بڑی دلجوئی اور دل سوزی کے ساتھ ان کے ذہن کا علاج کرنا چاہیے

پہلا:۔ یہ سمجھتے ہیں کہ کارخانوں کو آگ لگا دینے سے اور دوکانوں کو لوٹ لینے سے ایک صحت مند انقلاب آجائے گا

دوسرا:۔ افسوس ان کے نظریات کا یہ کھوکھلا پن ہے۔ جسے بڑی دردمندی کے ساتھ واضح کرنے کی ضرورت ہے

پہلا:۔ یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا کے وجود کو مٹا کر ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کر دیں گے۔ جو اخوت، مساوات اور خوشحالی پر مبنی ہوگا۔

دوسرا:۔ مگر نادان نہیں سمجھتے ایک خدا کے تصور کو مٹا کر بہت سے خداؤں کو جنم دیں گے جو آپس میں ٹکراتے رہیں گے۔

پہلا:۔ مادہ پرست انقلابیوں نے کائنات کے خدا کو چھوڑ کر اس زمین کے خداؤں کی پرستش شروع کر دی ہے۔ اسی لیے ان الحاد پسند انقلابیوں کی نہ جانے کتنی ٹولیاں بن گئی ہیں۔ ان سب کے نظریات الگ۔ راستے الگ اور طریقۂ کار الگ ہیں۔

دوسرا:۔ روس اور چین جو خود کو مارکس کا پرستار کہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ یہ دو خوف ناک ملک جب آپس میں ٹکرائیں گے تو ساری دنیا خون میں ڈوب جائے گی۔

پہلا۔ آہ۔ بدنصیب دنیا.... کاش ہم اپنے عمل سے دکھا سکتے کہ اسلام کا ضابطۂ حیات کس قدر حیات افروز اور روح پرور ہے۔ یہاں انفرادی آزادی بھی ہے اور اجتماعی زندگی بھی ہے۔ اس نظام حیات میں سرمایہ دار

سرمایہ داری کی لعنتوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور مزدور اخلاق کا پیکر ہوتا ہے۔ یہاں دولت کی تقسیم اس خوب صورتی کے ساتھ ہوتی ہے کہ سارے انسان چین و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دینے والے تو بہت سے ہوتے ہیں مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ہوتا.... خدایا اسلام نگر کو دنیا کے لیے ایک عملی نمونہ بنا دے۔

(ہر ایک مریض کے پاس پہنچ کر کھیر پلاتا ہے)

نصرت:۔ سر پر پٹی باندھے ہوئے داخل ہوتا ہے ان کے پیچھے رشید داخل ہوتا ہے۔) ڈاکٹر ناصر .... شجاعت کی طبیعت اس وقت بہت زیادہ خراب ہے۔ جلدی جائیے۔ وہاں آپ کی شدید ضرورت ہے۔ وہاں اور دوسرے ڈاکٹر بھی موجود ہیں۔

(سب لوگ جانے لگتے ہیں)

ماجد:۔ آپ سب جا رہے ہیں .... ذرا ٹھہر جائیے۔ میری ایک گذارش ہے۔

نصرت:۔ کہیے کیا بات ہے۔ ڈاکٹر ناصر آپ جائیے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ رشید صاحب آپ بھی جائیے۔

(رشید اور ناصر جاتے ہیں)

ماجد:۔ کیا آپ میری گذارش قبول فرمائیں گے۔

نصرت:۔ اگر قابل قبول ہو تو ضرور قبول کریں گے۔

ماجد:۔ اگر کوئی گنہگار دل سے توبہ کرے تو کیا اللہ تعالیٰ قصور معاف کر دیتا ہے۔

نصرت:۔ ہاں ہاں۔ وہ تو غفور الرحیم ہے۔ ماں اپنے بچوں سے اتنی محبت نہیں کرتی جتنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔

ماجد:۔ اگر کوئی خطا کار حضور سرورِ کائنات ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا تھا تو آپ اس کے ساتھ کیا سلوک فرماتے تھے۔

نصرت:۔ آپ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ معاف فرما دیتے تھے

ماجد:۔ میں اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا واسطہ دے کر گذارش کر رہا ہوں۔

نصرت:۔ کہیے۔ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔

ماجد:۔ میرے دو نادان دوستوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور انہوں نے اس بچے کی ماں کا گھر جلایا تھا؟ بیڈ نمبر ۱۵ اور بیڈ نمبر ۴۸۔ ہم سب پولیس کے سامنے اقرار کرنے کے لیے تیار ہیں۔

نصرت:۔ اس غریب بیوہ کا گھر جلایا تھا؟ کیا وہ بھی سرمایہ دار تھی.... کیا اس کے معصوم بچے بھی سرمایہ دار تھے۔

ماجد:۔ آہ بالکل نہیں۔ اس کے شوہر کے خلاف ایک انتقامی جذبہ تھا جو اس طرح گھناؤنے انداز میں ابھرا تھا

نصرت:۔ افسوس خدا سے بے خوفی انسان کو کتنے تاریک گڑھوں میں گرا دیتی ہے۔

ماجد:۔ وہ دونوں ڈاکٹر ناصر کے کردار سے بے انتہا متاثر ہیں اور انتہائی شرمندہ اور نادم ہیں اور مجھے بھی اس بات کی ندامت ہے کہ میں اس گھناؤنی سوسائٹی کا ایک فرد ہوں۔ کیا آپ مجھے اپنا بھائی سمجھ کر سینے سے لگا لیں گے

نصرت:۔ (جھک کر ماجد کو گلے لگاتا ہے) آپ میرے بھائی ہیں۔ یقیناً آپ میرے بھائی ہیں۔

ماجد:۔ جس طرح آپ نے اپنے دل کی دھڑکنیں مجھے عنایت فرمائی ہیں۔ اسی طرح میرے ساتھیوں کو لپٹا لیجیے

نصرت:۔ ضرور ضرور۔ اسی وقت جا کر ملوں گا۔

ماجد:۔ جی چاہتا ہے اٹھ کر پیشانی چوم لوں.... اس قدر زور سے اسلام زندہ باد کے نعرے لگاؤں کہ در و دیوار ہل جائیں.... مگر آہ میرے زخم کے ٹانکے مجھے اجازت

نہیں دیتے۔

نصرت:- خدا آپ سب کے قصور کو معاف فرمائے اور ہم سب کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے۔

(آؤ شاہد آؤ۔

بچہ (داخل ہوتا ہے) میری امی کیسی ہیں۔ کہاں ہیں؟ ان کا ہاتھ جل گیا تھا۔ اب کیسا ہے۔

نصرت:- ہاں تمہاری امی بالکل اچھی ہیں۔ ہاتھ بھی اب اچھا ہے۔ زنانہ وارڈ میں ہیں

بچہ:- میری منی کہاں ہیں۔

نصرت:- تمہاری منی میرے گھر پر ہے۔ گڑیوں کے ساتھ کھیل رہی ہے۔

بچہ:- میرا منا کیا کر رہا ہے۔

نصرت:- تمہارا منا۔ بسکٹ کھا رہا ہے۔ اچھل رہا ہے کود رہا ہے۔

بچہ:- مجھے میری امی کے پاس لے چلیے۔

(ڈاکٹر ناصر داخل ہوتے ہیں۔ رشید بھی داخل ہوتا ہے)

ناصر:- شجاعت کی روح پرواز کر گئی۔

نصرت:- انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس مرد مجاہد کی زندگی کو تم لوگ نہ بچا سکے؟ افسوس۔

ناصر:- خدا کی مشیت کے آگے ڈاکٹروں کی تمام تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں

نصرت:- شجاعت... شجاعت... ہم سب کو چھوڑ کر تم اس دنیا سے سدھار گئے۔

رشید:- ہاں وہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مگر اس کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

سب خاموش سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں)

خیال اس بیوہ کا مکان جب جل رہا تھا تو کچھ سفاک درندے قہقہے لگا رہے تھے۔

خیال:- بچوں کے چیخنے اور چلانے کی جب آواز آ رہی تھی تو ظلم و جور کے راکشس مسکرا رہے تھے۔

خیال بیوہ کی درد بھری فریادیں پوری فضا میں گونج رہی تھیں۔

خیال وہ فریادیں ملت کے نوجوانوں کو آواز دے رہی تھیں۔

خیال شعلوں میں گھری ہوئی ایک کمزور بہن اپنے بھائیوں کو پکار رہی تھی۔

خیال اس کی بے بسی آواز دے رہی تھی۔ اے ملت کے نوجوانو۔ کیا اپنی بہن کی جان اور عصمت و آبرو کی حفاظت نہ کرو گے۔

خیال اس کی غربت پکار رہی تھی۔ ملت کا نوجوان خون کہاں ہے۔ کیا اس موقع پر بھی جوش میں نہ آئے گا۔

خیال معصوم بچوں کی بلبلاہٹ صدا دے رہی تھی کہاں ہیں وہ شاعر جو طوفانوں سے لڑنے کا عزم رکھتے ہیں۔۔

کہاں ہیں وہ افسانہ نگار جو خالد جاں باز کی قسمیں کھاتے ہیں۔

خیال کہاں ہیں وہ خطیب جو بدر و حنین کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ ذاکر جو کربلا کے میدان میں عون و محمد کی شجاعت کی داد دیتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ رہنما جو اسلام زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔

نصرت:- کتنا بہادر تھا شجاعت بھڑکتے ہوئے شعلوں کے درمیان میں کود پڑا۔

رشید:- ایک ایک بچہ کو سینہ سے لگا کر باہر نکال لایا

نصرت:- اس مظلوم بیوہ کو بھی بچا کر باہر لایا مگر آہ اس کشمکش میں اپنے آپ کو نہ بچا سکا

رشید :- اس کے تمام کپڑے جل گئے ... اس کے جسم کی پوری کھال لٹک پڑی ...

پورے جسم میں بڑے بڑے آبلے پڑ گئے تھے ...

ناصر :- افسوس اس کا سینہ بری طرح جھلس گیا تھا اس کے پھیپھڑے بری طرح متاثر ہو گئے تھے۔

نصرت :- شجاعت - تمہاری ہمت اور جواں مردی کو یاد کر کے ملت کی آنکھیں ہمیشہ اشک بار رہیں گی

رشید :- تمہارے کارنامے ملت کے نوجوان دلوں کو ہمیشہ گرماتے رہیں گے۔

نصرت - ہمارا جوان خون ملت کی عصمت و آبرو پر آنچ نہ آنے دے گا۔

ناصر :- شجاعت تم نے ایک بدنصیب بیوہ اور اس کے بچوں کو بچا کر اللہ اور اللہ کے محبوب حضور سرور کائنات ﷺ کی خوشنودی حاصل کی ہے۔

رشید :- تمہارا یہ نذرانہ بارگاہ خداوندی میں رحمت کے فرشتے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ پیش کریں گے۔

ناصر :- حوض کوثر پہ صد ہزار رحمتوں کے ساتھ تمہارا خیر مقدم ہو گا۔ یہ عظیم قربانی تم کو اور ملت اسلامیہ کو مبارک ہو۔

نصرت - چلو اب چل کر اس پاکباز مرد مجاہد کو سپرد خاک کریں۔

پردہ گرتا ہے

بقیہ صفحہ ۳۲

چاہیے۔ دیگر جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قرآن و حدیث تفسیر اور فقہ میں ایسی بصیرت پیدا کرائی جائے کہ طلبا عصر حاضر کے زندہ مسائل کو پوری طرح سمجھ کر انہیں حل بھی کر سکیں۔ نیز تعلیم سے فراغت کے بعد انہیں اپنے معاش کیلئے از سر نو برسہا برس وقت صرف نہ کرنا پڑے۔

کم از کم انہیں خصوصاً ابتدائی سے اعلیٰ سطح تک تعلیم نسواں کا نظم بھی ملی زندگی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ افسوس ہے کہ اس سلسلے میں ہم مجرمانہ غفلت سے کام لے رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام کی روشنی میں ہمیں عہد حاضر کے تقاضوں کے ساتھ ہی ساتھ نسوانی ضرورت اور نزاکتوں کا بھی یہاں خیال رکھنا ہو گا۔

ان کے علاوہ مسلم ہوسٹل کی شکل میں طلباء کے لئے تربیتی مراکز، اور اساتذہ کے تربیتی اداروں کا قیام بھی ضروری ہے۔ ان کے ساتھ ہی ساتھ مادری زبان اور اپنے دستوری حقوق کے تحفظ درسی کتب کی اصلاح اور اشاعتی اداروں کے قیام وغیرہ جیسے مسائل پر بھی پوری توجہ مرکوز ہو گی میں ایک بار پھر اس اہم نکتے کا اعادہ کر دوں کہ ان کاموں کے لئے آل انڈیا پیمانے پر کسی انقلاب انگیز اقدام کے انتظار میں ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ جس علاقے میں جتنا کام کیا جا سکتا ہو اسے غور و فکر کے بعد بس اللہ کا نام لے کر شروع کر دینا چاہیئے۔ ان تمام تعلیمی و تربیتی پروگراموں میں جہاں جہاں گنجائش ہو ہمیں حکومت کی امداد و اعانت حاصل کرنے سے احتراز نہیں کرنا چاہیئے لیکن ظاہر ہے یہ سارے کام بنیادی طور پر اپنی مدد آپ ہی سے سرانجام پا سکتے ہیں۔

تعلیم کا مسئلہ موجودہ علمی اور جمہوری دور میں بے حد اہم ہو چکا ہے۔ زندہ قومیں اس لازمہ حیات کے لئے محض حکومتوں پر تکیہ نہیں کرتیں۔ انتہائی ضروری ہے کہ اکابرین ملت نیز دردمند اور حساس مسلمان اس اہم مسئلے کے حل میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کریں لیکن مستقبل کا خاکہ بناتے وقت شاعر مشرق کی یہ نصیحت فراموش نہ کریں کہ :-

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

قافیہ اور ردیف

راجہ مہدی علی خاں

ہنسی کل سے مجھے اِس بات پر ہے آرہی خالو
کہ خالہ کہہ رہی تھیں قافیہ ہے آپ کا آلو
اُسی دن سے بہت میں آپ سے ڈرنے لگا خالہ
جبا مّی نے بتایا قافیہ ہے آپ کا بھالہ
اگر پوچھے کوئی کیا قافیہ ہے آپ کا پھپھی
میں فوراً سامنے رکھ دوں گا لا کر تیل کی کپّی
اگر شاعر کہیں بے قافیہ ہے لفظ بہنوئی
میرے بہنوئی: سر پہ شاعروں کے مارنا ڈوئی
بہت ہی رحم آیا آپ پر۔ اے محترم نانا
کہ دادا کہہ رہے تھے قافیہ ہے آپ کا کانا
اگر پوچھے کوئی کیا قافیہ ہے آپ کا دادی
تو مل پھینک دینا اوڑھ لینا سر پہ تم کھادی
بہت ہے گھومنے کا شوق تم کو اے بڑے بھیّا
نہ مارو تو بتادوں قافیہ ہے آپ کا پہیّا
تم اپنا قافیہ خود بن گئی ہو اے میری آپا
نظر لگ جائے گی تم سر پہ رکھ کے آئی ہو مٹاپا
تمہارا قافیہ کوئی نہیں ہے اے نحیف امّی
یہی بہتر ہے تم چپکے سے بن جاؤ ردیف امّی

٭ ٭ ٭ ٭

پیٹو صاحب

ایک تھے پیٹو صاحب جن کی چھ ۶ فٹ تھی اونچائی
پیٹ کے چکر کاٹ رہی تھی اُن کی کُل دانائی
بیٹھے بیٹھے پہلو بدلیں، دس روٹی کھا جائیں
شام سویرے آتے جاتے کھائیں کھائیں کھائیں
اک دن پیٹو صاحب کو اک گھر سے دعوت آئی
دعوت کیا دعوت کرنے والے کی شامت آئی
دن چھپنے سے پہلے پیٹو اس کے گھر جا دھمکے
دستر خوان لگا تو بیٹھے کچھ تن کے کچھ جم کے
پہلے روٹی سالن سارے گھر بھر کا کھا ڈالا
پھر گھر کی باقی چیزوں کا نکلا خوب دیوالہ
بارہ ۱۲ لڈو بیس ۲۰ امرتی سولہ ۱۶ بالوشاہی
چودہ ۱۴ کیلے تیس ۳۰ شریفے، حلوا ایک کڑاہی
گھبرا کر گھر کے مالک نے نوکر کو دوڑایا
ایک کلو بازار سے حلوا گاجر کا منگوایا
حلوا کھا کر بولے پیٹو دے مونچھوں پر تاؤ
یار! ذرا اندر سے تھوڑی سی نمکین منگاؤ
تھوڑی دال بچی تھی پی لی۔ پھر لوٹا بھر پانی
گھر کی حالت جان چکے تھے سو اٹھنے کی ٹھانی
صاحب خانہ بولے بیٹھو، بیٹھو کچھ فرماؤ!
گھر میں برتن اور بچے ہیں وہ بھی کھاتے جاؤ

ایک مزاحیہ فیچر

راشن کی دوکان

سید منظور الحسن ہاشمی
ناظم درس گاہ

کردار

نمبر	کردار	نام	درجہ
۱	بابوجی	ثاقب رضا	درجہ ششم ب
۲	مرزا پھویا	محمد عزیز	ہفتم
۳	سرحدی	فغفور جمال	پنجم
۴	مچھیرا	منصور عالم	ہفتم
۵	طالب علم	وقار الرحمٰن	ششم
۶	گھسیارا	محمد ایوب بنارسی	〃 ب
۷	دھوبی	نعمت اللہ	ہشتم
۸	سپاہی	محمد انور	ششم ا
۹	پہلا راہ گیر	جمال الدین	〃 〃
۱۰	دوسرا راہ گیر	فخرالدین	〃 〃
۱۱	تیسرا راہ گیر	محمد اسماعیل	ششم ب
۱۲	ڈبہ والا	محمد خالد کوثر	ہفتم
۱۳	چٹھی لانے والا	محفوظ عالم	ششم ا

ایک پتلی سی بد بودار گلی کے کنارے راشن کی دوکان ہے۔ جگہ جگہ بھنگیوں نے نالی صاف کر کے بودا بیچ گلی میں ڈھیر کر رکھا ہے۔ دوکان کے سامنے ایک سائن بورڈ ہے۔ سائن بورڈ الٹا ٹنگا ہوا ہے اور اس پر بھدے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ دوکان راشن ڈپو ۵۲ وقت ۹۔ دوکان کے سامنے ایک ٹوٹی ہوئی تین پائے کی بینچ پڑی ہے۔ چوتھے پائے کی جگہ اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔

ایک صاحب دوکان کے سامنے آکر کھڑے ہوئے ہیں۔ پرانا کوٹ پہنے ہوئے جس کے کالر اور آستینیں پھٹی ہوئی ہیں۔ کہنی کے پاس پیوند لگا ہوا ہے۔ یہ ایک ریٹائرڈ بابوجی ہیں۔

بابوجی :- بھئی واہ... بڑے اچھے موقع پر پہنچا۔ دوکان پر کوئی نہیں ہے۔ میں ہی میں ہوں۔ ذرا دیر ہو جاتی تو ایک لمبی لائن کا آخری سرا نصیب ہوتا... (بڑے غور سے سائن بورڈ کو سیدھا کر کے پڑھتے ہوئے)۔

ارے دوکان ۹ صبح ایک بجے چار بجے کھلے گی۔

خیر جس وقت بھی کھلے ... میں پہلے نمبر پر رہوں گا (بینچ پر بیٹھ جاتے ہیں)۔

راہ گیر :- ایک راہ گیر کوٹ پتلون پہنے ہوئے بڑی تیزی سے گزرتا ہے

بابوجی :- بھائی صاحب۔ او بھائی صاحب آپ کی گھڑی میں کتنے بجے ہیں۔

راہ گیر (ذرا ٹھہر کر) میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں آپ کو وقت بتا سکوں (تیزی سے گذر جاتا ہے)

بابوجی :- اے سبحان اللہ ... حتی

دیر رکے تھے گھڑی نہیں دیکھ سکتے تھے... ہاں صاحب ہمارے ملک میں ایسے بھی جنٹلمین موجود ہیں ... کیا اچھا ہوتا انھیں کسی موزیم میں رکھ دیا جاتا

دوسرا راہ گیر: سڑک پر سے گزرتا ہے (ایک ہاتھ میں گھڑی دوسرے ہاتھ میں گھڑا ہے)

بابوجی:۔ بھائی صاحب ... او بھائی صاحب (کیا آپ وقت بتانے کی زحمت فرمائیں گے۔

دوسرا راہ گیر (رک کر کان پر ہاتھ رکھتے ہوئے) آپ نے کیا فرمایا۔

بابوجی:۔ (کان کے پاس منہ لے جاکر) آپ کی گھڑی میں...

راہ گیر:۔ یہ گھڑا؟ جی ہاں۔ ابھی ابھی خرید کر لایا ہوں۔

بابوجی:۔ جی میں نے وقت پوچھا ہے وقت۔

راہ گیر:۔ قیمت؟ ارے صاحب! کچھ نہ پوچھیے۔ مٹی کی قیمت بھی سونے کے برابر ہوگئی ہے

بابوجی۔ اجی صاحب! بھاڑ میں جائے آپ کا گھڑا۔ میں تو پوچھ رہا ہوں کتنے بجے ہیں۔

راہ گیر:۔ باجہ۔ باجہ کہیں بج رہا ہے.... ہاں صاحب۔ آج کل تو ہر بارات کے ساتھ باجہ بجنا گویا فرض ہیں ہے۔ باجہ نہ بجے گا تو دلھنیا نہ ملے گی

بابوجی:۔ ہونھ۔ اچھی بات ہے آپ تشریف لے جایئے۔

راہ گیر:۔ شریفے؟ ہاں شریفوں کا ٹھیلا ابھی تو دیکھا تھا ....صاحب بڑے بدمزہ اور بہت گراں ہیں۔ انھیں خریدنا پیسوں کا پھینکنا ہے

بابوجی:۔ اچھا بھائی صاحب۔ السلام علیکم (جاکر بنچ پر بیٹھ جاتے ہیں)۔

راہ گیر:۔ معلوم ہوتا ہے آپ کچھ خفا ہوگئے۔ اچھا تو شریفے خریدیے اور کھایئے میں منع کرنے والا کون ہوں۔ عجیب زمانہ ہے۔ جسے دیکھو اکڑفوں بنا ہوا ہے۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا.... اچھا بھائی خفا ہوگئے ہو تو اپنے گھر میں خوش رہو۔ میرا کیا جاتا ہے میں نے تو ان کی بھلائی کے لیے کہا تھا۔ (جاتا ہے)

بابوجی:۔ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس وقت کتنے بجے ہیں۔ نہ جانے کب تک ٹہلنا پڑے۔

تیسرا راہ گیر: گزرتا ہے۔

بابوجی:۔ اجی صاحب۔ آپ کی گھڑی کیا بجا رہی ہے

راہ گیر:۔ (بڑے غور سے گھڑی دیکھ کر) بارہ بجے ہیں۔

بابوجی:۔ بارہ بج گئے...اجی صاحب۔ ہوش کی دوا کیجیے.... ابھی ابھی تو سورج طلوع ہوا ہے۔ بغیر ناشتہ کیے ہوئے میں چلا آرہا ہوں... آئے ہوئے مشکل سے چند منٹ گزرے ہوں گے اور اک دم ۱۲ بج گئے۔

راہ گیر (گھڑی دوبارہ دیکھ کر) ارے ذرا ٹھہریے (کان سے لگا کر) معاف کیجیے۔ میری گھڑی رکی پڑی ہے

بابوجی:۔ آپ کی گھڑی بھی خوب ہے ٹھیک ۱۲ بجے رکتی ہے۔ کیا یہ اس کے لنچ کا وقت ہے۔

راہ گیر:۔ شاید چابی دینا بھول گیا تھا۔

بابوجی:۔ جب آپ کو گھڑی باندھنے کا شوق ہے تو اس کی نازبرداری بھی کرتے رہیے۔ آپ کو راشن نہ ملے تو کیا گھڑی کو بھی فاقہ کی حالت میں رکھتے ہیں۔ ۱۲ نہیں بجیں گے تو کیا ہوگا۔

راہ گیر:۔ نہیں صاحب میں تو دن میں نہ جانے کتنی مرتبہ گھڑی کے کان اینٹھتا رہتا ہوں۔ آج نہ جانے کیسے بھول گیا.... (چابی کی گھنڈی گھماتے ہوئے) .... ایں ... چابی تو بھری ہوئی ہے۔ گھڑی زور زور سے ہلا کر) چلنے کا نام ہی نہیں لیتی کمبخت۔

بابوجی:۔ دیکھیے گستاخی معاف۔

وہ سامنے کباڑی کی دوکان ہے۔ اس سے پوچھیے کتنے میں خریدے گا.... میرا مشورہ ہے آپ اسے بیچ دیجیے اور ان پیسوں یہاں سے راشن لے جایے۔

راہ گیر:۔ واہ صاحب... آپ کو اٹکھیلیاں سوجھ رہی ہیں اور مجھے اس گھڑی پہ تاؤ آرہا ہے۔ اجی صاحب یہ گھڑی پشتینی ہے وسفنڈ میرے دادا مرحوم ومغفور نے اسے حج کے موقع پر جدہ میں خریدا تھا۔

بابوجی:۔ آپ کے دادا صاحب تو قبر کے اندر پہنچ گئے۔ آپ کی گھڑی کب تک جوان رہے گی؟

راہ گیر:۔ بس بس آپ اپنا جھولا سنبھالیے.... مجھے آپ کے قیمتی مشورے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ (راہ گیر چلا جاتا ہے)

بابوجی:۔ افسوس۔ مجھے ابھی تک وقت نہ معلوم ہوسکا.... زندگی بھر بابوجی بنا رہا۔ مگر کلائی پر گھڑی نہ آسکی.... اوہ وہ مل کا بھونپو بول رہا ہے۔ (آواز آتی ہے)

ابھی تو آٹھ بجے ہیں.... دوکان کھلنے کے لیے پورا سوا گھنٹہ باقی ہے۔ تعجب ہے ابھی تک راشن کا کوئی دوسرا خریدار ہی نہیں آیا۔ سوائے میرے۔

چلو بیٹھ کر اخبار پڑھیں۔ کسی طرح وقت تو کٹے۔ مگر تازہ اخبار کہاں سے آئے... وہ اخبار والا آواز لگا رہا ہے۔ کیا اخبار خرید لوں... مگر نہیں ایک اخبار خریدوں گا تو راشن کی ایک چھٹانک شکر چھوڑنی پڑے گی۔

شاید جھولے میں کوئی پرانا اخبار پڑا ہو (جھولے سے نکال کر) خوب ۵ جولائی کا ہے تازہ سے بھی زیادہ تازہ۔ اے سبحان اللہ... مگر نہیں یہ تو ۱۹۶۹ء والا ہے...

خیر اسی کو پڑھو... پرانی باتیں تازہ ہو جائیں گی.... (اخبار پڑھنے لگتا ہے)

مرزا پھویا:۔ اجی صاحب آپ ہیں۔ میں نے کہا تسلیمات عرض ہے... بھئی واللہ مطالعہ میں اس قدر غرق ہیں کہ دنیا اور مافیہا کی خبر ہی نہیں.... خدا کی قسم میں بڑے ادب سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہوں۔

بابوجی:۔ اوہو... آپ ہیں۔ وعلیکم السلام۔ بھئی وعلیکم السلام معاف کیجیے۔ آپ کا مزاج اچھا ہے آپ خیریت سے ہیں۔

مرزا پھویا:۔ بخدا خیریت بعد میں پوچھیے گا... للہ پہلے بتایے اخبار کی خبریں کیا کیا ہیں۔

بابوجی:۔ اخبار کی خبریں... چاند پہ امریکی خلاباز سلامتی کے ساتھ اتر گیا۔

مرزا پھویا:۔ کیا کہا... خدا کی قسم چاند پہ امریکی خلاباز پہنچ گیا۔ کیا پھر کوئی خلاباز روانہ ہوا تھا۔

بابوجی:۔ ہاں صاحب روانہ ہوا تھا جبھی تو پہنچا۔ ورنہ کیسے پہنچتا۔

مرزا پھویا:۔ بھئی واللہ میں بھی کیسا بدھو ہوں۔ مجھے خبر ہی نہیں۔ اماں ذرا اخبار تو دو۔

(بابوجی اخبار دیتے ہیں)

مرزا۔ اماں یار سچ کہتے ہو۔ امریکی خلاباز چاند پہ پہنچ گیا۔ اور واللہ مجھے خبر نہیں۔ میں بھی روزانہ اخبار پڑھتا ہوں۔ ٹائمز ہے۔ ایکسپریس۔ دعوت ہے۔ مگر اس خبر کا ان اخباروں میں کوئی تذکرہ ہی نہیں۔

بابوجی:۔ ارے میں آپ سے یہ بتانا بھول گیا کہ یہ اخبار ۱۹۶۹ء کا ہے۔

مرزا:۔ ۱۹۶۹ء کا: واللہ تم نے بھی کمال کر دیا۔ خدا کی قسم تم مجھ سے بدھوپن میں ایک پسیری زیادہ نکلے.... بھلا بتاؤ ۱۹۷۲ء میں ۱۹۶۹ء کی باتیں پڑھنے

بے فائدہ۔ جو زمانہ بیت گیا، بیت گیا۔ ... اب اسے یاد کرنے سے کیا فائدہ۔ ... یہ مورخین نہ جانے کیوں طالب علموں کا دماغ خراب کرنے کے لیے پرانے واقعات کا ایک انبار لگاتے چلے جا رہے ہیں۔ لڑکے فیل نہ ہوں تو کیا کریں۔

بابوجی:۔ اچھا یہ بتایئے دوکان کب کھلے گی۔

مرزا:۔ اس تختی پہ وقت کیا لکھا ہے ... وہ بھی کمبخت الٹی ٹنگی ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے پورا زمانہ اوندھا ہو گیا ہے۔ سیاست بھی اوندھی ... معیشت بھی اوندھی ... میں بھی اوندھا تم بھی اوندھے۔

بابوجی:۔ مرزا صاحب آپ اپنے آپ کو اوندھا سمجھیے۔ میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آپ نے وقت پوچھا ہے۔ وقت ہے نو صبح ایک بٹے چار بجے

مرزا:۔ کیا آپ حسابات کے دفتر میں کام کرتے تھے۔ یہ صبح اور بٹے کا حساب میں نہیں جانتا

گھسیارہ ... بھیا سلام۔

دونوں:۔ سلام بھائی۔

گھسیارہ بابوجی کے آگے کھڑا ہو جاتا ہے

بابوجی:۔ او بھیا ... یہاں کہاں کھڑے ہو گئے۔ نہیں دیکھتے میں پہلے سے موجود ہوں

گھسیارہ:۔ ہاں بھیا غلتی ہوئے گئی

بابوجی:۔ ادھر دیکھو میرا نمبر ۱ ہے مرزا صاحب نمبر ۲ پر ہیں اور تمہارا نمبر ہے ۳

گھسیارہ: ہاں بھیا ہم کا نمبر یاد رہی۔ ہمرا نمبر ۳ ہے نا۔

مرزا:۔ یہ گھاس کا پولا وہاں رکھ دو ... کیا اسے لے کر لائن میں لگو گے۔

گھسیارہ: ہاں جی ٹھیک کہت ہو۔

بابوجی: بے چارہ ڈرتا ہے کوئی لے نہ جائے۔

مرزا:۔ اجی صاحب گھاس کون لے جائے گا۔

بابوجی: یہ نہ کہیے مرزا صاحب۔ جسے راشن نہ ملے گا وہ گھاس نہ کھائے گا تو کیا کرے گا۔

گھسیارہ:۔ ٹھیک کہت ہو۔ گھاس کھاوے کا جمانہ آ گوا۔

بابوجی:۔ کیوں جی شکر تم بھی لوگے

گھسیارہ: ہاں بھیا ... ہم کا بھی کھانڈ کی جرورت ہوت ہے۔

مرزا:۔ تمہارے بچے بھی چائے پیتے ہیں۔

گھسیارہ: ہاں بھیا ... سب بچے چائے کے بڑے سوکین ہیں۔ سنا ہے پلٹن والے کسی جمانے ماں میٹھی چائے پلات ہیں ... میٹھی چائے پی پی کے اب سارا جمانہ چائے کا لتی ہوئے گوا۔

بابوجی: سچ کہتے ہو۔ مگر ہم بابوجی لوگ دس دن شکر کی چائے پیتے ہیں۔ پھر اس دن گڑ کی چائے پیتے ہیں۔ پھر آخری دس دن نمک کی چائے چلتی ہے

مرزا: ہاں صاحب عجب وقت آ پڑا ہے ... ہندوستان میں اتنا گنا پیدا ہوتا ہے۔ سیکڑوں کارخانے دھڑا دھڑ شکر تیار کرتے ہیں ... وہ شکر جاتی کہاں ہے۔

بابوجی: اجی صاحب ہندوستان کی فراخ دلی ہمیشہ سے مشہور ہے۔ ہم گڑ کی چائے پی کر دوسرے ملک والوں کو شکر کی چائے پلاتے ہیں ...

دھوبی:۔ بھین لوگ۔ سلام

مرزا: وعلیکم السلام ... آؤ تم بھی لائن میں لگ جاؤ۔ تمہارا نمبر ۴ ہے۔

بابوجی:۔ اپنی یہ خوشبودار گٹھری ادھر رکھ دو۔

دھوبی: اچھا بھیا۔ اچھا بھیا

بابوجی:۔ اب لوگ آ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے دکان کھلنے کا وقت قریب ہے۔

مرزا: ہاں صاحب دیکھیے سوا نو

کب بجتے ہیں واللہ راشن لیناجوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

بابوجی :۔ گھڑی والا کوئی نہیں آیا اب تک ۔ دیکھیے بھوپو پھر بج رہا ہے (سائرن بجتا ہے) شاید اب پورے نو بجے ہیں۔

مچھیرا :۔ بھیا۔ کا راشن کی دوکان کھل گئی ۔

دھوبی :۔ ہاں بھیا ۔ اب کھلیں چیت کھلیں چیت ہے۔ آؤ لائن میں لگ جاؤ۔

مرزا :۔ (ناک پر رومال رکھ کر) خدا کی قسم مچھلی کی بساندہ بھی کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے ۔ گلی پہلے سے مہک رہی تھی اب اور مہک جائے گی ۔

بابوجی : بھیا تم اپنا جال اور اپنا ٹوکرا وہاں چھجے کے نیچے رکھ دو۔

مچھیرا : اچھا بھیا۔ بہت اچھا (مچھیرا رکھنے جاتا ہے ۔)

بابوجی: کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔ ایک گندی مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے ۔

مرزا : مچھیرے کو دیکھ کر خدا کی قسم مجھے اپنے ملک کے سیاست داں یاد آ گئے ۔

بابوجی : ہاں آپ سچ کہتے ہیں ۔ وہ بڑے ہوشیار قسم کے پڑھے لکھے مچھیرے ہوتے ہیں۔

مرزا : بخدا سیاسی مچھیرا کا شکار ان کو اپنے جال میں پھانستا ہے ۔ خدا کی قسم ان سے کہتا ہے ۔ آؤ ہم سب مل کر زمین داروں سے زمین چھینیں اور آپس میں مفت تقسیم کر لیں ۔

دھوبی : ہاں بھیا لاؤڈ اسپیکر پر نیتا جی بھی تو بولت رہیں ۔

مرزا : ان سیاسی مچھیروں نے خدا جھوٹ نہ بلوائے تمام مزدوروں کا دماغ خراب کر دیا ہے ۔ اپنے جال میں سب کو پھانستے ہیں اور کہتے ہیں لگاؤ نعرہ انقلاب زندہ باد۔ سرمایہ دار مردہ باد۔

گھسیارا : ہاں وہ کہت ہیں کارکھانن پر کبجہ کر لیو ۔ ان کے اصل مالک تم ہو۔ وہ نہیں ہیں۔

بابوجی : اور یہ سیاسی مچھیرے طلبہ کو پھانستے ہیں اور کہتے ہیں ۔ چھوڑ دو پڑھائی لکھائی ۔ رکھ دو کتابیں طاق پر ۔ بند کر دو قلمدان کے اندر اپنا قلم ۔ آجاؤ سب کے سب اکھاڑے میں ۔ ہوگی کشتی موٹے موٹے منسٹروں سے ۔۔۔ بند کر دو غفوری کبوتروں کو کابک میں ۔ پھر ہمارا ہوگا بول بولا ۔۔۔ رہے آکاش میں نام ہمارا ۔

گھسیارہ : ہاں جی ۔ یہ نیتا لوگ کشتی خوب لڑاوت ہیں۔ خود الگ کھڑے رہت ہیں۔

مرزا : اجی حضرت اب تو بیٹھے بیٹھے بھی تھک گئے ۔۔۔۔ سوا نو تو بج بھی گئے ہوں گے ۔

بابوجی : ہاں صاحب۔ سوا نو تو بج گئے ہوں گے ۔۔۔ گھڑی والا اب بھی کوئی نہیں آیا ۔

مرزا :۔ ہم سب کو کنٹرول کرنے کے لیے لال پگڑی والا آ رہا ہے ۔

سپاہی (داخل ہوتا ہے ۔ ڈنڈا بجا کر) کھڑے ہو جاؤ سب لائن میں۔

ایک شخص مٹی کے تیل کا بڑا سا ڈبہ لے کر آتا ہے۔ کھڑا ہو جاتا ہے ۔

ایک طالب علم کتابیں لیے ہوئے آتا ہے کھڑا ہو جاتا ہے ۔

مرزا :۔ اجی صاحب ۔ خدا کی قسم تم یہ کنسٹر لائے ہو تیل کے لیے ۔ کیا تمہیں ایک بیرل تیل ملتا ہے ۔

ڈبہ والا : کچھ یہاں ملے گا ۔۔۔ کچھ وہاں ملے گا اور کچھ کہیں اور مل جائے گا ۔

بابوجی : آپ کے پاس ایک راشن کارڈ نہیں بلکہ ایک درجن راشن کارڈ معلوم ہوتے ہیں ۔

ڈبہ والا : اجی صاحب چپ رہیے ۔ سپاہی سن لے گا تو غضب ہو جائے گا

مرزا : بخدا یہ ترکیب بھی خوب ہے مگر برخوردار تمہیں خبر نہیں آج کل

موٹے موٹے اسمگلر گرفتار ہو رہے ہیں پھر ہورڈر کی نوبت آئے گی۔ پھر راشن کارڈ ہولڈرز کی باری آئے گی۔

ڈبے والا:۔ اجی صاحب سنتے رہیے۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

طالب علم: بھائی صاحب ساڑھے نو بج چکے ہیں۔ راشن کی دوکان کب کھلے گی۔ وقت پر راشن نہ ملا تو کالج میں دیر ہو جائے گی۔

بابوجی: آج آپ رخصت کی درخواست دے کر آتے تو بہتر تھا۔

طالب علم: کیا واقعی اتنی دیر ہو گی۔

مرزا:۔ واللہ تم بھی کتنے بھولے ہو۔ کبھی تمہارے پرنسپل صاحب بھی وقت پر آتے ہیں۔ کیا تمہارے پروفیسر صاحب بھی وقت کی پابندی کرتے ہیں کبھی گھنٹی بھی وقت پر بجتی ہے۔ دیر آید درست آید والا محاورہ تو کمبخت انگریزوں کے جانے کے بعد ہی لوگوں کی سمجھ میں آیا ہے۔

سرحدی ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر داخل ہوتا ہے اور بھاری بھر کم آواز میں سلام کرتا ہے

سرحدی: السلام علیکم

سب: وعلیکم السلام۔

سرحدی: ڈنڈا پٹختے ہوئے بابوجی کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

بابوجی:۔ اے سبحان اللہ میں یہاں ۷ بجے سے کھڑا تاپ رہا ہوں آپ یہاں کیسے کھڑے ہو گئے۔

سرحدی: خو ہم یہیں کھڑا ہو گا ہمارا یہی جگہ ہے۔

مرزا: بھئی تمہارے سر کی قسم۔ بابوجی کے حال پر اور میرے حال پر رحم کھائیے۔

سرحدی: خو ہم روٹی اور گوشت کھاتا ہے۔ رحم نہیں کھاتا۔

بابوجی: دیکھو تم سمجھ دار آدمی ہو... سیدھی طرح لائن میں لگ جاؤ یہ سب پاگل ہیں جو اتنی دیر سے یہاں لائن میں کھڑے ہیں۔

مرزا: تمہیں خدا کی قسم ذرا عقل سے کام لو....

سرحدی: خو ہم عقل سے کام کبھی نہیں لیتا... ہم ڈنڈے سے ہمیشہ کام لیتا ہے۔

بابوجی: ارے بھائی یہ کانسٹبل چودہری صاحب کھڑے ہیں۔ ان سے گزارش کی جائے۔

سرحدی: ہم چودہری کے باپ کو بھی کچھ نہیں سمجھتا۔

گھیارا: میاں جی، یہ سب لوگ سچ تو کہت ہیں۔ آؤ بھلے مانس کی طرح یہاں کھڑے ہوئے جاؤ۔

سرحدی: خو تم کیا بکتا ہے۔ گھاس کی طرح ہم تمہارا سر چھیل دے گا۔

دھوبی: بھیا جی بات مان جاؤ ہم سب تمری کھوسامد کرت ہے۔

سرحدی: خو تم گھاٹ پر کپڑے پٹختا ہے۔ اسی موافق ہم تم کو پٹخ دے گا۔ دم نکل جائے گا۔

مچھیرا: ذرا بات مان لیو... ہم سب تم سے درکھاست کرت ہے۔

سرحدی: خو۔ تم ہم کو مچھلی سمجھتا ہے... ہم تمہارے جال میں نہیں پھنسے گا۔

سپاہی: کہاں صاحب... آپ سب کے آخر میں آئے ہیں۔ یہاں آخر میں آ کر کھڑے ہو جاؤ۔

سرحدی۔ خو۔ تم اپنا ڈنڈا گھماتا ہے ہمارا ڈنڈا نہیں دیکھا۔

سپاہی: ہم تم کو حوالات میں بند کر دے گا

سرحدی: ہم اپنے بھائی کو بلا کر لائے گا۔ انجمن پختونان کے صدر کے موٹر کا ڈرائیور ہے... وہ تم کو نوکری سے برخواست کروا دے گا۔

(سپاہی کے کان میں سرحدی کچھ کہتا ہے۔ سپاہی مسکراتا ہے)

سپاہی:۔ اچھا بھائی انھیں کھڑا رہنے دو۔ ان کا دادا انگلستان جا رہا ہے۔ دادا جی کے لیے اسٹیشن جانا ہے۔ دیر ہو گی تو گاڑی چھوٹ جائے گا

بابوجی: بڑے بوڑھوں نے سچ کہا ہے۔ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس

مرزا: خدا کی قسم میں دبلا نہ ہوتا تو واللہ میں دیکھ لیتا۔ یہ کیسے یہاں کھڑے ہو سکتے تھے۔

سرحدی:۔ خو۔ اپنا منھ بند رکھو۔

بابوجی:۔ ہاں صاحب منھ تو بند ہے ہی۔ کان بھی بند کرنے ہوں گے۔ اور ارے آنکھیں بھی بند کرنی ہوں گی۔

طالب علم:۔ ارے بھائی بارہ بج گئے۔ ابھی تک دوکان نہیں کھلی۔

بابوجی:۔ کیا کہا بارہ بج گئے اف۔ .... اس راہ گیر کی گھڑی بالکل صحیح وقت بتا رہی تھی۔ واقعی بارہ بج گئے۔ ....

گھسیارا:۔ کا بھوا دوکندار صاحب اب نہ آئیہیں۔

دھوبی:۔ بھیا۔ آج بھی راسن نہ ملیہے

مچھیرا:۔ روج روج کا یہی کسہ ہے۔

(ایک شخص چٹھی لاکر دیتا ہے اور چلا جاتا ہے)

سپاہی:۔ لو بھیا ذرا پڑھ تو دیو۔

مرزا:۔ (زور سے پڑھتے ہیں)۔

راشن کے خریدارو۔ ہمارا سلام قبول کرو۔ امریکہ سے جو جہاز پی۔ ایل والا غلہ لے کر آرہا تھا اس کا انجن راستہ میں خراب ہو گیا ہے۔ بمبئی سے ایک جہاز غلہ اتارنے گیا ہے۔ .... چند روز آپ اور صبر کر لیجیے اس کے بعد آپ سب کو پورا پورا غلہ دیا جائے گا۔

بابوجی:۔ بھئی واہ۔ یہ بھی خوب رہی۔

مرزا بھویا۔ خدا کی قسم اس سے زیادہ مزے دار لطیفہ آج تک نہیں سنا۔

گھسیارا۔ دھوبی۔ مچھیرا اور سب لوگ۔۔ چلو بھائی چلو اب غلہ نہیں ملے گا

سرحدی: خو: ہم نہیں جائے گا ہم غلہ لے کر رہے گا (زور سے ڈنڈا پٹختا ہے)

مرزا بھویا۔ خان صاحب۔ آپ کے دادا جان کی گاڑی چھوٹ جائے گی۔

سرحدی:۔ دادا جان کو جانے دو ہم شام تک کھڑا رہے گا۔ غلہ لے کر جائے گا۔

(پردہ گرتا ہے)

شگوفے

شاہنامۂ اسلام کے مصنف حفیظ جالندھری سر کے بالوں کے سلسلہ میں فارغ البال ہیں۔ کسی خوش فکر نے پوچھا "حفیظ صاحب! سر کے بال نہ ہونے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی۔؟"

"تکلیف کیا ہوتی" حفیظ صاحب نے جواب دیا۔" البتہ وضو کرتے وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ منھ کو کہاں تک دھونا ہے۔

(راشد عدیل نکھیم پوری پنجم ب)

• دس سال کے ایک لڑکے کا دانت نکالنے کے بعد ڈاکٹر نے اس کے باپ سے کہا۔ "ابھی نکالا ہے پانچ روپے" "مگر آپ نے تو صرف پہلے ایک روپیہ ہی بتایا تھا" لڑکے کے باپ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر آپ کے لڑکے کی چلاہٹ سن کر میرے چار مریض بھاگ گئے ان کی فیس کون دے گا" ڈاکٹر نے کہا۔

رضی الاسلام (ہشتم)

• ماسٹر (لڑکے سے) بحرالکاہل کسے کہتے ہیں

لڑکا۔ جو بہرا ہو اور ساتھ ساتھ کاہل بھی۔ اسے بحرالکاہل کہتے ہیں۔

ظفر علی دھنبادی۔ پنجم الف۔

سلور جوبلی

تعلیمی نمائش

درس گاہ کی سلور جوبلی کے موقع پر تعلیمی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ جناب مولانا محمد عزیر صاحب مظاہری نے ۱۱ر دسمبر کو بعد مغرب تعلیمی نمائش کا افتتاح فرمایا تھا۔ یہ نمائش فنی اور مقصدی دونوں اعتبار سے بہت کامیاب رہی۔ تعلیمی نمائش کو کئی شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ذیل میں ہر شعبہ کی الگ الگ رپورٹ دی جا رہی ہے۔

شعبۂ تعلیم و تربیت

خوش باش ہو جو بچہ خوش خو، جوان ہوگا

کون بدنصیب ہوگا جو یہ چاہے کہ اس کے بچے بڑے ہو کر اچھے انسان نہ بنیں اور نہ پھلیں پھولیں اور والدین کی نیک نامی کا سبب نہ بنیں۔ یقیناً کوئی بھی ہو، جاہل ہو یا عامی، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کی اولاد پر اقبال مندی کا ستارہ چمکے اور وہ ملک و ملت کی تعمیر میں ایک اچھا رول ادا کر سکے۔ اِن خواہشات کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ بچے کی اچھی تعلیم و تربیت کا نظم کیا جائے اور اسے اچھے ماحول میں رکھا جائے۔ صالح سماج میں اسے رکھا جائے۔ عمدہ اخلاق کی فضا بہتر تعلیم و تربیت کسی بھی نوخیز بچے کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی زندگی کے لیے پانی ہوا اور غذا ضروری ہے۔

اسی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر مرکزی درس گاہ کی سلور جوبلی کے موقع پر تعلیمی نمائش میں تعلیم و تربیت کا ایک شعبہ خصوصیت سے قائم کیا گیا۔ اس شعبہ میں چھوٹے بچوں کی تربیت، ان کے مربیوں کی تربیت، والدین اور اساتذہ کو مشورے دینے کے لیے مختلف طرح کے رنگین قلمی چارٹس لگائے گئے تھے تاکہ ہمارے مشاہدین جب یہاں تشریف لائیں تو ایک پیغام اپنے ساتھ لے کر واپس ہوں۔ اور ہماری کاوشوں کو دیکھ کر اپنی نئی نسل کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں ـــــ اس کام کے لیے ضروری ہے کہ سرپرستوں پر خود بچے کی حیثیت واضح کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ اگر آپ نے اپنے بچے کی اچھی تربیت کر لی تو کل آپ کے یہ لخت جگر آپ کو ابدی آرام پہنچانے کا ذریعہ ہوں گے۔ چنانچہ کتنے ہی چارٹس لگائے گئے تھے جو بچے کی اہمیت اس کی تعلیم و تربیت کی اہمیت اور ضرورت، دینی تعلیم کی اہمیت، دینی تعلیم

کرمیں ۶

بچوں کو دینا کیوں ضروری ہے، دینی تعلیمی تحریک چلانے سے متعلق معلومات کا ذخیرہ تھے ـــــ کتنے چارٹس تھے جو مسلمانانِ ہند کو دینی تعلیم کی غفلت سے جگانے کے لیے بیتاب تھے۔ دیوار پہ ایک طرف تربیت سے متعلق مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی کے شائع کردہ چھوٹے چھوٹے فکر انگیز رنگین چارٹس آویزاں تھے، جو بہت ہی خوبصورت اور جاذب نظر تھے۔

ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ بچوں کی تربیت کے لیے اُن کے بڑوں کو بھی کچھ مشورے دیں اور اساتذہ کو تعلیم کے گر بتائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں والدین کے نام، اساتذہ کے نام، تربیت کے اصول، تعلیم کے گُر نامی چارٹس لگائے تھے۔ بعض لوگ دوسروں کی تربیت میں اپنی تربیت بھول جاتے ہیں اور جادۂ اعتدال سے اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اخلاق کی حدیں خود ہی روند ڈالتے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر ایک چارٹ آویزاں تھا جس پر معنوی تصاویر کے ساتھ لکھا ہوا تھا

"غصہ ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو کھا جاتا ہے۔"

جوش و ولولہ کو ابھارنے والی، ایمان اور روح کو تازگی بخشنے والی بہت سی قرآنی آیات، احادیث اور فکر انگیز، وجد آفرین اشعار سے بھی یہ شعبہ مزین کیا گیا تھا کچھ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

• وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اور اس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔ (القرآن)

• وَاِنَّهٗ اَيْزِلُّ عَنْ لِسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ (حدیث) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گفتگو کے دوران فرمایا "انسان کی زبان کی لغزشیں اس کے قدم کی لغزشوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔"

"شرط ہے زاہد شعورِ منزلِ مقصود بھی
ہر ہجوم رہرواں کو کارواں کہتے نہیں"
(زاہد)

"جو سوتے ہیں نہیں کچھ ذکر ان کا وہ تو سوتے ہیں
مگر جو جاگتے ہیں ان میں بھی بیدار کتنے ہیں"
(زاہد)

• وہ ہم نہیں ہیں کہ صرف اپنے ہی گھر میں شمعیں جلا کے بیٹھیں
وہاں وہاں روشنی کریں گے جہاں جہاں تیرگی ملے گی!
(ابو المجاہد زاہد)

دروازے کے سامنے ایک خوبصورت فریم کردہ چارٹ رکھا گیا تھا جس پر مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند کے طلبہ کے نام ایک پیغام لکھا گیا تھا جو جناب شبنم سبحانی کے پاکیزہ اشعار کی شکل میں "ارمغانِ خلوص" کی حیثیت سے اُن کے صالح جذبات اور پاک تمناؤں کے ترجمان تھے اس چارٹ کے ذریعہ طلبہ کو یہ سوچنے کی تلقین کی گئی تھی کہ تم یہاں اپنے گھر بار کو اعزا اور اقربا کو چھوڑ کر آئے ہو تاکہ علم دین تم سیکھ سکو اور عمل صالح کی ٹریننگ حاصل کرو تمہارے والدین تمہیں اپنی جان سے عزیز سمجھتے ہیں لیکن اپنے دلوں پر پتھر رکھ کر، تم سے کچھ امیدیں وابستہ کر کے انھوں نے تمہیں یہاں بھیج دیا ہے اور اپنی گاڑھی کمائی تمہارے اوپر صرف کر رہے ہیں ــــ اب تمہیں سوچنا ہے کہ جس مقصد سے، جو چیز تم حاصل کرنے کے لیے یہاں آئے ہو اسے حاصل کر رہے ہو کہ ـــــ تمہیں تو بڑے ہو کر اسلام کو پھیلانے کی خدمت انجام دینی ہے اور اپنی زندگی کا نصب العین

یہی بنانا ہے کہ اللہ کے دین ہی کو اپنا راستہ بناؤ اور ساری انسانیت کو اسلام کا یہ سرمدی پیغام پہنچاؤ کہ پوری زندگی میں خدا کی بندگی کیجیے، یہی ہماری اور ساری دنیا کی پریشانیوں اور الجھنوں کا حل ہے۔

مزید برآں ہم نے اپنے شعبے میں اُن کتابوں کی نمائش کا اہتمام کیا تھا جو بچوں کی تعلیم، اُن کی تربیت اور فنِ تعلیم و تربیت سے متعلق تھیں۔ میز پہ سجائی گئیں بچوں کی رنگ برنگی کتابیں شعبہ کے حسن کو دو بالا کر رہی تھیں اور لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔

یہ نمائش جس کا افتتاح ۱۱ر دسمبر کو ہوا تھا۔ ۱۶ر دسمبر کو ختم ہو گئی۔

مرتب :۔ محمد عبد السلام بستوی۔ استاد درس گاہ

شعبہ اسلامیات و عربی

اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے۔ خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ اسلام ہی انسانیت کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ اسلامی نظام ہی دنیا کو جنت کدہ اور امن کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔ انسان کی روحانی تسکین اسلام کی ہدایت میں ہے۔ اسلامی تعلیمات ہی تمام مسائل کا حل ہیں۔ اسلام کی راہ سے ہٹ کر کوئی بھی راہ انسان کو فلاح و بہبود اور امن و سلامتی کی منزل تک نہیں پہنچا سکتی۔ تمام راہیں سوائے اسلام کی راہ کے غلط ہیں۔ اور شیطان کی راہیں ہیں۔ اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی دیتا ہے۔ معیشت، معاشرت، سیاست، اقتصادیات، اخلاقیات، عبادات اور تمام شعبۂ حیات میں اسلام کی ہدایات سے متعلق چارٹس اس کمرہ کی زینت بنے ہوئے تھے۔

عربی زبان عالمی زبان ہے۔ قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ اس کا سیکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اسلامیات اور عربی سے متعلق دیدہ زیب، فکر انگیز، عبرت آمیز، موثر اور عمل پر اُبھارنے والے چارٹس سے اس کمرہ کو آراستہ کیا گیا تھا۔ کمرے کی دیواریں گویا خاموش تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی جس چارٹ پر نظر پڑتی وہ تھا
"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ ترجمہ" اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں"
یہ خوبصورت اور فکر انگیز چارٹ اپنے ناظرین کو دعوتِ عمل دے رہا تھا۔

قران کی آیات اور رسول اللہ صلعم کی احادیث کے سبق آموز چارٹس لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے
" اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ " والا چارٹ اپنے ناظرین کو احتسابِ نفس پر مجبور کر رہا تھا۔ حلاوتِ ایمان سے متعلق ایک چارٹ تھا۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ سے متعلق چارٹس بھی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔

بحیثیت مجموعی تمام ہی چارٹس اسلامی فکر و نظر کی نمائندگی کر رہے تھے۔ کمرہ میں متعین طلبہ نے تمام باتوں کو بالتصریح اور خوش اسلوبی سے لوگوں کو سمجھایا جس پر جج صاحبان نے اظہارِ مسرت فرمایا۔ نمائش تین دن لگی رہی۔ معززین شہر نے نمائش دیکھی اور طلبہ کی محنت اور تعلیم و تربیت کی تعریف کی۔ درس گاہ کے سابق طلبہ بھی درس گاہ کی سلور جوبلی کے موقع پر آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی شعبۂ اسلامیات و عربی کا مشاہدہ کیا اور کافی دلچسپی لی۔ اللہ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (سید لطف اللہ قادری فلاحی) استاد درس گاہ

شعبۂ اردو ادب

سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی اردو ادب کا کمرہ اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔ طلباً نے اس کی سجاوٹ کے لیے کافی محنت، لگن اور دلچسپی کا ثبوت دیا تھا۔ شائقین کے دلوں کو جو اصل چیز موہ رہی تھی وہ اس کی سادگی تھی۔ کمرے کی دیواروں کو اردو ادب سے متعلق خوب صورت رنگا رنگ پوسٹروں، فکر انگیز چارٹس، عبرت آموز اور موثر کتبوں، دل نشیں قطعات، وجد آفریں غزلوں نیز ادبی شہ پاروں سے نہایت سلیقہ اور خوش اسلوبی سے آراستہ کیا گیا تھا۔

کمرے کے سامنے پہنچتے ہی ایک جاذب نظر پوسٹر آویزاں تھا جس پر مفکر اسلام مولانا مودودی کا یہ حسین وجمیل فقرہ تحریر تھا۔

" ادب حسنِ کلام اور تاثیر کلام کا نام ہے "

برابر ہی دوسرے چارٹ پر یہ عبارت درج تھی۔

" معاش کے لیے کوئی ادب پیدا کرنا میرے نزدیک غلط ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ آدمی معاش کے لیے اینٹیں ڈھوئے۔ ادب دماغوں کو ڈھالنے والی چیز ہے۔ یہ کام محض معاش کے لیے نہیں کیا جا سکتا

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

ایک اور چارٹ دِل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والے اِس خوب صورت قطعہ سے مزین تھا ؎

ہم خاک کی معراج ہیں تقدیرِ زمیں ہیں
ہم اِک غزلِ نور ہیں، اِک نظم حسیں ہیں
کیا ہم کو مٹائیں گے اندھیروں کے پرستار
ہم صبح یقیں، صبح یقیں، صبح یقیں ہیں۔

(ابوالمجاہد زاہد)

اس طرح کے متعدد چارٹس کے علاوہ اردو ادب کے شعبہ کی خوب صورتی، زینت اور افادیت میں اساتذہ ادب و شعر کے وہ مجموعہ ہائے کلام اور قیمتی کتب کے نسخے شائقین کو دعوتِ فکر و عمل دے رہے تھے۔ جو نہایت ہی قرینے اور سلیقہ مندی کے ساتھ الماریوں اور چیزوں پر چن دیے گئے تھے ....

منظور فاخر (استاد درس گاہ)

شعبۂ انگریزی و ہندی

تعلیمی نمائش درس گاہ جماعت اسلامی میں انگریزی و ہندی کا شعبہ اپنی نظیر آپ تھا۔ کمرہ متعلقہ مختلف اقسام کے چارٹ اور نایاب کتب سے پُر تھا۔ چارٹ جو طلبہ نے اپنے قیمتی وقت میں بنائے اور وہ اس قدر پر کشش اور نایاب تھے کہ ہر شخص جو تھوڑی بہت بھی علوم بالا سے واقفیت رکھتا تھا بغیر ان کے مطالعہ کیے یا ان کو اچھی طرح سمجھنے سے پیشتر کمرہ چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔

طلبہ متعینہ کمرہ ہذا اپنے کام اور معیار سے کافی مطمئن تھے اور دیکھنے والے خوشی کا اظہار کرتے تھے

مشتاق حسین (استاد درس گاہ)

شعبۂ تاریخ و تمدن

الحمدللہ کہ بچوں نے مشغولیت کے باوجود بڑے ذوق اور شوق سے اب کے اور بھی زیادہ کتبات چارٹس اور نقشے تیار کیے جن میں حق و صداقت کے بے باکانہ موثر تاریخی اسباق تھے۔

ان کتبات میں کچھ خصوصی طور پر زیادہ موثر تھے۔ مثلاً بابر کی تقریر جو جنگ کنواہہ کے موقع پر کی گئی تھی۔ موت اور

زندگی کی کشمکش سے دوچار ہو کر مغلوں نے مایوسی کا دامن تھام لیا تھا۔ لیکن بابر کا پہلا خطابی جملہ "میرے بہادر رفیقو!" ہی ایسا تھا جس نے ہر ایک کو چونکا دیا اور بزدلوں تک کے دل جوش سے بھر گئے اور وہ کامرانی سے ہم کنار ہوئے۔

دوسری تقریر غازی ملک کی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فرض شناس انسان کی شان استغنا تاج شاہی کو بھی ٹھکرا سکتی ہے ؎

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر پہ زمانا ہے

ہندوستان کے غلام خاندان کے بادشاہوں کی فہرست خود بتلا رہی تھی کہ اسلام میں ایک غلام کا کیا مرتبہ ہوتا ہے اور مسلمانوں نے غلاموں کے ساتھ کس درجہ حسن سلوک سے کام لے کر غلامی کی جڑیں کاٹ دی ہیں۔

گھٹتی بڑھتی اور مٹتی سلطنتوں کے نقشے اور ان کے بنتے بگڑتے خاکے تصور میں آکر کچھ ایسی جھلکیاں پیش کر رہے تھے کہ ؎

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالم گیری
آپ کے دن جیا جس کیلئے دارا مارا

وادیٔ سندھ کی تہذیب کا علم جو موہن جو داڑو کی کھدائی سے برآمد شدہ چیزوں کی تصاویر زبان حال سے بتا رہی تھیں کہ ایک خدا سے منھ موڑ کر بے راہ روی کس انجام کو پہنچاتی ہے۔ محلات اور بڑی بڑی تعمیرات والوں کو عیش کوشی نے کس طرح مٹا ڈالا اور سخت محنت کوش سادہ زندگی بسر کرنے والے کس طرح دنیا پہ چھاتے چلے گئے۔

نیز اس کی تشریح شیر شاہ کا یہ جملہ کر رہا تھا۔

"It Behoves The Great To Work Hard."

دوسرا کمرہ تمدن اور تیسرا تمدن عالم دنیا کی تیز رفتاری کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہ کہ "کتنا بدل گیا انسان" اور یہ کہ کیا ان آسمان کی طرف اڑنے والوں نے زمین کو بےچینی سے پاک کر دیا اور کیا امن و امان کا گہوارہ بنا کر اس کو جنت ارضی بنا لیا ہے کہ اب ستاروں کی باری آئی ہے یا جنگ اور تباہی کے سائے زمین سے آسمانوں کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں

بڑے بڑے پلوں کی تصاویر اور مناظر کسی اور بڑے پل کا یقین اور خوف دلا رہے تھے جس سے بخیریت گزر جانے ہی میں انسان کی نجات ہے۔ کتنا ہولناک! آزمائشی پل! جس کے تصور اور خیال سے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کانپ اٹھتے تھے۔

تباہ کن ہتھیاروں، جنگی سامان، تیز حرکت اور برق رفتار راکٹوں میزائلوں کی تصاویر منھ سے بول رہی تھیں کہ اے کاش ان ایجادات پر بھروسہ کرنے والے اور سہارا لینے والوں کو یہ شعور ہو جاتا کہ خود اُن کا یہ تمدن اور تہذیب ان ہی کے لیے تباہی کا باعث بن سکتی ہے اور یہ بجلی تمام انسانیت کے ساتھ ساتھ ان کے آشیانے بھی تاک رہی ہے۔

یہ تھے کچھ تاثرات جو تاریخ و تمدن کی نمائش کے کمرے پیش کر رہے تھے۔

مرتب: اقبال حسین خاں (استاد درس گاہ)

شعبۂ سائنس

ہوا اور پانی انسانی زندگی کے لیے جس قدر ضروری ہے، اسی قدر قوموں کے عروج کے لیے سائنس کا علم بھی انتہائی ضروری ہے۔ یعنی علم سائنس، وقت کی اہم ترین

پکار ہے ۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر درس گاہ جماعتِ اسلامی کے تمام درجات میں سائنس کے مضمون کو لازمی حیثیت دی گئی ہے ۔

ہر سال کی طرح ، اس سال بھی تعلیمی نمائش کا اہتمام کیا گیا ۔ چوں کہ درس گاہ کے ۲۷ سال پورے ہو چکے تھے اس لیے سلور جوبلی منائی جا رہی تھی اور اسی وجہ سے تعلیمی نمائش کے لیے زبردست تیاریاں کی گئی تھیں ۔ بہرحال ، مضامین کے اعتبار سے شعبے قائم ہوئے ۔ شعبہ سائنس بالا منزل پر کھلا ۔ یہ شعبہ اپنی گوناگوں خصوصیات کے سبب انفرادی حیثیت کا حامل رہا ۔ تمام اقسام کے سائنسی چارٹ بیش بہا معلومات کے ساتھ آویزاں تھے ۔ جن میں ہیئت ، طبعیات ، کیمیا ، حیاتیات ، نباتات اور حیوانات کے چارٹ نمایاں تھے ۔ میزوں اور الماریوں پر تجربے کے لیے آلات مزین تھے ۔ غرض انواع و اقسام کی نادر تصاویر ، پودے ، مچھلیاں اور سیکڑوں دیگر معلوماتی چیزوں کی وجہ سے یہ شعبہ واقعی کسی تجربہ گاہ سے کم نہیں تھا ۔ اور اسی لیے شروع سے آخر تک اہلِ بصیرت کی دلچسپی کا موجب بنا رہا ۔ اہلِ ذوق کی آسانی اور ان کے تعاون کے لیے یعقوب رحمانی درجہ ہشتم ، اخلاق فیضی درجہ ہفتم ، محبوب علی درجہ ہشتم اور دانش جمال درجہ پنجم اپنی اپنی جگہوں پر ڈیوٹی انجام دیتے رہے ۔ یہ طلبار نمائش میں آنے والے حضرات کو شعبہ سے متعلق تمام چیزوں سے واقف کراتے تھے ۔ اس مرتبہ نمائش کئی روز تک مسلسل کھلی رہی اور مذکورہ بالا سب ہی طلبار نے پوری دل چسپی اور محنت سے نمائش کی ذمہ داریاں ادا کیں ۔ لیکن ان سب میں نمایاں یعقوب رحمانی رہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب بچوں کے مستقبل کو روشن فرمائے ۔ آمین ۔ محمد یونس عثمانی (استاد درس گاہ)

شعبہ آرٹ

شعبہ آرٹ رنگ و نور کا ایک حسین منظر پیش کر رہا تھا ۔ اس میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے جس چیز پر نگاہیں جم جاتی تھیں وہ سامنے والی الماری میں رکھا ہوا لکڑی کا ایک سیاہ بکس تھا جس کے اگلے حصے پر شیشہ لگا ہوا تھا ۔ بکس کے اندر کا میکانزم کچھ اس طرح تھا کہ شیشہ پر دو رنگین مچھلیاں تیرتی ہوئی نظر آتی تھی ۔ یہ مچھلیاں بکس کے دائیں پہلو سے نمودار ہوئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بائیں طرف غائب ہو جاتی تھیں اس کے فوراً ہی بعد انگریزی کے تین لال لال اور روشن حروف اے ۔ آر ۔ ٹی (ART) نمایاں ہونے لگتے جو خود بھی رفتہ رفتہ نگاہوں سے اوجھل ہوتے چلے جاتے تھے ۔ اور پھر وہی مچھلیاں اپنا منہ کھولتی اور بند کرتی ہوئی تیرنے لگتیں ۔ غرض یہ دلچسپ عمل مسلسل جاری تھا ۔

دیواروں پر ایک خاص ترتیب سے بہت سے دیدہ زیب و دلکش چارٹس آویزاں کیے گئے تھے جو اسلامی فکر و نظر کی نمائندگی کر رہے تھے ۔ کئی چارٹوں کے ذریعہ باطل نظریات کے مقاصد کو بڑے فن کارانہ انداز سے واضح کیا گیا تھا ۔ بڑے بڑے فریموں میں لگے ہوئے حروفِ تہجی کے تصویری چارٹس رنگ سا بکھیر رہے تھے علم سے متعلق قرآن و حدیث کے چند چھوٹے چھوٹے جملے خوب صورت پھول دار حاشیوں میں جگمگا رہے تھے

ایک طرف آپٹیکل الیوشن (OPTICAL ILLUSION) کے چند نادر اور دل چسپ نمونے جو دیکھنے پر کچھ اور سمجھنے پر کچھ نظر آتے تھے ، اہلِ نظر کے لیے دلچسپی کا سامان بنے ہوئے تھے ۔ درس گاہ کے طلبہ کی بنائی ہوئی سینریاں ،

ڈریزائنیں، پھول پتیاں اور دوسری مختلف تصویریں بھی قابل دید اور قابل داد تھیں۔ ان کے علاوہ سہ رخی تصویر اور تصویری برے نو (BRAINO) بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔

مرتب: نورالحسن (استاد درس گاہ)

ڈارک روم

ڈارک روم کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصّہ میں درس گاہ میں تیار کیا ہوا ایک میجک لانٹرن (MAGIC-LANTERN) رکھا ہوا تھا۔ اس کے ذریعہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد دہلی اور آگرہ کی بہت سی مشہور و معروف تاریخی عمارتوں کی رنگین اور معلوماتی فلم دکھائی جاتی تھی۔

دوسرے حصّہ میں ایک عجیب و غریب چیز نے لوگوں کو حیرت و تعجب میں ڈال رکھا تھا۔ صرف اور صرف پیتل کی ایک ٹونٹی (TAP) کو لوہے کے تار سے باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا اور اس سے مسلسل پانی کی ایک موٹی دھار آواز کرتی ہوئی گر رہی تھی۔ حالاں کہ سب بخوبی دیکھ رہے تھے کہ پانی پائپ یا کسی اور چیز کے ذریعہ سے ٹونٹی تک نہیں پہنچایا جا رہا تھا۔

مرتب: نورالحسن (استاد درس گاہ)

بزمِ اطفال

بجلی کے چھوٹے چھوٹے رنگین قمقموں سے ترتیب دیا ہوا (WELCOME) کا ایک بورڈ جو بزمِ اطفال کے دروازے پر آویزاں تھا ہر چھوٹے بڑے فرد کو خاموش آواز میں خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

اس بزم میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے جو چیز ناظرین کو دعوت نظارہ دینے لگتی وہ سامنے والی دیوار پر لگا ہوا ایک عجیب و غریب چارٹ تھا جو رنگ و نور میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس پر بہت سے شوخ اور چمک دار رنگوں کی لہریں رقصاں تھیں۔ ان کے درمیان جلی حرفوں میں "بزمِ اطفال" لکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بچوں کی معلومات کے لیے مختلف جانوروں، پرندوں، ترکاریوں، پھولوں، پھلوں، حروف تہجی اور گنتیوں کے رنگین تصویری چارٹس بھی آراستہ کیے گئے تھے۔

بزمِ اطفال کے بیچوں بیچ ایک بڑی گول میز تھی جس کے دائیں اور بائیں جانب بھی میزیں لگی ہوئی تھیں ان سب پر بہت سے اچھے اچھے کھلونے سجے ہوئے تھے ان کی چار قسمیں تھیں۔ (۱) بجلی سے چلنے والے (۲) سیل سے چلنے والے (۳) اسپرنگ سے چلنے والے اور (۴) غیر متحرک۔

یہ تمام کھلونے بڑے انوکھے اور دلچسپ تھے ہی مگر ان میں سے بعض خاص اہمیت کے حامل تھے۔ مثلاً اڑنے والا جہاز، ہیلی کوپٹر، ریل گاڑی، اسکوٹر، سرکس کا کھلاڑی، شریر بندر وغیرہ۔

مرتب:۔ نورالحسن (استاد درس گاہ)

شعبۂ کرافٹ

اس سال تعلیمی نمائش میں ایک نئے شعبہ "شعبۂ کرافٹ" کا اضافہ کیا گیا۔ یہ شعبہ درس گاہ کے مشرقی بالائی حصّہ کا پہلا کمرہ تھا۔ جس میں طلبہ کے بنائے ہوئے دفتی (پٹھے) کے ماڈل اور چارٹس نمائش کے لیے رکھے گئے تھے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے سامنے الماری پر نظر پڑتی تھی جس پہ رنگین کاغذ کی جھالریں اور جالیاں کاٹ کر چسپاں کی گئی تھیں۔ اسی طرح رنگین کاغذی

زنجیروں سے پوری چھت کو بہت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا جو بہت خوب صورت منظر پیش کر رہا تھا۔ دیواروں پر طلبہ کے بنائے ہوئے رنگین اور دل کش چارٹس آویزاں تھے جن پر طرح طرح کے مناظر اور رنگین ڈیزائین بنی ہوئی تھیں۔ بیچ بیچ میں کچھ ایسے چارٹس بھی تھے جن پر ماڈل بنانے کی تراکیب واضح طور پر سمجھائی گئی تھیں۔ ان چارٹس کے چار حصے تھے۔ پہلے حصہ پر صرف آؤٹ لائنس اور دوسرے پر کٹ کر خارج ہونے والے حصوں کو رنگا ہوا دکھایا گیا تھا۔ تیسرے حصے پر وہ تصویر ہوتی تھی جو رنگا ہوا حصہ الگ کرنے کے بعد بنتی۔ اور آخر میں تیار ماڈل کی ہو بہو تصویر موجود تھی۔ جس سے ماڈل بنانے کی پوری ترکیب سمجھ میں آجاتی تھی۔ ان کے علاوہ ایک چارٹ پر کاغذ کی قسمیں اور ایک پر ہدایت درج تھیں۔

دیواروں کے چاروں طرف دفتی کے بنے ہوئے دیوار گیر گلدان، جو رنگ برنگی ابریوں سے سجے ہوئے تھے، دیواروں پر لگے ہوئے تھے اور ان میں تازہ پھول اپنی بہار دکھا رہے

بقیہ ص۵۶ نبذۃ من سیرۃ ابی بکر ص۴۲

یثقل راسہ من ذھب وجسدہ کا عنشاب لیقتدی لخلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

ایھا الاخوان! قد یکون ابوبکر الصدیق امیر المومنین سنتین وثلاثۃ اشھر تقریبا وقد توفاہ اللہ وھو ابن ثلاثۃ وستین عاما۔

نرحم اللہ ابابکر الصدیق وجزاہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تھے۔ کمرے کے بیچ میں ایک لمبی میز پر طلبہ کے بنائے ہوئے کچھ خوب صورت ماڈل، جیسے ٹرے، چوکور ڈبہ، چوکور تشتری۔ چھ کونے کا ڈبہ اور لفافے وغیرہ، بہت قاعدے کے ساتھ سجے ہوئے تھے۔ دفتی سے کاٹ کر بنائی گئی ایک عینک بھی بہت خوب صورت نظر آرہی تھی۔

ایک جانب کرافٹ میں استعمال ہونے والے آلات، قینچی، چاقو، اسکیل، بینچ وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف مٹی کے چند پھل، ترکاریوں کے نمونے، میز کے دونوں سروں پر دفتی کی بنی دو خوشنما جھونپڑیاں بھی لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔

مرتب: - مجاہد رحمٰن (استاد درس گاہ)

شعبہ جغرافیہ

شعبۂ جغرافیہ میں طلبہ نے محنت سے نئے دلچسپ معلوماتی چارٹ نہایت خوب صورتی سے آویزاں کئے تھے۔ افریقہ کے نئے آزاد ممالک کے بارے میں معلوماتی چارٹ جو دلچسپ تصاویر سے مزین تھے، طلبہ اور لوگوں کی توجہ کا زیادہ مرکز رہے۔ اس بار طبعی جغرافیہ پر نہایت مفید چارٹ اور تصاویر طلبہ نے تیار کی تھیں۔ تمام چارٹ و نقشہ جات نہایت ہی اچھے ڈھنگ سے طلبہ نے سجائے تھے۔

چھوٹے بچوں نے اپنے ذوق کے مطابق پہاڑ اور سمندر کی بنی ہوئی سمینٹ کی تصاویر سے فائدہ اٹھا کر، جزیرے سمندر۔ بحری جہاز اور خشکی پر ریلوے اسٹیشن بنا کر کھلونوں کے ذریعہ ان کی وضاحت کی تھی جس پر کم عمر طلبہ کی دیکھنے کے لیے بھیڑ لگی رہتی تھی۔

مرتب: حامد علی خاں (استاد درس گاہ)

شگوفے

• ماسٹر :- (لڑکے سے) بھئی تم تو کمال کے لڑکے ہو۔ ایسا کھیلے کہ اسکول کا نام رکھ لیا۔
لڑکا :- مگر جناب میں کمال کا نہیں نثار کا لڑکا ہوں۔
مختار احمد لکھیم پوری (پنجم ب)

•- میاں نصیر الدین ایک دن بیوی سے لڑ رہے تھے کہ نیچے گر پڑے۔ محلے والوں نے دوڑ کر انھیں اٹھایا اور پوچھنے لگے یہ کیسے ہوا۔
میاں نصیر الدین نے کہا جسے حقیقت معلوم کرنا ہو وہ چھت پر اپنی بیوی سے لڑائی کر کے معلوم کرے۔
(خلیل احمد رامپوری)

•- فقیر :- (ایک لڑکے سے) بیٹے صرف چار پیسے کا سوال ہے۔
لڑکا :- کسی اور سے پوچھو، میرا حساب بہت کمزور ہے۔
غلام شاہد (پنجم الف)

•- بیوی (پریشانی کی حالت میں) جی سنتے ہو منے نے دوات کی تمام سیاہی پی لی۔ ہائے اب میں کیا کروں۔
شوہر :- (کام میں مشغول رہتے ہوئے) پنسل سے کام چلا لو۔
محمد علیم گوہر (ششم ب)

ملزم :- (جج سے) میں بھوکا تھا بے گھر تھا اس لیے میں نے چوری کی، مجھ پر رحم کیا جائے۔
جج : (ملزم سے) عدالت تمہارے لیے چھ مہینے کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام کرے گی۔!
دانش جمال شمسی (پنجم الف)

ایک مشہور مقدمے کے ملزم کو عدالت کی جانب لے جایا جا رہا تھا۔ اس وقت چند لوگ مقدمے کی کارروائی سننے کی خاطر تقریباً بھاگتے ہوئے عدالت کی جانب جا رہے تھے۔
"اتنی جلدی جانے کی ضرورت نہیں" ملزم نے چلا کر کہا۔ "میرے بغیر عدالت میں کچھ نہیں ہوگا۔"
محمد عاصم بدایونی (پنجم الف)

جلاد : (قیدی سے) جانتے ہو تمہیں پھانسی دینے میں سرکار کو پورے پانچسو روپیے خرچ کرنے پڑیں گے۔
قیدی : خوش ہو کر : ایسا کرو، مجھے پانچ روپیے دلا دو میں اپنے آپ گولی مار لوں گا۔
احمد خاں۔ احمد آبادی

•- ایک دن پھلوں کے بارے میں کچھ باتیں بتا کر ماسٹر صاحب نے خلیل سے سوال کیا "خلیل بتاؤ پھلوں کے توڑنے کا ٹھیک وقت کیا ہے"
خلیل۔ جب مالی باغ میں نہ ہو
مشرف علی مرادآبادی چہارم

•- ایک لڑکا : (اپنے باپ سے) پاپا آپ کہاں پیدا ہوئے تھے
باپ : بمبئی میں
لڑکا : اور ماں کہاں پیدا ہوئی تھیں
باپ : مرادآباد میں۔
لڑکا : اور میں کہاں پیدا ہوا تھا۔
باپ : رامپور میں
لڑکا : کتنی اچھی بات ہے کہ ہم سب لوگ یہاں مل گئے ہیں۔
خلیل احمد مالیگاؤں (پنجم الف)

•- دو بچوں میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک لڑکا بولا۔ واہ! تمہارے باپ درزی ہیں، پھر بھی تمہاری قمیص پھٹی ہے۔
دوسرا لڑکا : اور تمہارے باپ دانتوں کے ڈاکٹر ہیں پھر بھی تمہارے منے بھیا کے دانت نہیں ہیں۔
امانت اللہ مالیگانوی (پنجم)

•- ڈاکو : (ایک صاحب کے سینے پر پستول رکھ کر) جان دیتے ہو یا پیسہ؟
ساہوکار : جان لے لو، کیوں کہ پیسہ تو میں نے اپنے بڑھاپے کے لیے رکھ چھوڑا ہے
رشید احمد بلرامپوری (ششم)

•- استاد (نعیم سے) اگر دو اور دو چار اور چار چار آٹھ۔ تو آٹھ اور آٹھ کتنے ہوئے؟
نعیم : جناب آسان سے آسان سوال تو آپ کر لیتے ہیں اور مشکل مجھ سے پوچھتے ہیں۔
شکیل احمد کلکتوی (پنجم ب)

لڑکا :- والد صاحب میں پاس ہو گیا ہوں اور درجہ میں میرا چوتھا نمبر ہے
والد : شاباش۔ درجے میں کل کتنے لڑکے ہیں۔
لڑکا (دھیرے سے) چار۔
عقیل احمد اعظمی (پنجم ب)



اللہ تو نیک کاموں میں مدد فرماتے ہیں۔ ماشاء اللہ ہماری درس گاہ بھی اب نوجوان ہو گئی ہے یعنی ۲۶-۲۷ سالہ نوجوان یہ دینی درس گاہ۔ اس کے کھیلوں کو بھی اسی طرح آگے بڑھنا چاہیے۔

سلور جوبلی کا آغاز سب سے پہلے بچوں کے کھیل سے ہوا جو اپنی قوت بالیدگی صحت کی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے ایک مضبوط کڑی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے کھیل کا نظم قائم کرنے کے لیے حسب ذیل طلبہ گروپ لیڈر بنائے گئے۔

(۱) کمال احمد درجہ ہشتم (۲) محمد یعقوب رحمانی درجہ ہشتم
(۳) عمران محمود درجہ ہفتم (۴) شاکر علی خاں درجہ ہفتم

ان کے علاوہ اطفال کے پانچ گروپ بوجہ زیادہ تعداد ہو جانے کے بنائے گئے اور ہر ممکن کوشش کی گئی کہ کھیلوں میں سب ہی حصہ لیں کوئی محروم نہ رہے

کرسی دوڑ :-

درس گاہ کے صحن میں گول دائرے بنائے گئے اور ۴، ۵ر دسمبر کو کرسی دوڑ کرائی گئی۔ بچوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی سلور جوبلی کی وجہ سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ عروج پر تھی۔ وقت زیادہ لگا تاہم بیکار نہیں بلکہ مسرت آمیز۔

چمچہ دوڑ

۵ر دسمبر و ۷ر دسمبر کو چمچہ دوڑ کرائی گئی۔ یہ دونوں کھیل نہایت دلچسپ معصوم بچوں کی بے چین شادمانیوں۔ پر لطف شوخ حرکتوں کے درمیان جس کا تعلق صرف دیکھنے سے ہی سے تھا انجام پاتا رہا۔

رومال جھپٹ

۷ر دسمبر کو صرف درمیان کے بچوں کی ہوئی۔ جس میں پھرتی سے اور چاق وچوبند ہونے کے ساتھ رومال کو لے کر بھاگ جانا ہوتا ہے۔ اس میں بچوں کی برق رفتاری حیرت میں ڈال رہی تھی۔

دوڑ

۷ر دسمبر کو سو گز دوڑ میدان بورڈنگ ہاؤس میں ہوئی جس میں بڑوں اور بچوں کا ذوق اور شوق اتنا بڑھا ہوا تھا گویا سب ہی کے جذبات دوڑ کے مقابلہ والوں کے ساتھ ساتھ ریس لگا رہے تھے۔ گروپ بنا بنا کر دوڑایا گیا تاکہ سیمی فائنل اور فائنل میں آسانیاں ہو جائیں۔

کبڈی

۸ر دسمبر کو کبڈی کے مقابلے ٹیموں میں ہوئے۔ یہ دن ہماری درس گاہ کے کھیلوں میں سب سے زیادہ خوش وخروش اور طلبہ کے کھیلوں کی پھرتی چالاکی تیزی قوت کے ساتھ ساتھ دیانت داری اور قوت فیصلہ کے امتحان و جائزہ کا ہوتا ہے۔ گویا کہ محنت شاقہ کی تربیت ایمانداری کے ساتھ دیکھی جاتی ہے

الحمد للہ اس میں طلباء کامیاب رہے اور کوئی بھی ناگوار طبع بات ظہور میں نہیں آئی۔ بلکہ دیکھنے والوں نے اس میں کافی دلچسپی اور مسرت ظاہر کی۔ بورڈنگ ہاؤس

کے اندر اور میدان میں ہر طرف کبڈی کے اکھاڑے جمے تھے۔ لیکن نہایت شائستگی کے ساتھ اساتذہ کرام کی نگرانی میں مقابلے ہوئے۔ یہاں تک کہ ۹؍ دسمبر کو اسی آب و تاب کے ساتھ یہ کھیل بخیر و خوبی انجام کو پہنچ گیا۔

۱۰؍ دسمبر کھیلوں کے فائنل کا دن تھا جو نہایت انہماک میں گزرا۔

سلو سائیکلنگ

۱۰؍ دسمبر کو سلو سائیکلنگ کا مقابلہ ہوا جس میں محمد عادل سنبھلی اور عمران محمود رام پور سب سے زیادہ علی الترتیب کامیاب نکلے۔

رسّہ کشی

اس کے بعد رسہ کشی ٹیموں کے مقابلے بڑے طلبہ کے درمیان ہوئے جس میں طاقت اور جوش کا یہ عالم دیکھنے والوں میں حصہ لینے والوں سے زیادہ نظر آرہا تھا اور ہمت بڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کی حرکات عجیب و غریب منظر اور سماں پیدا کر رہی تھیں۔

اس کے علاوہ لمبی کود کے مقابلے ہوئے۔ والی بال کے میچ ہوئے جو نہایت دل چسپ رہے۔

مرتب:- اقبال حسین خاں (استاد درس گاہ)

عمیر منظور شمسی (پنجم الف)

★ استاد (اسلم سے) اسلم تم دیر سے کیوں آئے۔

اسلم: جناب! میں خواب میں دوسرے ملک کا سفر کر رہا تھا۔

استاد (ناصر سے) اور تم دیر سے کیوں آئے؟

ناصر: جناب! میں انہیں ہوائی اڈے پر پہنچانے گیا تھا۔

سلور جوبلی
بیت بازی کا دلچسپ مقابلہ

حسب معمول اس سال بھی بیت بازی کا شاندار مقابلہ ہوا۔ درجہ پنجم تا درجہ ہشتم کے طلبہ کی منتخب ٹیموں نے حصہ لیا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

درجہ پنجم سکشن الف اور سکشن ب کی ٹیموں کا مقابلہ ہوا۔ سکشن ب کی ٹیم نے سکشن الف کی ٹیم کو مات دے کر شکست فاش دی۔

اس طرح درجہ ششم سکشن الف کی ٹیم کا سکشن (ب) کی ٹیم سے مقابلہ ہوا جس میں سکشن (ب) کی ٹیم نے اپنی مخالف ٹیم سے مات کھائی۔

درجہ ہفتم کی ٹیم کا مقابلہ درجہ ہشتم کے ساتھ ہوا جس میں ہشتم کی ٹیم ہار گئی اور درجہ ہفتم کی ٹیم فاتح قرار پائی۔

پھر کامیاب ٹیموں کے باہمی مقابلے شروع ہوئے۔ درجہ ششم سکشن الف کی کامیاب ٹیم نے درجہ پنجم سکشن ب کی کامیاب ٹیم مات دینے میں کامیاب ہوگئی اور آخر میں درجہ ہفتم اور درجہ ششم کی فاتح ٹیم کے درمیان سخت مقابلہ رہا اور کوئی ٹیم غالب نہ آسکی۔ آخر کار دونوں برابر قرار دی گئیں۔ طلبہ نے تیاری اور دلچسپی سے حصہ لیا اور جج صاحبان نے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے۔

مرتب: سید قادر علی (استاد درس گاہ)

استاد:- شکیل بتاؤ NGO ہو ہو (مینگو) کے کیا معنی ہیں

شکیل:- آدمی جاؤ۔

ظفر احمد علی گڑھی (ششم ب)

جلسہ تقسیمِ انعامات

الحمد للہ کہ مرکزی درس گاہ نے اپنی عمر کے ۲۶ سال پورے کر لیے۔ درس گاہ کے طلبہ ہر سال اپنا تعلیمی ہفتہ مناتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس سال ۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء سے ۱۵ر دسمبر ۱۹۷۴ء تک پورے جوش و خروش کے ساتھ طلبہ نے ۲۵ سالہ جشن منایا۔

۱۶ر دسمبر کو انعامات کا اجتماع منعقد کیا گیا۔ اس سال تقسیمِ انعامات کے لیے مرکز سے جناب مولانا سید حامد علی صاحب سکریٹری جماعتِ اسلامی ہند نے شرکت فرمائی۔

اجتماع کی کاروائی ایک طالب علم کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ پھر چند طلباء نے تقریریں اور نظمیں پیش کیں۔ بعد ازاں کامیاب طلبہ کو انعامات تقسیم کیے گئے جو پہلے سے برادرم عرفان احمد صاحب خلیلی استاد درس گاہ کے تعاون سے مرتب کر لیے گئے تھے۔

آخر میں جناب مولانا سید حامد علی صاحب نے طلبہ کو خطاب فرمایا اور انعامات تقسیم کیے

(محمد ایوب اصلاحی استاد درس گاہ)

انعام پانے والے طلبہ کی فہرست

[ہشتم]

۱ ابرار حسین سالانہ امتحان I
۲ محمد آصف " " II
۳ محمد شاد سالانہ حاضری I
۴ محمد طاہر خاں " " II
۵ عرفان الرحمٰن عربی تقریر دوم، انادنسر خصوصی
۶ محمد یعقوب۔ سنجیدہ ڈرامہ اوّل
۷ محبوب علی " " سوم
۸ شاہد احمد۔ مشاعرہ نہم بیت بازی اول
۹ نجمی سہیل۔ بیت بازی دوم
۱۰ سلمان محمود۔ حسن کارکردگی اوّل
۱۱ رضی الاسلام " " دوم
۱۲ عقیل احمد " " اول کبڈی نمایاں
۱۳ عمران محمود " " " "
۱۴ کمال احمد۔ سلو سائیکل II حسن کارکردگی دوم کبڈی نمایاں
۱۵ نعمت اللہ کبڈی نمایاں۔
۱۶ محمد ایوب کوثر۔ پی۔ ٹی۔ اوّل

[ہفتم]

۱ فروغ انجم۔ سالانہ امتحان I
۲ عرفان الرحمٰن سالانہ حاضری I
۳ رضی الاسلام سالانہ امتحان II
۴ ضمیر احمد سالانہ حاضری II
۵ محمد قاسم۔ اردو تقریر اوّل۔ مشاعرہ اول
۶ سعید الرحمٰن " " اوّل
۷ عبد الخالق۔ ہندی تقریر خصوصی۔ کبڈی نمایاں
۸ اقبال احمد۔ انگریزی تقریر اوّل۔ بیت بازی اوّل۔
حسن کارکردگی دوم۔ لمبی کود II کبڈی نمایاں
سوگز دوڑ اوّل
۹ منصور عالم:۔ ہندی نظم دوم۔ مشاعرہ ہشتم۔ حسن کارکردگی
دوم۔ کتابت دوم۔
۱۰ محمد عزیز: مزاحیہ ڈرامہ سوم۔ کبڈی نمایاں۔
۱۱ محمد انیس:۔ بیت بازی دوم
۱۲ شاکر علی: حسن کارکردگی دوم۔ کبڈی۔ نمایاں
۱۳ محمد شعیب۔ حسن کارکردگی اوّل۔
۱۴ محمد عادل " " دوم سلو سائیکل I
۱۵ محمد خالد کوثر " " اول کتابت اول۔
۱۶ تسنیم احمد " " دوم
۱۷ امتیاز احمد " " اوّل
۱۸ منظور الحق " " دوم۔ کتابت اول۔ کبڈی
نمایاں۔
۱۹ ضیاء الہدیٰ۔ حسن کارکردگی دوم۔ لمبی کود II رومال
جھپٹ اول۔ کبڈی نمایاں۔

[ششم ۱]

۱ محمد خالد کوثر۔ سالانہ امتحان I
۲ محمد انیس سالانہ حاضری I
۳ محمد طاہر سالانہ امتحان II
۴ تنویر اطہر۔ سالانہ حاضری II
۵ محمد اجمل خاں۔ عربی تقریر I مشاعرہ دہم۔ بیت بازی اوّل
حسن کارکردگی اول۔ والی بال نمایاں۔
۶ احتشام الحق: اردو تقریر دوم
۷ کلیم احمد۔ انگریزی تقریر دوم۔ حسن کارکردگی دوم۔
کبڈی نمایاں۔ سوگز دوڑ اوّل۔
۸ خورشید اکرام۔ ہندی نظم اول۔ کبڈی نمایاں
۹ فیروز شاہ " " اوّل
۱۰ محمد محسن خاں " " دوم۔ حسن کارکردگی اول۔
کبڈی نمایاں۔ سوگز دوڑ دوم۔
۱۱ صالح اکرم۔ اردو نظم اول۔ حسن کارکردگی دوم
۱۲ جمال الدین۔ مزاحیہ ڈرامہ سوم۔ حسن کارکردگی دوم
۱۳ محمد اسلم۔ اردو نظم دوم۔ " " "
۱۴ احسن حسان۔ بیت بازی دوم
۱۵ محمد انور۔ حسن کارکردگی دوم۔ کبڈی نمایاں۔ والی بال نمایاں
۱۶ محمد ناصر۔ کتابت دوم۔ کبڈی نمایاں۔
۱۷ فخر الدین۔ حسن کارکردگی دوم۔
۱۸ محمد اظہر بابر۔ " " اوّل۔ لمبی کود I سوگز دوڑ اوّل
رومال جھپٹ دوم
۱۹ محمد عظیم۔ کبڈی نمایاں۔
۲۰ محمد طارق " "

ششم ب

۱۔ منصور عالم۔ سالانہ امتحان I
۲۔ فضیل اقدس۔ اردو تقریر۔ دوم۔ کتابت
۳۔ محمد ندیم۔ سالانہ امتحان II
۴۔ محمد ایوب۔ ہندی نظم دوم
۵۔ خالد احمد۔ اردو نظم اوّل۔ تقریر خصوصی
۶۔ ثاقب رضا۔ مزاحیہ ڈرامہ اوّل۔ حسن کارکردگی اوّل
۷۔ شاہد کلیم۔ سنجیدہ ڈرامہ دوم۔ حسن کارکردگی اوّل
۸۔ سعود عالم۔ سنجیدہ ڈرامہ سوم
۹۔ خصال عمر۔ اردو نظم دوم۔ مشاعرہ ششم
۱۰۔ محمد ایوب: قرآت خصوصی۔ بیت بازی دوم۔ حسن کارکردگی اول۔ کبڈی نمایاں۔ رومال جھپٹ۔ اوّل۔
۱۱۔ محمد اسمٰعیل۔ بیت بازی اول۔ حسن کارکردگی اوّل۔ سوگز دوڑ دوم۔
۱۲۔ بلال احمد صدیقی۔ حسن کارکردگی اوّل
۱۳۔ محمد عظیم " " دوم
۱۴۔ محمد گلفام۔ کرسی دوڑ I
۱۵۔ شاہ زماں۔ کبڈی نمایاں۔

پنجم ا

۱۔ محمد اجمل۔ سالانہ امتحان I
۲۔ احتشام الحق " " II
۳۔ عارف شمسی سالانہ حاضری I
۴۔ فخرالدین " " II
۵۔ عمیر منظور۔ اردو تقریر اوّل۔ مشاعرہ سوم۔ کبڈی نمایاں۔
۶۔ وضاحت اللہ۔ احادیث دوم

۷۔ سرفراز احمد۔ مشاعرہ پنجم۔ حسن کارکردگی دوم
۸۔ قیصر جمال۔ حسن کارکردگی اوّل۔ سوگز دوڑ دوم۔
۹۔ سلیم سعید۔ حسن کارکردگی دوم۔ والی بال نمایاں
۱۰۔ اختر نعیمی۔ " " اوّل
۱۱۔ سمیع اختر " " دوم
۱۲۔ غلام شاہد " " "
۱۳۔ احمد خاں۔ " " اول۔ کتابت دوم۔ کبڈی نمایاں۔
۱۴۔ محمد نجیب خاں۔ حسن کارکردگی دوم
۱۵۔ خلیل احمد مالیگاؤں۔ کتابت اول۔ لمبی کود I۔ والی بال نمایاں
۱۶۔ ریاض عمر۔ حسن کارکردگی اول۔
۱۷۔ ظفر علی۔ سوگز دوڑ دوم
۱۸۔ وسیم انور ذکی۔ کبڈی نمایاں
۱۹۔ انوار الحسن " "
۲۰۔ معین الظفر بابر " "
۲۱۔ خلیل احمد رام پوری۔ پی۔ٹی دوم

پنجم ب

۱۔ محمد اسمٰعیل۔ سالانہ امتحان I
۲۔ عطاء الرحمٰن " " II
۳۔ محمد اسلم سالانہ حاضری I
۴۔ خالد حسین " " II
حسن کارکردگی دوم۔ کبڈی نمایاں
۵۔ صدیق ظفر۔ اردو تقریر اول۔ بیت بازی دوم۔
۶۔ شکیل احمد۔ ہندی نظم اول۔ مشاعرہ ہفتم۔ کبڈی نمایاں۔ سوگز دوڑ اوّل
۷۔ راشد احمد۔ اردو نظم اوّل۔ مشاعرہ دوم۔ کبڈی نمایاں۔

۸۔ غفور جمال۔ مزاحیہ ڈرامہ دوم۔ کبڈی نمایاں
۹۔ آصف رضا۔ اردو نظم II۔ کبڈی نمایاں
۱۰۔ محمد وسیم۔ قرآت خصوصی۔
۱۱۔ مختار احمد۔ بیت بازی اول
۱۲۔ شعیب الرحمٰن۔ حسن کارکردگی دوم
۱۳۔ رفیق احمد " " اول۔ کبڈی نمایاں۔
۱۴۔ محمد شمیم۔ کبڈی نمایاں۔
۱۵۔ محمد وسیم۔ پی۔ٹی سوم
۱۶۔ اقتدار محمد۔ کبڈی نمایاں۔

چہارم ا

۱۔ عمیر منظور۔ سالانہ امتحان I
۲۔ دانش جمال " " II
۳۔ سید ظفر علی سالانہ حاضری I
۴۔ لطیف محمد خاں " " II
۵۔ شاہد پرویز۔ ہندی تقریر خصوصی
۶۔ طارق میاں۔ اردو نظم دوم
۷۔ مشرف حسین۔ حسن کارکردگی دوم
۸۔ شوکت علی " " "
۹۔ بہار عالم " " "
۱۰۔ سہیل انور۔ جمپ دوڑ II
۱۱۔ جاوید انور۔ کبڈی نمایاں
۱۲۔ جاوید یونس۔ " "

چہارم ب

۱۔ مختار احمد۔ سالانہ امتحان I
۲۔ غفور جمال۔ " " II
۳۔ شعیب الرحمٰن سالانہ حاضری I
۴۔ محمد وسیم " " II
۵۔ سعد اختر۔ احادیث اول۔

۶۔ تہذیب احمد۔ مشاعرہ چہارم
۷۔ عبدالعلیم۔ کرسی دوڑ II
۸ اختر۔ کبڈی نمایاں۔

سوم ا

۱۔ محمد صالح۔ سالانہ امتحان I
۲ محمد سہیل " " " II
۳۔ محمد اسمٰعیل۔ سالانہ حاضری I
۴۔ محمد اسلم " " II
۵۔ محمد شکیل۔ چمچہ دوڑ II

سوم ب

۱۔ منظور الحسن۔ سالانہ امتحان I
۲۔ مسعود جاوید " " II
۳۔ محمد ہارون سالانہ حاضری I
۴۔ ساجد حسین " " II
۵۔ اطہر کمال۔ کرسی دوڑ I
۶۔ دلشاد احمد۔ اردو نظم دوم۔ کبڈی نمایاں
۷۔ مختار عالم۔ کبڈی نمایاں۔
۸۔ سعید احمد " "
۹۔ محمد عمر۔ " " رومال جھپٹ II

دوم ا

۱۔ شعیب الرحمٰن۔ سالانہ امتحان I
۲۔ انیس الرب۔ سالانہ حاضری I
۳۔ خالد سیف اللہ " " I
۴۔ محمد شکیل " " II
اردو نظم اوّل جسن کارکردگی
اول۔ کبڈی نمایاں۔
۵۔ منصور احمد۔ کہانی خصوصی۔
۶۔ امتیاز احمد۔ اردو نظم اوّل

۷۔ نواب علی۔ اردو نظم اول
۸۔ مشکور احمد۔ حسن کارکردگی دوم
۹۔ محمد پرویز۔ کرسی دوڑ I
۱۰ عمران حسین۔ چمچہ دوڑ I
۱۱۔ محمد طارق " " I

دوم ب

۱۔ عبدالسلام۔ سالانہ امتحان I
۲۔ نوید اکبر۔ " " II
۳۔ زاہد احمد۔ سالانہ حاضری I
۴۔ مظہر اقبال " " II
۵۔ امتیاز الحق لطیفے دوم
۶۔ خلیق الزماں۔ اردو نظم دوم
۷۔ امان اللہ " " "
۸۔ محمد آصف " " "
۹۔ سید شعیب۔ کرسی دوڑ II

اوّل ا

۱۔ منصور احمد۔ سالانہ امتحان I
۲ مشکور احمد " " II
۳۔ منصور احمد سالانہ حاضری I
۴۔ جاوید اقبال " " II
۵۔ مظفر الدین لطیفے اوّل
۶۔ اکرم خاں۔ کرسی دوڑ II
۷۔ رضوان۔ چمچہ دوڑ I
۸ ابو طالب " " II

اوّل ب

۱۔ امتیاز الحق۔ سالانہ امتحان I
۲ محمد ناصر۔ " " II
۳۔ محمد آصف سالانہ حاضری I
۴۔ محمد ناصر۔ سالانہ حاضری II
۵۔ ارشاد فضلی۔ چمچہ دوڑ II

اوّل ج

۱۔ محمد شریف۔ کرسی دوڑ دوم

اطفال

۱۔ ناصر الحق۔ سالانہ امتحان I
۲۔ محمد ظفر " " II
۳۔ محمد جاوید سالانہ حاضری I
۴۔ جاوید افتخار " " II
۵۔ محمد شاہد۔ کرسی دوڑ I
۶۔ محمد جنید۔ چمچہ دوڑ I

پہلا بیوقوف (دوسرے سے اپنے تھیلے میں پانچ انڈے ڈال کر) اگر تم بتادو کہ میری تھیلی میں کیا ہے؟ تو انڈے تمہارے۔
دوسرا۔ میں نجومی تو ہوں نہیں جو بتادوں۔ کچھ اتا پتا دو۔
پہلا۔ سفید سفید چیز کے اندر زرد زرد بند ہے۔
دوسرا: سمجھ گیا۔ مولی کے اندر گاجر بند ہے۔

خالد احمد لکھیم پوری (ششم ب)

باپ۔ اگر تمہیں آٹھ آنے اور تمہارے چھوٹے بھائی کو ایک روپیہ دیں تو ہوگا۔
لڑکا۔ لڑائی۔

محمد ایوب بنارسی (ششم ب)

آہ! مولانا عامر عثمانیؒ

ابو المجاہد زاہد

۱۲ر اپریل ۱۹۷۵ء کو پونا میں مولانا عامر عثمانی مدیر "تجلی" کا حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

"ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی"

مرحوم انجمن خیر الاسلام کے ایشیائی مشاعرہ میں شرکت کی غرض سے بمبئی تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے منتظمین مشاعرہ کے اصرار پر ۱۲ر اپریل کو پونا کے مشاعرہ میں چلے گئے تھے، مشاعرہ میں اپنا کلام سنا کر جیسے ہی مائک کے سامنے سے ہٹے آپ پر دل کا شدید دورہ پڑا۔ فوراً اسپتال پہنچایا گیا لیکن ؎

"الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس "بیماریٔ دل" نے آخر کام تمام کیا"

ڈاکٹروں کی جان بچانے کی کوششیں ناکام ہو گئیں، فرمانِ اجل آپہنچا اور رات کے ڈھائی بجے آفتابِ تجلی غروب ہو گیا۔

قضا و قدر کے کھیل بھی نرالے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا اور کہاں اس کی قبر بنے گی "وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ" ــــ مولانا عامر عثمانی کی پیدائش ہردوئی میں ہوئی، عمر کا بیشتر حصہ دیوبند میں گزرا، پونا میں انتقال ہوا اور ۱۳ر اپریل کو وطن سے ایک ہزار میل دور بمبئی کے ناریل باڑی قبرستان میں دن کو پونے بارہ بجے سپردِ خاک کر دیا گیا۔ بیوی بچوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو آخری دیدار بھی نصیب نہ ہوا ؎

مرگِ مجنوں پہ عقل گم ہے میرؔ
کیا دوانے نے موت پائی ہے

انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔

مولانا عامر عثمانی دیوبند کے ممتاز و معزز علمی و دینی عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب اپنے وقت کے شیخِ طریقت تھے، وہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کے چچیرے بھائی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھتیجے تھے۔

مولانا عامر عثمانی دار العلوم دیوبند کے فاضل، ایک جید عالم، صاحبِ طرز طنز نگار، خوش فکر شاعر اور صاحبِ بصیرت انشاء پرداز تھے۔ ان کا "تجلی" ایک کثیر الاشاعت ماہنامہ ہے ـــ وہ "تجلی" کے وسیع حلقہ میں ہر دل عزیز تھے، کتاب و سنت پر ان کی گہری نظر تھی، دینی و فقہی رموز و نکات کا عالمانہ ادراک رکھتے تھے اور ان کا تبحرِ علمی شبہ سے بالاتر تھا۔

عامر صاحب ایک زندہ دل اور شگفتہ مزاج انسان تھے ان کی طبیعت بڑی باغ و بہار تھی۔ بے تکلف دوستوں کی محفلوں میں خوب ہنستے ہنساتے، اور ایسے ایسے لطیفے سناتے کہ مولانا سید احمد عروج قادری جیسے سنجیدہ و ثقہ حضرات بھی ہنسنے پر مجبور ہو جاتے۔

تحریکِ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کی حمایت و مدافعت میں انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے، پورے زورِ قلم کے ساتھ لکھا ہے اور نہایت مدلل و موثر انداز میں لکھا ہے، حق گوئی و بے باکی ان کا نمایاں وصف تھا۔ قادیانیت، فتنۂ انکارِ حدیث، بدعات و خرافات اور قبوری شریعت کے خلاف وہ مسلسل جہاد کرتے رہے اور کبھی ہتھیار ڈالتے نظر نہ آئے، ان کا قلم ان کی زندگی کے آخری لمحات تک تازہ دم اور تازہ کار رہا۔ طنز نگاری میں ان کا رنگ منفرد تھا جو جمال افروز بھی تھا اور جلال آمیز بھی۔ حلقۂ تجلی میں بہت کم لوگ اس راز سے واقف ہوں گے کہ "مسجد سے میخانے تک" کے "ملا ابن العرب مکی" اور مولانا عامر عثمانی ایک ہی شخصیت کے دو نام یا ایک ہی روح کے دو رنگ تھے اور عامر عثمانی کی شوخیٔ قلم اور ظرافتِ طبع نے "ملا ابن العرب مکی" کو جنم دیا تھا۔ افسوس کہ مولانا عامر عثمانی کے ساتھ ہی ملا ابن العرب مکی کا بھی انتقال ہو گیا۔ "اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے"

مولانا عامر عثمانی کی موت علمی و دینی حلقوں کے لیے ایک زبردست سانحہ اور ہم سب کے لیے ایک بڑا المیہ ہے، مرحوم کی موت سے تحریکِ اسلامی ایک بے باک صاحبِ قلم اور ایک مخلص و جانباز سپاہی سے محروم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

عامر عثمانی کی غیر متوقع موت نے "تجلی" کو بھی موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ خدا کرے کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ "تجلی" اپنی سابقہ روایات کے ساتھ نکلتا رہے۔

★ ★ ★